★ ایمانی انوارات ★ دعوت جہاد

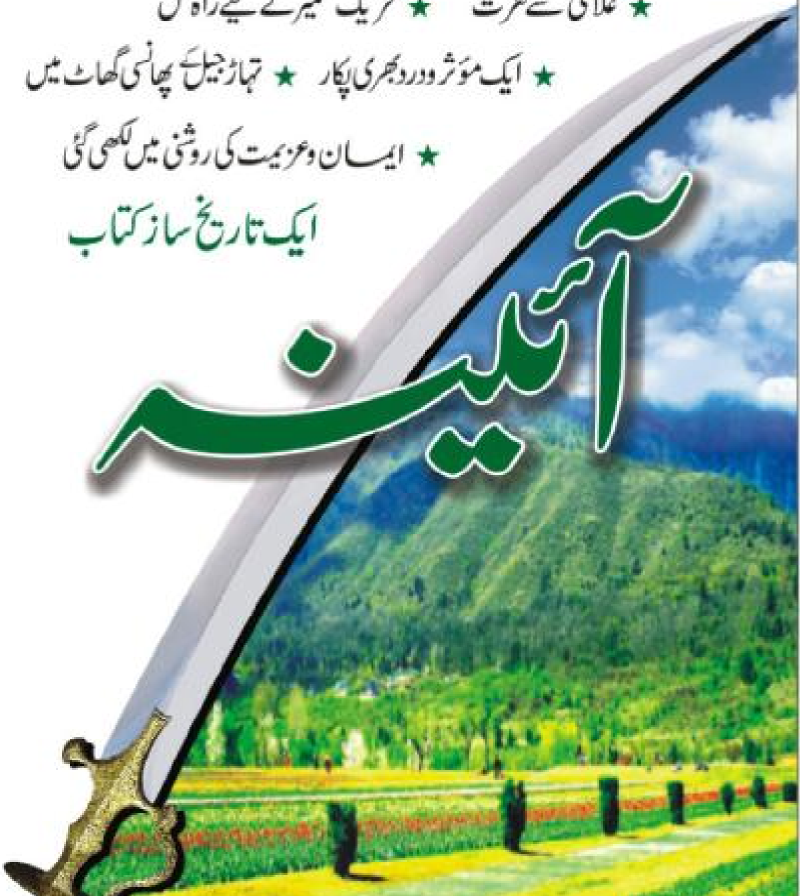
★ غلامی سے نفرت ★ تحریک کشمیر کے لیے راہ عمل

★ ایک مؤثر ودرد بھری پکار ★ تہاڑ جیل کے پھانسی گھاٹ میں

★ ایمان وعزیمت کی روشنی میں لکھی گئی

ایک تاریخ ساز کتاب

آئینہ



تصنیف

محمد افضل گورو شہید رح

تاریخ شہادت

۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

بمطابق ۹ فروری ۲۰۱۳ء

مکتبہ عرفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آئینہ

از قلم

محمد افضل گورو شہیدؒ

تاریخ شہادت:

۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ بمطابق ۹ فروری ۲۰۱۳ء

مقدمہ: امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب

ناشر:

مکتبہ عرفان

www.fangoor.com

بسم الله الرحمن الرحيم

www.rangopdf.com

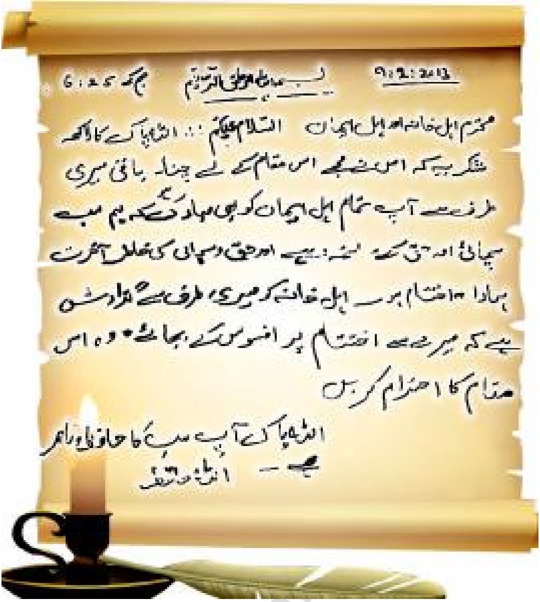
آخری تحریر

مجاہد اسلام محمد افضل گورو شہیدؒ کے

ہاتھ کی آخری تحریر جو انھوں نے شہادت

سے چند لمحے قبل تحریر کی......

www.rangenoor.com



6:25 صبح کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 9:2:2013

محترم اہل خانہ اور اہل ایمان السلام علیکم :: اللہ پاک کا لاکھ
شکر ہے کہ اس نے مجھے اس مقام کے لیے چنا۔ باقی میری
طرف سے آپ تمام اہل ایمان کو بھی مبارک کہ ہم سب
سچائی اور حق کے ساتھ رہے اور حق وسچائی کی خاطر آخرت
ہمارا اختتام ہو۔ اہل خانہ کو میری طرف سے گذارش
ہے کہ میرے سے اختتام پر افسوس کرنے کے بجائے وہ اس
مقام کا احترام کریں
اللہ پاک آپ سب کا حافظ وناصر
ہے۔ اللہ حافظ

9-2-2013 صبح کے 6:25

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم اہل خانہ اور اہلِ ایمان

السلام علیکم ::

اللہ پاک کا لاکھ شکر یہ کہ اس نے مجھے اس مقام کے لیے چنا۔ باقی میری طرف سے آپ تمام اہل ایمان کو بھی مبارک ہو کہ ہم سب سچائی اور حق کے ساتھ رہے اور حق وسچائی کی خاطر آخرت ہمارا اختتام ہو......اہل خانہ کو میری طرف سے گذارش ہے کہ میرے سے اختتام پر افسوس کے بجائے وہ اس مقام کا احترام کریں۔

اللہ پاک آپ سب کا حافظ وناصر ہے۔

اللہ حافظ

مقدمہ

از قلم: امیر المجاہدین حضرت مولانا

محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ

www.rangonoor.com

مؤمن کا ''آئینہ''

ازقلم: امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ اپنے ''فضل'' سے اپنے بندے ''افضل'' کی اس کتاب کو قبول فرمائے......

کتاب کا نام ہے:

''آئینہ''

مصنف کا نام ہے:

''محمد افضل گورو شہیدؒ''

اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز مزاج اور ''خاص بندہ''

اپنے زمانے کا ایک

''منفرد مسلمان''

اللہ تعالیٰ کی زمین کبھی بھی اُس کے پیارے ''اولیاء'' سے خالی نہیں ہوتی...... جب خالی ہوگی تو مٹ جائے گی، قیامت آجائے گی!

ایک مسلمان کو ''انفرادی شان'' اور ''ولایت'' کیسے ملتی ہے؟؟

طریقہ ارشاد فرمادیا:

يَآَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّكُمۡ فُرۡقَانًا (الانفال:۲۹)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے (تقویٰ اختیار کرو گے) تو اللہ تعالیٰ تمہیں امتیازی شان عطاء فرمائے گا......

تقویٰ: یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، محبت اور اطاعت کے ساتھ...... اپنے مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اونچا نہ رکھنا...... اللہ تعالیٰ کے لئے جان و مال قربان کرنا...... ایک اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور کسی سے نہ ڈرنا...... حالات ہوں یا حکمران، موت ہو یا موت کے سوداگر، کسی سے نہ گھبرانا......

اس بات سے بھی نہ ڈرنا کہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی دی تو میرے اہل واولاد کا کیا بنے گا......بس اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب کچھ لٹا دینا......ایسے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ''فرقان'' عطاء فرماتا ہے......انفرادی مقام، امتیازی شان اور خاص منصب......

محمد افضل شہیدؒ کو اُن کی قربانی، حوصلے، سچائی اور تسلیم ورضاء پر یہ ''امتیازی مقام'' نصیب ہوا......

ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں......ایسے بامقام اور سچے مجاہد کی کتاب ہے......

والحمدللہ رب العالمین......

☆......☆......☆

محمد افضل شہیدؒ نے دو کتابیں لکھیں......ایک ۲۰۱۰ء میں، جس کا نام ''آئینہ'' ہے......اور دوسری ۲۰۱۳ء میں اپنی شہادت سے صرف ایک گھنٹہ پینتیس منٹ پہلے...... یہ دوسری کتاب چند سطروں کی ہے مگر یہ سینکڑوں صفحات......اور صدیوں کی ریاضت پر بھاری ہے......

یہ اُن کا ایمان، یقین، سکون، اطمینان، اور شکر میں ڈوبا ہوا وہ پیغام ہے جو انہوں نے تختہ دار پر جھومنے سے پہلے......اپنے اہل خانہ اور اہل ایمان کے نام چھوڑا......اُن کی اس دوسری کتاب یعنی پیغام نے اُن کی پہلی کتاب یعنی ''آئینہ'' کو زیادہ مؤثر، وزنی اور پُرکشش بنا دیا ہے......اُن کا یہ مختصر پیغام اس کتاب کے آغاز میں آپ پڑھ لیں گے......کسی نے یہ پیغام پڑھ کر والہانہ انداز میں کہا:

''یہ پیغام اس حقیقت کو بالکل واضح کرتا ہے کہ اتنی عظیم قربانی وطنیت اور قومیت کے لئے نہیں بلکہ صرف ''اللہ'' اور ''ایمان'' کے لئے ہی دی جاسکتی ہے''......

اس ایمان افزا تاریخی ''تحریر'' کے علاوہ ''افضل شہیدؒ'' کی مزید دو مختصر تحریریں بھی کتاب کے شروع میں لگادی گئیں ہیں......

جس طرح شہید خود زندہ ہوتا ہے اسی طرح اُس کے نیک اعمال بھی زندہ وتابندہ رہتے ہیں......

ہمارے بھائی محمد افضل شہیدؒ کو اشعار کا ذوق تھا......انسان کا ذوق اس کی روح کا حصہ ہوتا ہے......لیجئے شہیدؒ کے لئے جگر کے یہ چند اشعار پیش کردیتے ہیں:

اس کوچے میں ہوں صورت یک نقش وفا میں
دنیا نے مٹایا مجھے ، لیکن نہ مٹا میں
بن بن کے مٹاؤ نہ میرا نقشۂ ہستی
مٹ مٹ کے بنا ہوں ہمہ تن نقش وفا میں
اے اہل حقیقت! مجھے آنکھوں پہ بٹھاؤ
طئے کر کے چلا آتا ہوں میدانِ وفا میں

☆......☆......☆

شعر و سخن کی بات چلی تو وضاحت ضروری ہے...... افضل شہیدؒ کو بے شک شعر و ادب سے شغف تھا...... وہ اپنے تعلیمی زمانہ میں ''غالب'' کے شوقین رہے...... شوقین کا لفظ اس لئے کہ مدّاح اور پرستار کے الفاظ مناسب نہیں...... پھر وہ رومی و اقبال کے کلام کی طرف متوجہ ہوئے...... جب دل میں عشق کی صلاحیت ہو تو شعر و ادب کا ذوق آ ہی جاتا ہے...... انہوں نے اپنی اس کتاب میں بھی کئی بامعنیٰ اشعار سجائے ہیں...... مگر محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس بارے میں اپنے قلم کو جبراً لگام لگائی ہے...... کیوں کہ وہ اپنی تحریر کو ''نورِ قرآن'' سے ''منور'' رکھنا چاہتے تھے...... اور ماشاء اللہ اس میں وہ کامیاب رہے...... انہوں نے اپنی یہ پوری کتاب ''قرآن مجید'' کی روشنی میں لکھی ہے...... ایسا لگتا ہے کہ جیل کی پُر مشقت اور باخلوت زندگی میں قرآن مجید کا الہامی علم اُن پر چمکا...... اس لئے وہ اس کتاب میں مسلمانوں کو قرآن پاک کی طرف لوٹنے کی بار بار تاکیدی دعوت دیتے ہیں، وہ درد کے ساتھ نوجوانوں کو پکارتے ہیں کہ...... قرآن پاک کو اچھی طرح سمجھ لو، تمہیں ہر راز سمجھ میں آجائے گا...... وہ قرآن پاک کے علم کو ہی وہ ''تعلیم'' قرار دیتے ہیں...... جس ''تعلیم'' میں مسلمانوں کی ترقی ہے...... پھر وہ قرآن پاک کو سمجھنے کے طریقے بھی ساتھ ساتھ بتاتے چلے جاتے ہیں

اللہ کرے! افضل میاں کا یہ ''درد''، ''دواء'' بن جائے اور مسلمان قرآن پاک کو سمجھنے، اپنانے اور

اس سے روشنی لینے کی طرف متوجہ ہو جائیں......

☆......☆......☆

ابھی جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ......

تعارف کے بعد...... ایک باب ''مجموعۃ العطور'' کے عنوان سے ہے...... اس میں آپ مصنف کے مختصر حالات زندگی...... اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرنے والی چند نظمیں اور چند تحریریں پڑھ سکیں گے...... یہ باب دراصل ''مصنف'' کے ساتھ ''قاری'' کے تعلق کو مضبوط بنانے کے لئے قائم کیا گیا ہے...... کتاب پڑھنے والا شخص اگر ''مصنف'' سے قلبی محبت اور عقیدت رکھتا ہو تو وہ اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر لیتا ہے...... اور الفاظ کے اندر چھپے ہوئے جواہر تک پہنچ جاتا ہے...... کہتے ہیں کہ جس شاگرد کو اپنے استاذ سے سچی قلبی محبت ہو وہ استاذ سے صرف سبق ہی نہیں سیکھتا بلکہ استاذ کے دل میں رکھے ہوئے علوم بھی حاصل کر لیتا ہے...... بھائی محمد افضل گورو شہیدؒ ویسے ہی ''محبوبیت'' کے مقام پر فائز ہیں...... تمام اہلِ اسلام اُن سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں...... اُن کے ساتھ قارئین کی محبت اور عقیدت کو مزید مستحکم کرنے کے لئے کتاب کے آغاز میں...... یہ چند نظمیں اور تحریریں شامل کی گئی ہیں......

اس کے بعد اگلا باب ''پیغاماتِ افضل'' کے عنوان سے ہے...... اس میں ''افضل شہیدؒ'' کی آخری تحریر...... کتاب کے لئے لکھا گیا اُن کا انتساب...... اور اُن کا ایک اہم خط شامل ہے...... یعنی اس باب میں جو کچھ ہے وہ سب مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے...... اور پھر اصل کتاب شروع ہو جاتی ہے...... آئینہ، بہت روشن آئینہ......

☆......☆......☆

یہ کتاب تہاڑ جیل کے ''پھانسی گھاٹ'' میں لکھی گئی...... جیل خود سخت مقام اور پھر جیل کا سب سے سخت مقام...... سزائے موت کا وارڈ...... مگر آپ حیران ہوں گے کہ اس میں جیل کی سختیوں کا کوئی تذکرہ نہیں...... بس ایک جگہ صرف اتنا سا جملہ کہ مجھے جیل میں دس سال بیت چکے ہیں...... نہ تشدد کی داستان اور نہ اذیت رسانی کے قصے نہ اپنی رہائی کی للچاتی ہوئی امنگ...... اور نہ کوئی حرف

شکایت......اگر افضل شہیدؒ یہ سب کچھ بھی لکھ ڈالتے تو کوئی بری بات نہیں تھی، دشمنانِ اسلام کے مظالم کو اجاگر کرنا بھی نیکی کا کام ہے، لیکن اس کتاب میں جو آئینہ کام کر رہا ہے وہ بالکل الگ قسم ہے، قدرت نے مصنف کے دل کو روشنی عطاء فرمائی......ایسی روشنی جس میں وہ اپنی ذات کو بھول گئے اور اس فکر میں سرمست ہو گئے کہ......مسلمانوں کو ایمان اور جہاد کا راستہ کس طرح سے دکھایا جائے، کشمیر کی تحریک کو کامیابی کا روڈ میپ کیسے دیا جائے، اور اپنے شہداء ساتھیوں سے وفا کیسے نبھائی جائے۔

بس انہیں بلند مقاصد میں وہ ایسے محو ہوئے کہ انہیں......یاد ہی نہ رہا کہ وہ جیل میں ہیں یا کسی اور جگہ......وہ اپنی دھن میں یہ سنہری کتاب لکھتے چلے گئے......بے شک ایسے گھٹن بھرے ماحول میں ایسی بامقصد کتاب ایک ایسا سچا مومن ہی لکھ سکتا ہے، جس کا ایمان پختہ، عزائم فولادی، منزل اونچی اور نگاہ بہت بلند ہو......اے مسلمانو! اس کتاب کی قدر کرو، اسے دل کی آنکھوں سے پڑھو، سمجھو، اپناؤ اور پھر خوب پھیلاؤ......

☆......☆......☆

ایک بڑی اہم بات قابل غور ہے......دشمن کی جیلوں میں جتنے بھی قیدی بند ہوتے ہیں......انکی اکثریت کے نزدیک سب سے بڑی فکر ''اپنی رہائی'' کی ہوتی ہے......یہ قیدی بس ''رہائی'' کی فکر میں جیتا اور مرتا ہے......اور بعض افراد تو اسکی خاطر حرام اور ناجائز سے بھی پرہیز نہیں کرتے......بعض کو دیکھا گیا، جیسے حکومت کا کوئی بڑا اہلکار جیل کے دورے پر آیا تو اس کے قدموں میں گر گئے......اور بعض اس کے پیچھے رحم کی درخواستیں لیکر دوڑتے رہے......قید سے رہائی کی خاطر کئی افراد نے جیل میں داڑھیاں منڈوالیں، انگریزی لباس اختیار کر لیا، عبادات چھوڑ دیں، حتی کہ فرض نماز بھی پڑھنی ہوتی تو چھپ چھپا کر پڑھتے تاکہ......انہیں شدت پسند اور مجاہد نہیں بلکہ لبرل، سیکولر سمجھا جائے اور کسی طرح ''رہائی'' مل جائے، یہ حضرات کہتے تھے کہ رہا ہونے کے بعد ہم دوبارہ سب کچھ ٹھیک کر لیں گے، فی الحال ظالموں سے رہائی اور نجات ضروری ہے......ان کا یہ عمل درست ہے یا غلط؟؟......ہمارا آج یہ موضوع نہیں ہے......ایسے معاملات میں ''نیت'' کا

بڑا دخل ہوتا ہے اور ''نیت'' دل میں اتنے گہرے مقام پر بستی ہے کہ کوئی دوسرا اسے دیکھ نہیں سکتا......لیکن رہائی کو ہی اپنا مقصود بنا لینا اور اسے ہی کامیابی سمجھ لینا...... یہ کوئی مناسب سوچ یا رویہ نہیں......

موت کسی بھی وقت آسکتی ہے......مومن کو ہر وقت وہ کام کرنا چاہیئے جو دین اسلام نے اس کے ذمہ لگایا ہے......ہمیں بھائی محمد افضل گورو کی یہ کتاب دیکھ کر بالکل واضح اندازہ ہوتا ہے کہ...... انہوں نے ''رہائی'' کی جگہ ''شہادت'' کو اپنی سب سے پسندیدہ، اور اہم فکر بنایا ہوا تھا......اور اس کتاب کو لکھنے کا ایک مقصد اپنی شہادت، کی منزل کو قریب کرنا بھی ہو سکتا ہے......افضل شہیدؒ کے مقدمہ کی جو صورتحال تھی اس میں دونوں امکانات موجود تھے......سزائے موت یا رہائی...... انڈیا نے پارلیمنٹ حملے میں جو خفت، ذلت اور ہزیمت اٹھائی تھی اس پر وہ زخمی سانپ کی طرح پھنکار رہا تھا اور اُس کے پاس اپنے دل کی آگ بجھانے کا صرف ایک راستہ تھا کہ...... بھائی افضل کو شہید کر دے......لیکن دوسری طرف مجاہدین کا خوف، کشمیر میں تحریک کے گرم ہونے کا خطرہ اور کئی سیاسی مسائل ایسے تھے کہ انڈیا سزائے موت پر عمل سے گھبرا رہا تھا...... یوں بطور ایک قیدی...... افضل شہیدؒ کے سامنے رہائی کی امید بھی روشن تھی......مگر انہوں نے اپنے خالص جہادی نظریات کو ایک کتاب کی صورت میں لکھ دیا اور انکی خواہش تھی کہ یہ کتاب جلد از جلد شائع ہو......اور خود اُن کے اصل نام سے چھاپی جائے......انہوں نے اس کتاب میں کشمیر کے تمام مسلمانوں کو عسکری جہاد کی کھلم کھلا دعوت دی......اور غازی بابا شہیدؒ اور دیگر مجاہدین کے ساتھ اپنے تعلقات اور عقیدت کا برملا اظہار کیا...... گویا کہ انہوں نے انڈیا کو اپنے خلاف تمام ثبوت اپنے قلم سے لکھ کر دکھانے کا فیصلہ کیا......اس سے یہی سمجھ آتا ہے کہ وہ ایمان اور جہاد پر اپنی جان نچھاور کرنا چاہتے تھے، وہ اپنا لہو پیش کر کے قوم کو جگانا چاہتے تھے......وہ اپنی زندگی ایک اعلیٰ مقصد پر قربان کرنا چاہتے تھے...... چنانچہ ان کا یہ کتاب لکھنا بھی...... ایک طرح کی جہادی کارروائی تھی......اے مسلمانو! بھائی محمد افضل شہیدؒ نے اپنی جان پر کھیل کر یہ کتاب آپ کے لئے لکھی ہے......امید ہے کہ آپ سب مسلمان اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے......افضل

شہیدؒ نے یہ کتاب اپنی شہادت سے تین سال پہلے لکھ لی اور پھر وہ اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح یہ کتاب...... باہران کے رفقاء تک پہنچ جائے اور شائع ہو کر وادی کے نوجوانوں کی رہنمائی کرے......انکی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ان کا ایک خط ملا تھا......اس میں اس کتاب کا تذکرہ تھا، اور تقریظ لکھ کر جلد چھاپنے کی فرمائش تھی......ہم نے کتاب کی تلاش شروع کی مگر، کہیں بھی کوئی سراغ نہ ملا......اسی دوران بھائی محمد افضل کے شہید ہونے کی روح فرسا خبر آ گئی......انکی شہادت کے بعد کتاب کی دوبارہ تلاش شروع کی گئی تو من جانب اللہ ایسے اسباب جڑتے گئے، کہ کتاب ہمارے پاس آ پہنچی...... یہ سب کچھ کیا ہے؟......حالانکہ انکی شہادت کے بعد حالات پہلے سے زیادہ سخت ہو گئے تھے......ممکن ہے کوئی بیمار ذہن اس میں سازش کی بو سونگھے......مگر ہمیں اس پورے معاملہ میں ''کرامت'' کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے......

افضل شہیدؒ نے اس کتاب میں بار بار لکھا ہے کہ......دعوت وہی مؤثر ہوتی ہے جس کے پیچھے عمل اور قربانی ہو...... چنانچہ امت کے سامنے افضل کا ''عمل'' پہلے پہنچا اور ''دعوت'' بعد میں پہنچی...... سچائی کی دلیل پہلے آ گئی اور اب ''سچ'' منظر عام پر آ رہا ہے......شہادت کی خبر پہلے پہنچی اور شوق شہادت کا اظہار......اب پہنچ رہا ہے......آپ اندازہ لگائیں کہ...... یہ کتاب اب کتنی معتبر ہو چکی ہے کہ اس پر جس شخص نے سب سے پہلے عمل کیا وہ خود اس کتاب کا مصنف ہے......کوئی شخص جیل میں ہو اور کتاب لکھے......ممکن ہے دشمن اس تشدد کے ذریعہ زبردستی اُس سے ''تردید'' لکھوا دے...... یا اس کے رابطے کاٹ کر اسکی طرف سے نقلی تردید میڈیا پر چلا دے......لیکن جب مصنف شہید ہو گیا تو اسکی دعوت انمٹ اور مستحکم ہو گئی......آج الحمد للہ یہ کتاب ہمارے پاس ہے اور یہ ہم سب کے نزدیک پہلے سے زیادہ محبوب اور معتبر ہے......اور انشاء اللہ یہ کتاب پوری دنیا میں پھیلے گی......اس کے کئی زبانوں میں ترجمے ہوں گے......اور اس کتاب کی دعوت پر......ان شاء اللہ......مجاہدین کے لشکر تیار ہوں گے......

☆......☆......☆

پارلیمنٹ پر حملہ انڈیا کے دل اور چہرے پر ''ذلت'' کا وہ داغ ہے جو وہ کبھی بھی نہیں مٹا پائے

گا......اس داغ کو مٹانے کے لئے وہ جو بھی اوچھے ہتھکنڈے آزما رہا ہے وہ سب الٹے پڑ رہے ہیں......انڈیا نے بھائی محمد افضل گورو کو انکی زندگی ہی میں بدنام کرنے کی ایک بڑی خطرناک اور مہنگی مہم چھیڑی...... وہ چاہتا تھا کہ بھائی افضل کو پوری طرح ’’بے وقعت‘‘ اور ’’بے نام‘‘ کر دے......تاکہ اگر انہیں پھانسی دینی پڑے تو کسی طرح کا کوئی ردعمل مسلمانوں کی طرف سے نہ ہو......اور اگر زندہ رکھنا پڑے تو ہندو عوام کو مطمئن کرنا آسان رہے...... چنانچہ بڑی مہنگی فلمیں ڈاکومنٹریاں اور ڈرامے بنا کر دنیا بھر میں پھیلائے گے......اور دیش بھگتی کے اس کام پر بڑے فنکاروں اور سرمایہ داروں نے مل کر کام کیا......ان تمام فلموں میں افضل گورو کو کرائے بھاڑے پر کام کرنے والا ایک تمباکو نوش بے روزگار نوجوان دکھایا گیا...... بہت تھوڑے پیسوں کی خاطر کام کرنے والا مجاہدین کا ایک پیادہ......اور بس...... افضل شہیدؒ انڈیا کی ان کوششوں سے واقف تھے......انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر اپنے روشن نظریات کو اس کتاب کی صورت میں مسلمانوں کے لئے محفوظ کر لیا......انہوں نے اس فانی دنیا کو چھوڑنے سے پہلے اپنے شعوری ایمان اور اپنے شعوری اور مثالی جہاد کی کرنیں ایک آئینہ میں جمع کر لیں......اور خود ان کے دل کا اخلاص انکی شہادت کے ساتھ ایسا چمکا اور مہکا کہ......زمین تا آسمان خوشبو اور روشنی پھیل گئی...... انڈیا کی تمام تر کوششیں ناکام ہوئیں......اور ’’افضل‘‘ کی شہادت کے بعد دنیا بھر میں جو ردعمل سامنے آیا اُس سے بھارتی چانکیہ وادوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے......اور اب جبکہ اس کتاب کے انوارات بھی ہر طرف پھیلیں گے تو ساری دنیا دیکھ لے گی کہ کفر و شرک اور اسکی تدبیروں کو اللہ تعالیٰ کیسے کمزور فرماتا ہے......ذٰلِکُمۡ وَاَنَّ اللّٰہَ مُوۡہِنُ کَیۡدِالۡکٰفِرِیۡنَ (الانفال:۱۸)

☆......☆......☆

اس کتاب میں آپ کو بعض جملے کئی بار تکرار کے ساتھ ملیں گے مثلاً

’’جان خون میں نہیں ایمان میں ہے‘‘

اور یہ جملہ

’’جینا ضروری نہیں جینے کا مقصد ضروری ہے‘‘

یہ وہ جملے ہیں جو مصنف کے دل ودماغ میں اترے ہوئے تھے...... اور یہی جملے ان کا ''حال'' تھے...... لفاظی نہیں ''حال''...... اس کتاب کا اصل موضوع ایمان اور جہاد ہے...... دعوت یہ کہ ہر مسلمان شعوری طور پر سچا مومن بن جائے...... اور ہر مومن ''مجاہد'' بن جائے...... پھر وہ ان دونوں پر دلائل بھی دیتے ہیں اور طریقہ بھی سکھاتے ہیں...... اہل عزیمت کے لئے چوٹیوں کا راستہ اور کمزوروں کے لئے آسان نصاب بھی دکھاتے ہیں...... مصنفؒ نے اپنی کتاب کی تیاری میں بعض مسلمان مصنفین کی عبارتوں سے بھی استفادہ کیا ہے...... لیکن ایمان اور جہاد کے تعلق اور جہاد کے مفہوم اور نظام کو جس مہارت سے سمجھا اور سمجھایا ہے وہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور علم حقیقی کا الہام معلوم ہوتا ہے...... اب یہاں ایک اہم بات پر غور کریں...... ہماری جماعت الحمد للہ گزشتہ چودہ سال سے جن نظریات کی دعوت دے رہی ہے، جو مہمات چلا رہی ہے اور جس طرز کو نباہ رہی ہے...... آپ کو افضل شہیدؒ کی کتاب میں بعینہ وہی نظریہ، وہی فکر اور وہی طرز نظر آئے گی...... حالانکہ وہ تیرہ سال سے ایک کال کوٹھڑی میں...... جماعت اور جماعت کے کاموں سے بہت دور تنہائی میں بیٹھے تھے...... ایسے حالات میں دونوں طرف ایک ہی سوچ، ایک ہی نظریہ اور ایک ہی روشنی کا چمکنا...... یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے...... جماعت کے دیرینہ کارکن جب اس کتاب کو پڑھیں گے تو انشاء اللہ انہیں فائدہ تو بہت ہوگا مگر انہیں کسی بات سے ''اجنبیت'' کی بو نہیں آئے گی...... بے شک حق یک رنگ ہوتا ہے

والحمدللہ رب العالمین

☆......☆......☆

جیل کے پھانسی گھاٹ میں سوائے ''مایوسی'' کے اور کیا ہوتا ہے؟ مگر ''افضل'' پر اللہ تعالیٰ کا ''فضل''، دیکھیں کہ وہ اس تاریک کوٹھڑی میں دس سال گذارنے کے بعد قلم اٹھاتا ہے تو امید کا پیغام لکھ ڈالتا ہے وہ سمجھ چکا ہے کہ کامیابی اسلام میں ہے اور اسلام کا مستقبل روشن ہے...... وہ سمجھ چکا ہے کہ جہاد اور شہادت کے اثرات ونتائج دیر سے ہی سہی مگر ''ظاہر'' ضرور ہوتے ہیں...... وہ ان افراد کو مردہ سمجھتا ہے جو مایوسی میں گھر چکے ہیں اور غلامی کے

خوگر ہو چکے ہیں ...... وہ انکو چھوڑ کر شہداء کرام کی ارواح سے باتیں کرتا ہے اور ان کی روحانی زندگی سے امید کے چراغ روشن کرتا ہے...... وہ آفاق شہیدؒ کو بار بار امت کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ کفر کی بے پناہ طاقت کا توڑ یہ ہے...... جی ہاں آفاق جیسا فدائی جہاد ...... آفاق شہید کا کردار افضل کے نزدیک جہاد کے ایک مضبوط نظام کا استعارہ ہے...... وہ غازی بابا شہیدؒ کو امت کے سامنے پیش کر کے ہجرت، جہاد، عسکریت، غیرت ...... اور مسلسل محنت کی مثال بناتا ہے...... اور امارت اسلامی افغانستان کو اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی حجت اور دلیل قرار دیتا ہے...... وہ کشمیر میں جہاد کے علاوہ اٹھنے والے ہر نعرے کی مدلل نفی کرتا ہے...... وہ سیاسی حل ہو یا نیم خودمختاری، عدم تشدد کا دلفریب گمراہ کن نعرہ ہو...... یا مذاکرات کے ہتھکنڈے...... افضل کے نزدیک یہ سب کچھ غلامی کی سیاہ رات کو لمبا کرنے کے پھندے ہیں...... افضل شہیدؒ کے دل پر دو جذبے جنون کی طرح سوار ہیں...... پہلا یہ کہ اپنی قوم کو ایمان خالص کی طرف بلائے...... اور دوسرا یہ کہ قوم کو غلامی سے نفرت دلا کر آزادی کی طرف دعوت دے اور آزادی کا ایک پورا نصاب سمجھا دے...... وہ جہاد کو محدود نہیں کرتا بلکہ تیاری، معاونت، دعوت اور پھر عسکریت میں حصہ لینے والوں کے کام تقسیم کرتا ہے...... اور جہاد کو ایک مکمل نظام کے طور پر پیش کرتا ہے...... اور یوں جہادی کام کا دائرہ...... محاذ پر لڑنے سے لیکر مجاہدین کے گھروں کی دیکھ بھال تک وسیع اور منظّم ہو جاتا ہے...... وہ جہاد کو ہر طرح کے حرام مال، حرام کام اور حرام نیتوں سے پاک کرنے کی آواز اٹھاتا ہے...... بے شک ایسا جہاد ہی جہاد فی سبیل اللہ کہلاتا ہے...... وہ ان لوگوں کا فتنہ توڑنا ہے جو جلد نتائج کے حریص ہوتے ہیں اور نتیجہ فوری نظر نہ آئے تو مایوسی پھیلانے لگتے ہیں ...... وہ انہیں سمجھاتا ہے کہ جہاد خود کامیابی ہے، شہادت خود کامیابی ہے...... اور نتائج تدریجاً ظاہر ہوتے ہیں نہ کہ فوراً ...... وہ امت میں گمراہی اور تفریق پھیلانے والے فتنوں سے چومکھی لڑائی لڑتا ہے...... ایک طرف روحانیت کے منکرین کو انکی غلط روش پر تنبیہ کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ روحانی طاقت کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا تو دوسری

طرف حرمت، تقدس اور روحانیت کی نقلی چادریں اوڑھ کر امت کو غلامی کا نشہ پلانے والوں کے مورچوں پر نقب لگاتا ہے......اور اُن کے کام اور مقام کو اُس مسجد ضرار سے لا جوڑتا ہے......جس کا نام ''مسجد'' مگر کام ''کفر کی اعانت'' تھا...... وہ ایسے مندروں کو ڈھا دینے کی دعوت دیتا ہے...... وہ فروعی مسائل میں امت کو الجھا کر ان میں لا مذہبیت پیدا کرنے کو خطرناک قرار دیتا ہے...... اور قوم سے عموما اور مجاہدین سے خصوصاً بار بار درخواست کرتا ہے کہ وہ ''اہل علم'' کے ساتھ جڑے رہیں......وہ قوم میں زہر کی طرح پھیلتے ہوئے ''فتنہ فحاشیت'' کو نہایت حیاء کے ساتھ بیان کر کے امت کے نوجوانوں کو فحاشی اور بے حیائی کے گڑھے میں گرنے سے روکتا ہے......وہ دور حاضر کی ترقی اور تعلیم کی حقیقت کو کھول کر بیان کرتا ہے اور اُس کا بہت عمدہ موازنہ عصر ماضی کی جاہلیت سے کرتا ہے......وہ قول کے ساتھ عمل کو جوڑنے، دعوت کے ساتھ قربانی کو ملانے......اور عمل کے ساتھ اخلاص اور ارادے کو جوڑنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے...... وہ مسلمانوں میں دو طرح کی طاقت دیکھنے کا آرزومند ہے......ایک روحانی طاقت اور دوسری عسکری طاقت......بس یہی اسکی فکر ہے......اللہ تعالیٰ نے خود اسے ان دونوں طاقتوں کا مزہ جام بھر بھر کے چکھایا اب وہ اس کی مستی میں سرشار ہو کر...... پوری قوم کو اس لذت کی طرف جھومتے ہوئے بلاتا ہے......اور بلاتے بلاتے خود تختہ دار پر جھوم جاتا ہے......

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جانبازاں
بصد سامان رسوائی سر بازار می رقصم
منم عثمان ہارونی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت میکند خلقی و من بر دار می رقصم

☆......☆......☆

ایک خاص بات جو اس کتاب میں نظر آ رہی ہے...... وہ ہے سکون اور سکینہ...... کتاب پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ایک پرسکون انسان، کسی پرسکون ماحول میں، اپنی آنکھوں

سے کچھ دیکھ رہا ہے، اور پھر اسے نہایت سکون سے کاغذ پر منتقل کر رہا ہے......سکینہ دراصل ایک خاص نعمت ہے جو خوفناک محاصرے والی غاروں ......موت اور بھگدڑ اڑاتی جنگوں اور مایوسی کے سیلابوں سے نبرد آزما فقیروں پر نازل ہوتی ہے......سکینہ ہی وہ کیفیت ہے جس سے مایوسی توڑنے والی یہ صدا ابھرتی ہے

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:۴۰)

قرآن پاک میں چھ مقامات پر ''سکینہ'' کا تذکرہ ہے، اُن مقامات کو ایک نظر دیکھ لیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ......مشرکوں کے نرغے کے درمیان اُن کے پھانسی گھاٹ میں...... ایک شخص کس طرح سے جہادی اذان بلند کر رہا ہے......اور بے بسی کے عالم میں کس یقین کے ساتھ ایمان اور جہاد کی قوت کو بیان کر رہا ہے......اور مسلمانوں کو نہایت سکون کے ساتھ امید اور کامیابی کا پیغام سنا رہا ہے...... یقیناً خوش نصیب مسلمان ضرور اس پیغام سے فائدہ اٹھائیں گے......

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرا کثیرا

لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ

محمد مسعود ازہر

محرم ۱۴۳۵ھ

دسمبر ۲۰۱۳ء

www.rangonoor.com

مجموعة العطور

مصنفِ کتاب جناب محمد افضل گوروشہیدؒ کو خراجِ تحسین پیش کرتی چند نظمیں، کچھ تحریریں

کوئی حد ہی نہیں شاید مُحبّت کے فسانے کی
سناتا جا رہا ہے جس کو جتنا یاد ہوتا ہے

www.rangnoor.com

مختصر سوانحی خاکہ

نام......محمد افضل گورو

ولدیت......حبیب اللہ گورو

پیدائش......20 نومبر 1969ء

مقام پیدائش......جاگیر دوآب گاہ، سوپور، مقبوضہ کشمیر

تعلیم......ایم، بی، بی، ایس

تحریک آزادیٔ کشمیر سے وابستگی...... 80ء کی دہائی کے اواخر میں ''جموں کشمیر لبریشن فرنٹ'' سے وابستہ ہوئے لیکن خالص قومی اور لسانی بنیاد کی تحریک سے دل مطمئن نہ ہونے پر جدا ہو گئے۔

تحریک جہاد میں شمولیت...... 1998ء میں غازی بابا شہیدؒ سے ملاقات کے بعد کل وقتی طور پر جہاد سے وابستہ ہوئے اور تا دم آخر رہے۔

جہادی ذمہ داری......کئی سالوں تک مجاہدین کے اَنڈر گراؤنڈ نیٹ ورک کے ذمہ دار رہے اور کشمیر سے ہندوستان تک آمد و رفت کے تمام ذرائع کنٹرول کیے اور بڑی بڑی کارروائیوں کے لیے میدان مہیا کیا۔

اَسارت...... 13 دسمبر 2001ء ہندوستانی پارلیمنٹ پر مجاہدین کے حملے کے اگلے دن گرفتار کیے گئے، ان پر اس کارروائی کی تمام تر تیاری کا الزام لگایا گیا اور ناکافی ثبوتوں کے باوجود سزائے موت سنائی گئی۔

شہادت......9 فروری 2013ء کو دہلی کی تہاڑ جیل میں بوقت صبح پھانسی دی گئی۔

مزار......تہاڑ جیل نمبر 2، دہلی

www.fangcor.com

''اترا ہے کون سرخرو اب پھر صلیب سے''

محترم افضل گورو شہیدؒ

یہ عشق و اضطراب اور یہ جاں سپاریاں
اہل ہوس کو لگتے ہیں قصے عجیب سے

خوشبو سے اور رنگ سے زاغ و زغن کو کیا!
گل کا مقام پوچھئے تو عندلیب سے

یہ کون سج گیا ہے پھر بام عروج پر
اترا ہے کون سرخرو اب پھر صلیب سے

دار و رسن کی رفعتیں سب کے لئے کہاں!
جس کو بھی یہ ملی ہیں، ملی ہیں نصیب سے

افضل ہوا ہے فخرِ شہیداں باوفا
حسنِ ازل کو دیکھا ہے اس قریب سے

ہوتا نہ بے قرار کیوں دیدار کے لئے
آیا پیامِ دید تھا کوئے حبیب سے

تحریک حریت کو نئی بجلیاں ملیں
لے گی وہ انتقام یہ کہہ دو رقیب سے

آغاز ہو رہا ہے یہ غزواتِ ہند کا
انوؔر عیاں ہے تازہ سحر کے نقیب سے

انور جمیل

www.rangenoor.com

’’شہید ہو کے بھی مرتا ہوں میں شہادت پر‘‘

’’روح شہید کی للکار‘‘

سرِ میداں مرا جب حوصلہ جواں نکلا
عدو حیران تھا میں کتنا سخت جاں نکلا

ہیں ذلتیں مقتل میں بھی ستمگر کو
میں جبکہ دار پہ بھی حق کا ترجماں نکلا

مرے ایمان اور غیرت پہ بھی رہی یورش
میں ہر اک موڑ پہ عظمت کی داستاں نکلا

زمانہ جانتا ہے میں ہوں کس قبیلے سے
کہ جس کا ہر جواں جرأت کا آسماں نکلا

مری سپاہ سے نکلے تھے چار دیوانے
مقابل ان کے مگر کفر کا جہاں نکلا

مری اس قوم پر جب کوئی ابتلا آئی
مرا ہر نوجواں ملت کا پاسباں نکلا

فلک کی آنکھ نے ہر بار اشک سے دیکھا
ہر امتحان سے میں جب بھی کامراں نکلا

شہید ہو کے بھی مرتا ہوں میں شہادت پر
تھا انورؔ دل میں جو ارماں ابھی کہاں نکلا!

انور جمیل

سلام افضل

بصد تعظیم تیری سرفروشی کو سلام افضل!
کیا تم نے ہے اپنی قوم کا اونچا مقام افضل!
لکھا عنوان جو تم نے ستون دار پہ چڑھ کر
ہجوم دم بخود پڑھ لے گا وہ تیرا پیام افضل!
دیارِ غیر کی تم خاک میں آسودہ ہو لیکن
ادھر ہر لب پہ تیرا ذکر ہے، تیرا ہی نام افضل!
وہ ایوانِ عدالت ہو یا پھر قصر صدارت ہو
دکھایا تم نے بھارت کی خجالت کا دوام افضل!

(ڈاکٹر شریعتی سری نگر)

www.rangonoor.com

خراج تحسین

افضل گوروشہیدؒ کی یاد میں ''القلم'' میں شائع ہونے والے چند مضامین

www.rangonoor.com

محمد افضل گوروشہیدؒ!

مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ، بھائی محمد افضل گوروؒ کی شہادت قبول فرمائے اور اُن کے قاتلوں کو عبرتناک سزا عطاء فرمائے......آمین......

آج کچھ ٹوٹی پھوٹی، بکھری بکھری بے ربط سی باتیں ہیں......

دل غمزدہ کیوں؟

بھائی محمد افضل گورو کی شہادت پر دل غمزدہ ہے......اُن کے ساتھ ہمارے بہت سے رشتے تھے...... اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارا بھائی بنایا......اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورۃ الحجرات:۱۰)......حضرت آقا مدنی ﷺ نے انہیں ہمارے جسم کا حصہ فرمایا......المسلمون کجسد واحد......جماعت کی نسبت سے ہم اور وہ ایک روحانی لشکر کا حصہ تھے......الارواح جنود مجنّدۃ ......وہ مجاہد تھے، اسیر ہند تھے، مظلوم تھے، بہادر تھے......وہ ''لا الہ الا اللہ'' کی اذان دینے والے اور ''محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرنے والے تھے......وہ ہم سے تھے، ہم اُن سے تھے......ایک کلمہ، ایک عقیدہ، ایک قبلہ، ایک روح، ایک جسم......بتوں کے پجاریوں نے ان کی گردن میں پھندا ڈالا، اُن کو تو نہ درد ہوا اور نہ تکلیف......وہ پھندا اُن کے لئے حور کا حسین بازو تھا جو ناز کے ساتھ گلے سے لپٹ جائے......مگر اس پھندے کا درد ہماری گردن سے نہیں جا رہا، اس کی جلن ہمارے سینے سے جدا نہیں ہو رہی......معلوم نہیں یہ درد کب تک...... یہ درد کب تک؟......ارے افضل میاں! اپنی کچھ مٹھاس اِدھر بھی......

انڈیا مشرک

شرک سب سے بڑا جرم، سب سے بڑا گناہ، سب سے بڑی گندگی اور سب سے بڑی بدبو ہے...... افسوس کہ مسلمانوں کی غفلت سے ''اسلامی ہند'' مشرکوں کے قبضے میں چلا گیا اور وہ ''بھارت'' بن گیا، انڈیا بن گیا...... یہ جھوٹ ہے کہ انڈیا سیکولر ملک ہے، نہیں! وہ مشرک ملک ہے......راجیو گاندھی کے

قاتل ہندو تھے......سالہا سال بیت گئے انہیں ابھی تک پھانسی نہ ہوسکی......حالانکہ تمام قانونی تقاضے پورے ہیں...... بھارتی پنجاب کے وزیراعلیٰ ''بے انت سنگھ'' کے قاتل کو پھانسی نہ ہوسکی......مگر ہمارا بھائی محمد افضل پھانسی پا گیا...... ہندوستان کی زمین مظلوم مسلمانوں کی لاشوں سے پھٹنے کو ہے......کبھی مُسلم کُش فسادات ،کبھی جلتی ہوئی ریل گاڑیاں......کبھی سولیاں ،کبھی پھانسیاں......ایک ہزار سال تک ہمارے غلام رہنے والے مشرکوں کو چار دن کی حکومت ملی تو انہوں نے......اہل توحید کا جینا دوبھر کر دیا......ہمیں مشرکوں سے کوئی شکوہ نہیں، اُن کو یہی کرنا تھا جو وہ کر رہے ہیں......ان کی تاریخ قرآن مجید میں موجود ہے،ان کی فطرت کا بیان اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے......وہ نہ دل رکھتے ہیں نہ دماغ......بس ظلم ،کمینگی ،گندگی اور موقع پرستی......وہ کمزور ہوں تو پُر امن اور طاقتور ہوں تو درندے......شکوہ مسلمانوں سے ہے کہ انھوں نے مشرکوں کے ساتھ وہ نہیں کیا جو انہیں کرنا چاہئے......اسی لئے مظلوم لاشیں لٹک رہی ہیں،اور تندروں میں جلتے بچے اللہ، اللہ پکارتے دم توڑ رہے ہیں......مسلمانو!اب تو اپنی حالت پر رحم کرو......دیکھو!رب تعالیٰ فرما رہے ہیں......

ان تمام مشرکوں سے اسی طرح لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑ رہے ہیں......او! پیارے بھائی افضل تم لڑتے لڑتے کٹ گئے......یاد رکھنا تمہاری قبر کی طرف فدائیوں کے دستے ضرور پیش قدمی کریں گے......ہاں! کوئی نہیں روک سکے گا،کوئی نہیں......

انڈیا نجس، ناپاک

جو کچھ اللہ تعالیٰ فرما دے وہی حق ہے، وہی سچ ہے......جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ''گالی'' کہے وہ بے عقل ہے......انڈیا مشرک ہے اور میرے رب نے فرما دیا ہے کہ......مشرک نجس ہیں......اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (سورۃ التوبہ:۲۸)......ناپاک غلاظت کو دھو کر ختم نہ کیا جائے تو گندگی پھیل جاتی ہے......آج یہ گندگی دور دور تک پھیل گئی ہے......انڈین نجاست کی گندی بو نے ہزاروں لاکھوں لوگوں کو ایمان کی خوشبو سے محروم کر رکھا ہے......انڈین فحاشی بھی نجاست ،انڈین فلمیں بھی نجاست......انڈین طاقت بھی نجاست......انڈین گانے بھی نجاست......جو شخص ان کی ایک فلم دیکھ لے اُس کا دل اور دماغ غلیظ اور ناپاک گندگی سے بھر جاتا ہے......وہ گندگی جو کتے کے پیٹ سے نکلتی ہے......مسلمانوں کو (نعوذ

باللہ......فلموں کا چسکا پڑ گیا ہے تو مشرکوں نے فلموں کے ذریعہ کفر اور شرک کو پھیلانا شروع کر دیا ہے...... محمد افضل گورو شہیدؒ ایک زبردست نظریاتی مجاہد تھے...... انڈیا نے اپنی فلموں کے ذریعہ پہلے اُن کے چہرے کو بگاڑا......خوبصورت افضل کا کردار مکروہ شکل کے مشرکوں نے ادا کیا......اور افضل کو ایک لالچی انسان دکھایا......ایسا نوجوان جو پیسے کے لئے بہک گیا......او ظالمو! اگر ایسا ہوتا تو تم اسے پھانسی کیوں دیتے؟...... وہ تو اپنے ایمان، اپنے نظریہ اور اپنی عزیمت کی وجہ سے تمہارے گلے کی پھانس تھا...... ہاں تم چونکہ خود مال اور پیٹ کے پجاری ہو...... مال کی خاطر اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو اکبر بادشاہ اور دوسرے بادشاہوں کے محلّات میں بٹھا آتے تھے......ساری دنیا میں مال کی خاطر جسم فروشی کا کاروبار تم سے ہی آباد ہے...... مال کی خاطر تم اپنی ہر چیز بیچ سکتے ہو......اس لئے مال سے آگے تمہارا ذہن کام ہی نہیں کرتا...... محمد افضل گورو شہیدؒ نے مشرکین کے خلاف جہاد کیا......اے مسلمانو! جو بھی مشرکین کے خلاف جہاد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے......وہ اپنے پاک نبی ﷺ کے زخموں کا انتقام لینے والا خوش نصیب بن جاتا ہے...... وہ زمین کو نجاست سے پاک کرنے والا انسانیت کا محسن بن جاتا ہے...... وہ غزوۃ الہند کا سپاہی بن جاتا ہے......اور غزوۃ الہند کے مجاہدین کے لئے جہنم سے نجات ہے...... محمد افضل وہ نہیں تھا جسے انڈین فلموں نے دکھایا......مت دیکھیں وہ فلمیں...... محمد افضل وہ ہے جسے مشرکوں نے پھانسی پر لٹکایا...... محمد افضل وہ ہے جس نے مجھے خط میں لکھا کہ میں نے بھارتی صدر سے رحم کی کبھی اپیل نہیں کی...... میرے بارے میں جتنے بیانات آرہے ہیں سب جھوٹ ہیں، میں تو شہادت کا لمحہ لمحہ گن کر انتظار کر رہا ہوں......

واہ بھائی افضل، آپ کا انتظار تو ختم ہوا......مگر ہم کب تک انتظار کرتے رہیں!

انڈیا بزدل، کمینہ

مشرکوں کو ہماری بدقسمتی نے اتنا بڑا ملک دلوا دیا، مگر دل اُن کا وہی گیدڑ والا بزدل...... ملک بڑا ہو گیا مگر دل بڑا نہ ہو سکا...... کیسے بڑا ہو؟ لاکھوں کی پوجا کرنے والا دل......اپنے مالک وحدہ لاشریک لہ کا باغی اور مجرم دل......شرک کی پیپ سے بھرا ہوا بیمار دل...... انڈین پارلیمنٹ پر حملہ ہوا تو انڈیا کے ہوش و حواس اڑ گئے......حملہ کرنے والے تمام شاہین ان کی قید میں نہ آئے......اپنا کام کر کے پرواز کر گئے......

جب انڈیا کے حواس بحال ہوئے تو اپنی خفت، ذلّت اور شکست کا داغ مٹانے کے لئے کشمیری مسلمانوں کو پکڑ لیا......ایک جھوٹی داستان میڈیا اور فلموں کے ذریعہ عام کی گئی......اور بالآخر ایک کشمیری مسلمان کو شہید کر کے اپنے دل کا بغض اور کینہ نکالا گیا......مگر اس کمینگی کے ساتھ بزدلی بھی کہ......شہید کی میت ورثا کے حوالے نہیں کی گئی کہ تکبیر کے نعروں سے مشرک کی جان جاتی ہے......گھر والوں کی آخری ملاقات بھی نہیں کرائی گئی کہ کہیں خبر عام نہ ہو جائے......بس اچانک ایک رات کے آخری حصے میں ایک بے بس قیدی کو پکڑ کر پھانسی دے دی گئی...... کیا اس وقت دنیا میں اس سے بڑی کمینگی اور بزدلی اور کوئی ہوگی؟؟......مسلمانو! بھائی محمد افضل تمہارے کیا لگتے تھے؟......کیا وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کو ماننے والے نہیں تھے؟......کیا وہ حضرت آقا مدنی ﷺ کی نسبت سے تمہارے بھائی نہیں تھے؟......کیا انہیں اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ نہ ماننے والوں نے قتل نہیں کیا؟...... جواب دو نوجوانو! جواب دو......کیا تم پر اپنے بھائی کے قاتلوں سے بدلہ لینا لازمی نہیں ہے؟......کب تک خون معاف کرتے رہو گے...... معاف کرتے کرتے ہمارا خون پانی سے سستا ہو گیا......او نوجوانو! افضل پوچھ رہا ہے...... ہاں محمد افضل پوچھ رہا ہے......

انڈیا بے غیرت، ذلیل

لوگ کہتے ہیں کہ اگر انڈیا سے جہاد کرو گے تو وہاں رہنے والے مسلمانوں کا کیا بنے گا؟...... بھائیو! ایک بات بتاؤ......کیا انڈیا کے مسلمان کرائے کے مکان میں رہتے ہیں؟......کیا انڈیا واجپائی اور کالے چوہے پرناب مکھر جی کے باپ کی جاگیر ہے؟......کیا انڈیا ایڈوانی اور نریندر مودی کی ملکیت ہے؟......کیا انڈیا کے مسلمان کسی اور ملک سے آ کر وہاں آباد ہوئے ہیں؟......ارے نہیں......انڈیا کے مسلمان انڈیا کے مالک ہیں......وہ اس زمین کے وارث ہیں...... وہ ہزار سال تک پورے ہند کے حکمران رہے...... پھر بداعمالی کی نحوست کہ وہاں غلیظ انگریز آ گئے......انگریز روئے زمین پر مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں......انہوں نے اپنے دور حکومت میں مسلمانوں کو دبایا اور مشرکوں کو اٹھایا اور جاتے جاتے ایسا انتظام کر گئے کہ ...... ہم مسلمان صبح بھی مرتے ہیں اور شام بھی مرتے ہیں...... ہمارا خون پورے برصغیر میں سستا ہو گیا...... انڈیا ہو یا کشمیر، بنگلہ دیش ہو یا پاکستان...... ہمیں کاٹ کاٹ کر کھایا جاتا

ہے......انگریز ہمارے لئے یا پھانسی کے پھندے چھوڑ گیا یا اپنے کتوں کی طرح پالتو نام کے مسلمان جاگیردار اور جدّت پسند حکمران......اب برصغیر میں ہم مسلمانوں کے لئے اگر کوئی خیر اور نجات کی چیز ہے تو وہ جہاد افغانستان ہے، جہاد کشمیر ہے، دینی مدارس ہیں، مساجد ہیں اور تبلیغ کا کام ہے......اور بس...... باقی سب کچھ ہماری ہلاکت کے لئے تیار کئے ہوئے پھندے اور تندور ہیں......ہم جہاد میں لگیں گے تو برصغیر کی نحوست ٹلے گی......نجاست سے جان چھوٹے گی اور ہماری عظمت رفتہ بحال ہوگی...... یاد رکھنا مسلمانو! اس وقت انڈیا مسلمانوں کا خطرناک ترین دشمن ہے......مگر چونکہ مشرک بے غیرت بھی ہوتا ہے اور ذلیل بھی......اس لئے وہ اپنی اداؤں، اپنے حُسن اور اپنی چالاکی سے دوستی کا جال بچھاتا ہے......آپ انڈین فلموں......اور انڈین وفود سے نظریں ہٹا کر کبھی گجرات کی کسی مسلمان بہن کو بھی دیکھ لو......سینکڑوں مشرک جب اسے گھیر کر بے عصمت کرتے ہیں اور پھر بے جان کر کے بھی نہیں چھوڑتے......آپ شاہ رخ، سلمان اور دوسرے خبیثوں سے نظر ہٹا کر کبھی......جموں کے ہسپتال میں سجاد شہید کا زخموں سے بھرا جسم بھی دیکھ لو......آپ دوستی دوستی اور امن کی آشا کے نعرے لگانے والے شرابیوں سے نظریں ہٹا کر کبھی تہاڑ جیل نمبر 3 کے ایک وارڈ میں......محمد افضل اور مقبول بٹ جیسے شہداء کی قبریں بھی دیکھ لو......میں نے ایک بار گجرات کے چند جلے مکان دیکھے......تو دل تڑپ تڑپ کر رونے لگا......اور ایک بار اپنی آنکھوں سے بابری مسجد کے اندر ہونے والی بت پرستی......اور اشک بہاتا ہوا بابری مسجد کا ملبہ دیکھا......اُس وقت سے زندگی جیلوں، دھکوں اور بربادیوں میں گزر رہی ہے...... مگر دل کی آگ ہے کہ کسی طرح نہیں بجھتی...... بھائیو! کوئی ذاتی انتقام نہیں......سوچو، خود سوچو کہ آخر ہمارے آقا مدنی ﷺ نے مشرکین کے خلاف جہاد کس لئے فرمایا؟......آہ! میرے آقا ﷺ کے زخم...... آہ! میرے آقا ﷺ کا مبارک خون......آہ! محمد افضل گورو کی تنہائیوں اور بے بسی میں لٹکی لاش......

آہ! مسلمانو!......آہ! توحید کے علمبردارو......

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ......

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا......

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ......

☆......☆......☆

مہکتا گُلاب

مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ میری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے......آج ایک مہکتے گلاب کی مہکتی باتیں عرض کرنی ہیں......آیئے پہلے اُن کے لئے استغفار کرلیں......

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِکَ مُحَمَّدُ اَفْضَل

یا اللہ! اپنے بندے محمد افضل گورو شہیدؒ کو مغفرت عطاء فرما دیجئے......

سنت سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ

حضرت محمد ﷺ کے جیش......یعنی لشکر کے ایک سپاہی حضرت سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے سولی پر لٹکا کر شہید کیا......وہ "جیشِ حضرت محمد ﷺ" کے سولی پانے والے پہلے مجاہد تھے......قصہ آپ نے بارہا سنا ہوگا......یہ ۴ھ کا واقعہ ہے......۴ھ میں حضرت سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو "مشرکین مکہ" نے سولی پر شہید کیا......اور ۱۴۳۴ھ میں بھائی محمد افضل گورو شہیدؒ کو "مشرکین ہند" نے سولی دے کر شہید کیا......حضرت سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے دو رکعت نماز کی مہلت مانگی جو مل گئی......حضرت کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سولی پر لٹکائے گئے اور شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آئندہ کے لئے یہ سنت قائم فرما گئے کہ جو شخص قتل ہو وہ دو رکعت نماز ادا کرے (سیرت المصطفیٰ بحوالہ زرقانی)

ہمارے بھائی محمد افضل گورو شہیدؒ نے بھی پھانسی سے پہلے نماز ادا کی......مقصد یہ واقعہ لکھنا نہیں بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے سولی پر جاتے ہوئے مشرکین پر ایک دعاء فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَداً وَاقْتُلْھُمْ بَدَداً وَلَا تُبْقِ مِنْھُمْ أَحَداً

یا اللہ اُن کو چن چن کر ہلاک فرما دیجئے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیئے......

کیا بھائی افضل شہیدؒ نے بھی یہ دعاء کی تھی؟......ویسے وہ کافی پڑھے لکھے، صاحب مطالعہ اور شعر و ادب کا ذوق رکھنے والے مسلمان تھے......تصوف اور تاریخ پر بھی اُن کا مطالعہ وسیع تھا......ان کو حضرت

خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ اور دعاء بھی یقیناً معلوم ہو گی......اور وہ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے بد دعاء کرنا ایک محبوب عبادت اور حضرت آقا مدنی ﷺ کی مبارک سنت ہے......اب دیکھیں! نو فروری ہفتہ کے دن بھائی محمد افضل گورو کو شہید کیا گیا اور اس کے ٹھیک بارہ دن بعد قدرت کا انتقام دیکھئے......انڈیا پر موت کا پہلا جھٹکا برسا......جی ہاں حیدر آباد دکن دھماکوں سے لرز اٹھا، بہت سے لوگ مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے......افضل شہیدؒ کی خوشیاں منانے والوں کے چہرے غم اور خوف سے کالے ہو گئے...... بھائیو! بات یہ ہے کہ شہید کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام بڑا اونچا ہے، خصوصاً اگر کوئی مظلوم شہید ہو تو اس کی طاقت اور قوت کو اللہ تعالیٰ بہت بڑھا دیتے ہیں......اس پر واقعات لکھوں تو کئی صفحے اسی میں صرف ہو جائیں گے...... بھائی محمد افضل گورو شہیدؒ تھے اور وہ بھی مظلوم...... ہاں! ایسے مظلوم کہ ابھی بھی اُن کے آخری لمحات کا سوچ کر دل غم سے پگھلنے لگتا ہے......

چاروں طرف دشمن ہی دشمن......کوئی بھی اپنا نہیں، کوئی بھی شناسا نہیں......کافروں اور مشرکوں کے مکروہ چہرے، ان کی گندی آوازیں، اُن کے بدبودار قہقہے، ان کی متعفن باتیں......وارڈ کا اداس کمرہ، قرآن مجید کو الوداعی بوسہ......دور دور تک کوئی آواز سننے والا نہیں......دروازہ کھلنے کی چیختی آواز اور کالے بوٹوں کی دھمک......خوبصورت ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے اور چہرے پر موٹی سیاہ ٹوپی......ایک ارب ساٹھ کروڑ مسلمانوں کا بھائی اور یہ بے بسی......ایک جہادی لشکر کا سپاہی اور یہ بے کسی...... ہاں بھائیو! جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جتنا بے بس بنایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی قدر اونچا، مقرّب اور طاقتور ہو جاتا ہے......اس کی اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ ملاقات بڑی میٹھی اور خالص ہوتی ہے......وہ غیروں کے نرغے سے نکل کر اپنے محبوب سے جا ملتا ہے......اس کے آخری لمحات کی دعائیں آسمانوں اور پہاڑوں کو لرزا دیتی ہیں......وہ اس وقت اپنی زندگی نہیں مانگتا......کیونکہ وہ اصل زندگی کی طرف جا رہا ہوتا ہے......وہ تو اس وقت اُمت کے لئے مانگتا ہے، مسلمانوں کے لئے مانگتا ہے......اور دشمنان اسلام کے لئے موت کا سوال کرتا ہے...... بھائی محمد افضل گورو شہیدؒ کی مانگی دعائیں رنگ لا رہی ہیں......بے شک ابھی اور رنگ لائیں گی......انشاء اللہ بہت گہرا رنگ......لوگو! ایک بات یاد رکھنا بھائی محمد افضل گورو شہیدؒ کے پھانسی نامے پر دستخط کرنے والا......ناپاک چوہا پرنب مکھر جی ان شاء اللہ بہت دردناک موت مرے گا، بہت عبرتناک، بہت اذیت ناک......

اجڑتے باغ کا فدائی بلبل

ایک باغ تھا بڑا حسین، بہت خوبصورت...... پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا، لاکھوں انسانوں اور پرندوں کی زندگی اسی سے تھی...... وہ اچانک زرد پڑنے لگا، مرجھانے لگا...... باغ کے مالیوں نے بڑا زور لگایا، طرح طرح کے وظیفے، دعائیں اور طرح طرح کی دوائیں...... مگر باغ تیزی سے سوکھ رہا تھا اور اس کے سوکھنے کے ساتھ ہزاروں زندگیاں موت کی طرف بڑھ رہی تھیں...... ایک وقت تھا کہ باغ میں خوشیوں کے قہقہے اور خوشبوؤں کا ڈیرا تھا...... اور اب یہ حالت صرف سسکیاں تھیں، خوف تھا اور گہری اداسیاں...... ہر اگلے دن کچھ مزید درخت سوکھ جاتے، پودے زمین پر سر جھکا دیتے اور سبزے کی جگہ پیلاہٹ کا راج ہو جاتا...... سارے مالی سر جوڑ کر بیٹھے، ہر ایک کی آنکھوں میں آنسو...... طویل مشورہ ہوا آخر طئے پایا کہ پرانے بوڑھے مالی کو منا کر لایا جائے وہی اس باغ کے مزاج کو جانتا ہے وہی تشخیص کر سکتا ہے کہ...... آخر باغ کو کیا بیماری اور مرض لگا اور علاج کیا ہے...... سارے دوڑ کر گئے پرانے مالی کو منا لائے جس نے اپنے ہاتھوں سے باغ لگایا تھا...... وہ آیا تو زرد باغ کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، ارے یہ کیا؟...... اب ہزاروں لاکھوں زندگیوں کا کیا بنے گا؟...... بابا! رونے کا وقت نہیں علاج اور مرض بتاؤ...... مالی بابا ایک طرف دوڑا، وہاں گلاب کا ایک پرانا پودا تھا اور اُس پر ایک ہی گلاب کا پھول کھلتا تھا...... جا کر دیکھا تو سرخ گلاب کا پھول سوکھ رہا تھا...... مالی نے کہا! بھائیو! یہ پھول اس باغ کی جان ہے، یہ سرخ ہو تو پورا باغ زندہ رہتا ہے اور یہ مرجھا جائے تو باغ بھی مرجھا جاتا ہے...... ابھی یہ پھول گرا نہیں...... یاد رکھو! جس دن یہ گر گیا باغ پورا خاک کا ڈھیر بن جائے گا...... یہ کہہ کر بوڑھا مالی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور سارے مالی حیران کہ...... اتنے بڑے باغ کی زندگی کا راز صرف اس ایک پھول میں ہے؟...... بابا! یہ پھول کیسے سرخ ہوگا؟...... ہم اس کے پودے کو پانی لگاتے ہیں...... کوئی پانی لگانے لگا اور کوئی کھاد دینے لگا...... اسی پھول کے گرد سب نے گھیرا ڈال رکھا تھا...... مگر ہر تدبیر کے ساتھ پھول مزید مرجھا جاتا...... شام کے سائے پھیل گئے...... مالی بابا نے گلاب کو دیکھا! ایک زوردار سسکی بھری اور کہا! بس ایک رات، ایک دن...... ہاں! اگر آج رات یا صبح تک گلاب سرخ نہ ہوا تو گر جائے گا...... اور گلاب کیا گرے گا کہ پورا باغ ہی جل گرے گا...... سب مالی اور بابا وہیں بیٹھے فکر میں روتے رہے...... کیا کریں؟ کیا نہ کریں؟...... دیر رات سب کو نیند آ گئی...... صبح اُن کے کانوں میں پرندوں کا

شور گونجا تو جاگ اٹھے......اُجڑے باغ میں پرندوں کا شور؟......انہوں نے دائیں بائیں دیکھا تو حیران رہ گئے......تمام درخت اور پودے ہرے بھرے تھے اور پورا باغ زندگی اور خوشبو سے آباد تھا......بابا نے بڑھ کر گلاب کو دیکھا تو وہ پہلے سے زیادہ سرخ، گردن تانے مسکرا رہا تھا......اور اس کی مسکراہٹ پورے باغ کو زندگی تقسیم کر رہی تھی......وہ خوش بھی تھا اور حیران بھی کہ یہ ایک رات میں ایسا کیا ہوا کہ گلاب جی اٹھا اور باغ بھی زندہ ہو گیا......اچانک اُس کے کان میں رونے کی آواز آئی......اس نے دیکھا کہ ایک بلبل رو رہا ہے...... پرانا مالی اسے پہچانتا تھا...... جا کر پوچھا کہ اے خوش آواز بلبل...... یہ آج رونا کیسا، آج تو سب خوشیاں منا رہے ہیں......بلبل نے پودے کے نیچے دیکھنے کا اشارہ کیا، مالی نے دیکھا تو وہاں اس بلبل کا ساتھی......مُردہ پڑا تھا......قصہ یہ ہوا کہ جب سب مالی سو گئے تو......ایک بلبل گلاب کو منانے آیا......اے گلاب! تو کیسے سرخ ہوگا......گلاب نے افسردہ لہجے میں کہا! آج زندگی کی آخری رات ہے اور پھر میرے ساتھ یہ سارا باغ بھی ختم ہو جائے گا......بلبل نے غور سے گلاب کو دیکھا، آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکایا اور ایک جذبے کے ساتھ جا کر گلاب کے ساتھ لگے کانٹے کو اپنے سینے سے بھینچ لیا......بلبل نے زور لگا کر وہ کانٹا اپنے سینے میں اُتارا اور اپنے دل سے پار کر دیا......دل میں موجود خون کا قطرہ اُس کانٹے کے ذریعہ گلاب تک پہنچا تو......گلاب ایک دم جی اٹھا......ہاں! گلاب جی اٹھا......اُس کے جینے سے سارا باغ جی اٹھا......اور باغ کے جینے سے لاکھوں لوگ جی اٹھے......مگر بلبل کی لاش کسی نے نہ دیکھی کہ وہ اسی پودے کے نیچے پڑی تھی...... جہاد کشمیر کا باغ، غزوہ ہند کا باغ......ہاں بہت مرجھایا ہوا باغ......آج ایک نئی زندگی محسوس کر رہا ہے......خوشبو تیزی سے مہک رہی ہے......اور ہر طرف حرارت دوڑ رہی ہے...... ہاں! مگر یہ بھی تو دیکھو کہ......اس درخت کے نیچے میرے بھائی افضل شہیدؒ کی لاش پڑی ہے......

سلام اے شہید اسلام......سلام، سلام، سلام

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ......

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا......

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ......

☆......☆......☆

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا

مفتی محمد اصغر خان کشمیری

بھارت نے اپنے فوجی دل و دماغ سے سوچا اور وہاں سے فیصلہ آنے پر کشمیر کی دھرتی کے ایک نامور سپوت اور عظیم مجاہد ''افضل گورو'' کو پھانسی دے دی۔ مقصد تھا کشمیری قوم پر اپنی طاقت کی دھاک بٹھانا، آزادی کی متوالی قوم کو مایوسی کے گہرے غاروں میں دھکیلنا' اور یہ پیغام دینا کہ ہم سے بغاوت کرنے والوں کا انجام یہ ہوگا۔ تاکہ آئندہ لوگ ڈر جائیں اور بھارت سرکار کی حکومت کو چیلنج نہ کریں مگر بھارت شاید مسلم خون کی تاثیر کو سمجھنے سے قاصر ہے، وہ اسلام اور مسلمانوں کی نفسیات سے بھی ناآشنا لگتا ہے اور خصوصاً کشمیر کی دھرتی جسکو وہ اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے اور کشمیری مسلمانوں کی فطرت سے تو بالکل ہی نابلد محسوس ہوتا ہے۔اس کو نہیں معلوم کہ:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک رکھی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے
اسلام کے شیروں کو مت چھیڑنا تم ورنہ
یہ مٹتے مٹاتے بھی دنیا کو مٹا دیں گے

اسلام اور مسلمانوں کا تو شروع سے مزاج رہا ہے کہ یہ باد مخالف میں زیادہ اچھی پرواز کرتے ہیں اور خونیں حالات ان کی زندگی کو جلا بخشتے ہیں کیوں کہ اسلام کا آغاز ہی ان حالات میں ہوا ہے۔ جبکہ نارمل حالات اور آرام و راحت ان کی زندگیوں اور صلاحیتوں کو زنگ لگا دیا کرتے ہیں۔ بھارت نے ہمارے اپنوں کی غداریوں سے کمزور ہوتی ہوئی کشمیر کی تحریک حریت کو اپنی کامیابی سمجھا اور اپنے تئیں اس پر آخری وار کرنے اور کشمیری مسلمانوں کو اپنی آزادی کے بارے مکمل مایوسی کا احساس دلا کر تحریک آزادی سے دستبردار کروانے کے لیے یہ چال چلی کہ کشمیر کی آزادی کی خاطر بھارت پر حتمی وار کرنے والے افضل گورو کو انتہائی بے رحمی سے سزائے موت دے دی مگر اس کے فوجی دماغوں کو معلوم نہیں تھا کہ انکی یہ حرکت کمزور ہوتی ہوئی تحریک پر آخری وار نہیں بلکہ اس کو دوبارہ بام عروج پر پہنچانے والا حتمی وار ہے۔ اب اسلام کی اصل فطرت متحرک ہوگئی ہے اور مسلمانان کشمیر اسی فطرت کے مطابق دیوانہ وار اٹھیں گے اور

انشاء اللہ انتقام کی آگ میں وہ سب کچھ بھسم ہو جائے گا جو آزدی کشمیر کو دبانے کے لیے گزشتہ دس برس سے کیا جا رہا تھا۔خود میر واعظ مولوی عمر فاروق نے جو گزشتہ کچھ عرصہ سے بھارت سے مذاکرات کے بھی حامی رہے کہہ دیا ہیکہ ''افضل گورو'' کی پھانسی سے مذاکراتی سیاست دفن ہوگئی ہے مطلب یہ ہے کہ اب کشمیر کا فیصلہ صرف میدان جنگ میں ہی ہوگا جی ہاں اب ہندو لالے کو پتہ چلے گا کہ اس کی تدبیر کیسے اسی پر الٹی پڑی ہے۔۔افضل گورو شہید رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی پھانسی سے کچھ عرصہ قبل ایک خط کے ذریعے اس حقیقت کو واشگاف کیا تھا کہ کشمیر کی تحریک آزادی اور اس کی کامیابی کی خاطر بڑی بڑی جہادی کاروائیاں شخصیات کے آنے جانے سے سرد نہیں پڑیں گی بلکہ یہ مشن کے حصول تک جاری رہیں گی۔ انہوں نے تیرہ دسمبر 2001 کو دہلی پارلیمنٹ پر ہونے والے جہادی حملے کے تناظر میں لکھا تھا کہ میری پھانسی کے ذریعہ تیرہ دسمبر جیسے حملے یا مزاحمت نہیں رک سکتے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ جب میں اپنے مشن کی خاطر یوں اپنی جان سے گزر جاؤں گا تو اس کے بعد یہ مسئلہ ٹھنڈا نہیں ہوگا بلکہ اس قربانی سے متاثر ہو کر ہزاروں اور مسلمان اٹھیں گے جو اس مشن کو آگے لے کر بڑھیں گے اور انشاء اللہ ان کا یہ اندازہ درست ثابت ہوگا فی الحال بھارت نے اس طوفان کو امنڈ نے سے روکنے کے لیے پورے کشمیر میں فوجی پہرہ لگا دیا ہے اور نہ صرف بڑے شہروں بلکہ چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں بھی کرفیو نافذ ہے لیکن آخر کب تک وہ یوں ہر گھر کے باہر ایک فوجی کھڑا رکھے گا اب ایک مرتبہ اس طوفان نے اٹھنا ہے اور وہ اٹھ کے رہے گا۔خیر یہ الگ موضوع ہے جبکہ میں نے اس سے قدرے مختلف مگر ضروری پہلو کا تذکرہ کرنا ہے۔

شہید افضل گوروؒ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے بہت سے لوگوں نے ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ جہاد سے ان کا تعلق ہی ختم کروا دیا ہے اور انکی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسے افضل گورو کوئی عام آدمی تھا جسکو بھارت نے ہماری پنجاب پولیس کی طرح راہ چلتے ہوئے داڑھی دیکھ کر شبہے کی بنیاد میں پکڑ لیا پھر دہلی پارلیمنٹ حملے کی ذمہ داری اس پر ڈال کر اسے سزائے موت سنا اور دے دی باقی اس کے علاوہ اسکی کوئی تاریخ نہیں۔ یہ شہید کی بے گناہی ثابت کرنے کا انتہائی بھونڈا طریقہ ہے کاش کہ ایسے لوگ کچھ کہنے اور لکھنے کی بجائے چپ ہی رہا کریں تو کتنا اچھا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ افضل گورو بہت عظیم مجاہد اسلام اور کشمیری قوم کے ہیرو تھے انہوں نے بھارت کے خلاف مسلح جہاد کیا اور قدم قدم پر کھل کر آزادی کشمیر

کے لیے جدو جہد کی مگر ہم اپنے اس جہاد اور جدو جہد آزادی کو گناہ یا جرم نہیں بلکہ قابل فخر کارنامہ سمجھتے ہیں اس لیے ہم افضل گورو کو بے گناہ کہتے ہیں اور بھارت چونکہ اس جائز جدو جہد کو طاقت سے دبا رہا ہے اس لیے اس کو ظالم اور غاصب کہتے ہیں۔افضل گورو کے بے گناہ ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ بھارت کا باغی نہیں تھا یا اس نے گن نہیں اٹھائی تھی۔باقی جہاں تک ان کی جہادی خدمات کی تفصیل کا تعلق ہے تو وہ صیغہ راز ہیں اور فی الوقت چونکہ تحریک آزادی کشمیر ابھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوئی اس لیے ان کو مکمل لکھ کر پیش کر دینا عسکری لحاظ سے نامناسب ہے لہٰذا میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاوں گا البتہ تاریخی ریکارڈ درست کرنے کے لیے انکی قابل فخر زندگی اور قابل رشک موت کا مختصر خاکہ پیش کر دیتا ہوں تاکہ کوئی نام نہاد قلمکار اٹھ کر ان کو عام مظلوم کشمیری ثابت کرنے پر نہ تل جائے جس کو پکڑ کر بھارت نے پھانسی دے دی اور بس۔

یہ 80 کی دہائی کے اواخر کی بات ہے جب کشمیر میں موجودہ تحریک کی ابتدا ہوئی اس وقت افضل گورو MBBS کے طالبعلم تھے اس دوران سرینگر کے نواحی علاقہ چھانہ پورہ میں انڈین آرمی کے درندوں کے ہاتھوں عصمت دری کا ایک بڑا واقعہ رونماء ہوا جس نے افضل گوروؒ کی زندگی بدل دی اور اسلامی وقومی حمیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ تعلیمی میدان کو خیر آباد کہہ کر بھارت سے نمٹنے کے لیے میدان میں آگئے پھر وہ چونکہ اپنے اس فیصلے کے رموز سے بھی آگاہ تھے اور ان کو یہ معلوم تھا کہ انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے لیے انہوں نے کن کن مراحل سے گزرنا ہے چنانچہ عین جوانی کے عالم میں اپنی سابقہ عیش و عشرت اور آرام وراحت کی زندگی کو چھوڑ کر فلک بوس برفانی چوٹیوں کو عبور کر کے جہادی تربیت کے لیے پاکستان آگئے ادھر سے جہادی تربیت اور جہادی زیور کے حصول کے بعد واپس کشمیر پہنچے اور جنگ کے گرم میدانوں کو آباد کر لیا۔بد قسمتی سے ان دنوں انکی تنظیم لبریشن فرنٹ اور بعض دیگر جہادی جماعتوں کی آپس میں چپقلش چل پڑی جس سے دل برداشتہ ہو کر افضل گوروؒ کچھ ساتھیوں کے ہمراہ کنارہ کش ہو گئے بلکہ افضل گورو دلبرداشتہ ہو کر دہلی کی طرف چلے گئے اور چھ سات سال ایسے ہی گزارے۔پھر جب انہیں اطمینان ہوا کہ وہاں کشمیر میں حالات نارمل ہو چکے ہوں گے تو 1998 کے آس پاس وہ واپس لوٹ کر کشمیر آگئے ادھر پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ مجاہدین کے آپسی حالات تو الحمد للہ ٹھیک ہیں مگر بھارت کی طرف سے کشمیری قوم پر ظلم وجبر کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ ان کی

قوم کس طرح بھارتی فوج کے شکنجے میں کسی ہوئی تڑپ رہی ہے اور نوجوان نسل بھارتی درندوں کے ہاتھوں کس تذلیل کا شکار ہے جو کشمیری نوجوان گن اٹھا کر پہاڑوں اور جنگلوں کو آباد کیے ہوئے ہیں وہ تو ہیں ہی حالت جنگ میں مگر وہ نوجوان جو افضل کی طرح گھروں میں رہ کر پرامن زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ بھی انڈین آرمی کا رویہ یہ تھا کہ ہر نوجوان کو ہر دن اپنی بستی کے قریب والے آرمی کیمپ میں حاضر ہو کر اپنے پرامن ہونے کا ثبوت دیکر ہندوستان آرمی کے لیے ایک دن قابل برداشت ہونے کی سند حاصل کرنا ضروری تھا پھر دوسرے دن پھر اسی مرحلے سے گزرنا ہوتا تھا اور تیسرے دن پھر ایسے ہی ہوتا تھا اور پھر صرف اتنا ہی نہیں بلکہ کیمپ میں دوران سوال و جواب نوجوان لڑکوں کو کئی دوسرے طریقوں سے بھی تذلیل کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور ان سے آرمی والے بیگار بھی لیتے تھے یہ وہ حالات تھے جنھوں نے افضل گورؒو کو بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کیا اور سوچ و بچار کے بعد وہ اس اعلیٰ نتیجہ پر پہنچا کہ بھارت سے آزادی حاصل کیے بغیر اور کوئی چارہ نہیں اور یہ آزادی مسلح جہاد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے اس نے یہ طے کر لیا کہ اب اس نے بھارت سے آزادی کے لیے بھرپور جہاد کرنا ہے مگر وہ یہ جہاد کیسے کرے اور اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ دوبارہ پہلے جیسے حالات سے دوچار نہیں ہوگا جن حالات نے اس کو سات سال تک جہاد جیسے مقدس فریضے سے دور رکھا؟ یہ بہرحال ایک مشکل سوال تھا مگر طلب چونکہ سچی تھی اور مشن سے لگن بھی گہری تھی اس لیے اللہ نے ان کو رستہ سمجھا دیا اور پھر یوں ہوا کہ قدرت نے افضل گورو کی ملاقات جیش محمد ﷺ کے چیف کمانڈر اور جہاد ہند کے شہباز جرنیل غازی بابا سے کروادی اور یہیں سے افضل گورؒو کے ایک سنہری دور کا آغاز ہوا۔ افضل گورؒو ترال کے عقب میں واقع غازی بابا کی جادونگری میں پہنچ گئے جہاں غازی بابا کی تربیت گاہ آزادی کی تڑپ رکھنے والے کشمیری نوجوانوں کے لیے ہر وقت اپنا دامن کھلا رکھتی تھی افضل گورو نے وہاں دوبارہ جہاد کی مکمل عسکری تربیت حاصل کی جس کے دوران ہی غازی بابا نے اس عظیم انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیت کو بھانپ لیا اور پھر ان دو حضرات کے درمیان اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے طویل مشاورتوں کا سلسلہ چل پڑا جس کے دوران ان کے درمیان وہ سب کچھ طے ہو گیا جس کی ہمیں ایک عرصے سے شدید ضرورت تھی اور جس کے بغیر ہماری تحریک نتیجہ خیز اہمیت حاصل نہیں کر پا رہی تھی مگر افضل گورؒو کی غازی بابا سے ملاقات اور باقی معاملات پر پیشرفت کے بعد دفعۃً یہ سارے مراحل طے ہو گئے اب پورے کشمیر اور

باہر بھارت کے ہر شہر تک ہمارے جانبازوں کی آمد ورفت جو ایک ناممکن کام معلوم ہوتا تھا آسان ترین چیز بن گئی اور آلات حرب وضرب کی نقل وحمل اور مطلوبہ جگہوں تک انکی رسائی تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہا ۔افضل گوروؒ نے ان تمام کاموں کو اپنے ذمہ لینے کے بعد اس کے لیے ایک انتہائی منظّم اور فعال نیٹ ورک بنالیا جس نے بھارتی فوج اور اس کی درجنوں ایجنسیوں کے پھیلائے ہوئے جال کو ایسے ناکام کیا اور انکی انٹیلی جنس صلاحیت کی آنکھوں میں ایسی دھول جھونکی کے انکے سورماؤں کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ ان کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ یاد رہے کہ ان دنوں افضل گوروؒ کا مختلف روپ بدلنا، داڑھی رکھنا یا کاٹنا، کرتہ شلوار پہننا یا پینٹ شرٹ زیب تن کرنا، اور کاروباری مصروفیات سمیت سب کچھ اسی نیٹ ورک کی خاطر تھا جس کا عموماً انکے گھر والوں کو بھی علم نہیں تھا لہذا انکے گھر والے اگر کسی کے سامنے انکا یہ نقشہ کھینچیں کے اس کا عسکریت سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ صرف کاروبار سے دلچسپی رکھتا تھا اور ایک عام آدمی تھا تو وہ اس میں حق بجانب ہیں کیوں کی گھر والوں کی اکثریت ان کو صرف اتنا ہی جانتی تھی۔

یہی وہ دن تھے جب غازی بابا نے رابطے پر بندہ کو اپنے نیٹ ورک کے مکمل ہونے کا مژدہ سنایا اور بتایا کے جس منزل تک ہم اس تحریک کو لانا چاہتے تھے وہ منزل ہم نے پالی ہے اور اب امیر محترم کو میری طرف سے یہ پیشکش کر دو کے پورے کشمیر میں جو کاروائی چاہیے ہو ہمیں چوبیس گھنٹے کا ٹائم دے کر اور پورے ہندوستان میں جو ٹارگٹ حاصل کرنا ہو ایک ہفتے کا ٹائم دے کر حاصل کر سکتے ہیں۔ بظاہر یہ چند جملے ہیں جو ایک عسکری سالار نے اپنے امیر کے سامنے کہہ دیے مگر عسکری امور کے ماہرین ان جملوں کے پیچھے چھپی ہوئی عظیم عسکری صلاحیت اور اس کے لیے درکار نیٹ ورک کی وسعتوں کا اندازہ کر سکتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ مقام ہمیں حاصل ہو گیا تھا اور اس منزل کے حصول کے بعد اب آزادی کشمیر کی منزل بہت قریب محسوس ہو رہی تھی کہ عین انہی دنوں میں مجاہدین کی پشت پر پیچھے سے خنجر گھونپ دیا گیا بلکہ کھلی ہوئی اور صاف بات یہ ہے کہ پاکستان کے اقتدار پر قابض خودساختہ حکمرانوں نے جہاد کشمیر سے کھلی غداری کر لی۔ ایسے میں میدان جنگ پر دھاک بٹھائے ہوئے ہمارے کمانڈر حضرات غازی بابا اور ان کے معاون افضل گوروؒ انگشت بدنداں رہ گئے اور ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی کے منزل کے اس قدر قریب آکر بغیر جنگ کے کیسے شکست مان لی جائے چنانچہ اس تحریک کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے جو تدبیر ان کے ذہن میں آئی اس کو انہوں نے عملی جامہ پہنا دیا جسمیں ان کو کامیابی کا سو فیصد یقین تھا مگر

ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔انکی اس تدبیر اور اس پر عمل کے بعد ایسی شکل بھی بن گئی تھی کہ تھوڑی سی ہمت کر کے کشمیر حاصل کرلیا جاتا۔لوہا گرم تھا صرف کاری ضرب کی ضرورت تھی مگر خود ساختہ حکمرانوں کی کمزوری آڑے آ گئی۔میں نے ان دنوں جب تیرہ دسمبر کے واقعہ کے بعد بھارتی افواج بارڈر پر جمع تھیں اپنے کشمیر کے مذکورہ بالا نیٹ ورک کی صلاحیت کی مکمل معلومات جمع کر لی تھیں۔مگر پھر یکا یک کچھ اور ہو گیا یہ تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں اور جہاد کشمیر کا غدار حکمران سارک سربراہ کانفرنس میں جا کر جہاد کشمیر پر مکمل پابندی، L.O.C پر سیز فائر اور پھر باڑ بندی کی پیشکش کے عوض واجپائی سے ایک مصافحہ، بھارتی فوجوں کی واپسی اور جھوٹے امن کی بھیک مانگ کر لے آیا اور ادھر دوسری طرف آزادی کے حسین خواب دیکھنے اور انکی تعبیر پانے کے لیے سب کچھ کر گزرنے والا ہمارا افضل گورؒ دس سال تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد پھانسی کے پھندے پر جھول کر لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہو گیا۔آہ !دنیا میں کوئی اتنی ناہنجار قوم بھی ہوگی جو منزل کے اتنے قریب آ کر اس سے منہ موڑ لے؟ مگر ٹھہریئے ہمیں جانے والا صاف الفاظ میں بتا کر گیا ہے کے میری پھانسی سے تحریک مزاحمت اور تیرہ دسمبر جیسے واقعات رکیں گے نہیں بلکہ جاری رہیں گے اور کامیابی بالآخر ہماری ہوگی لہذا ہم بھارت اور اس کے یاروں سے یہی کہیں گے:

پتھر مارو، دار پہ کھینچو، مرنے سے انکار نہیں
یہ بھی سن لو حق کی آخر جیت ہی ہوگی ہار نہیں

اور افضل گوروؒ نے جس انداز میں پھانسی کو اپنے لیے اعزاز کہا اور خود چل کر مسکراتے ہوئے پھندے کو گلے میں ڈالا اس کیلیے ملاحظہ ہوں

اپنے خون جگر سے ہم نے کچھ ایسی گلکاری کی
سب نے کہا یہ تختہ گل ہے یہ تو ''تختہ دار'' نہیں

افضل گوروؒ نے جیل میں صاف الفاظ میں یہ بھی کہا کہ میں اگر رہا بھی کیا گیا پھر دوبارہ بھی وہی کام کروں گا جو پہلے کیے ہیں۔کیونکہ وطن کے حالات جو وہی ہیں جو پہلے تھے

باغ کا نقشہ بدلو یا پھر چھین لو ہم سے تاب نظر
سب کچھ دیکھیں کچھ نہ کہیں ہم اس کے لیے تیار نہیں

طوفاں طوفاں گھوم چکے ہیں ساحل ساحل دیکھ آئے
مرنا جینا کھیل ہے یارو، کھیل کوئی دشوار نہیں

قارئین یہ تھا افضل گورو ؒ کی جہادی زندگی کا مختصر خاکہ جو میں نے اس لیے عرض کر دیا کہ میرے اندازے کے مطابق آنے والے دنوں میں لوگ اس عظیم شہید کو مذہب سے نابلد ایک عام مظلوم کشمیری مسلمان ثابت کرنے کے لیے مشرق و مغرب کے قلابے ملائیں گے مگر حقیقت وہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

آخر میں کچھ تذکرہ اس وجد آفریں خط کا جو افضل گورو ؒ نے تہاڑ جیل سے حریت لیڈر سید علی شاہ گیلانی کو لکھا تھا اس خط کو سمجھنے کے لیے اس کے پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہوا اصل میں یوں تھا کہ سپریم کورٹ کی طرف سے سزائے موت کے بعد بچنے کا جب صرف ایک راستہ رہ گیا کہ صدر بھارت سے رحم کی اپیل کی جائے تو افضل گورو ؒ اس کے لیے قطعاً تیار نہ تھے مگر ان پر اہل خانہ کی طرف سے اور حریت لیڈروں کی طرف سے شدید دباؤ ڈالا گیا کے وہ رحم کی اپیل کریں جس پر مجبور ہو کر انھوں نے صدر سے رحم کی اپیل کر دی مگر اس پر ان کے ضمیر نے ان کو بہت ملامت کیا چنانچہ وہ ضمیر کی آواز پر چپ نہ رہ سکے اور قدرے توقف کے بعد انہوں نے جیل سے ہی یہ خط لکھا جس میں انہوں نے لکھا کہ رحم کی اپیل پر مجھے بہت شرمندگی اور افسوس ہے جس پر میں اپنی قوم سے معافی مانگتا ہوں یہ میری غلطی اور نادانی تھی کہ میں نے دوستوں اور ہمدردوں کی نصیحت پر عمل کر کے اپیل کر دی انہوں نے اس خط میں لکھا کہ پھانسی کے ذریعے ملنے والی شہادت ان کے لیے سب سے بڑا انعام ہوگا اور اس پھانسی کے ذریعے تیرہ دسمبر جیسے حملے اور مزاحمت نہیں رک سکتے۔

تو آؤ مسلمانو! ہمارا ایک بھائی تختہ دار پر جھولتے وقت ہم سے جس توقع کا اظہار کر گیا ہے اس پر ہم پورا اتریں اور کشمیر کی آزادی اور بھارت کی مکمل بربادی تک جہاد کشمیر جو غزوہ ہند کی تمہید ہے اس کو جاری و ساری رکھیں یہ شہید کا ہمارے ذمہ قرض بھی ہے اور ہمارا دینی فرض بھی!

☆......☆......☆

www.ranjpoor.com

آئینہ

السلام علیکم......طلحہ السیف 424

مجاہد دو قسم کے ہوتے ہیں......شعوری اور غیر شعوری

دونوں ٹھیک ہوتے ہیں لیکن پہلی قسم کے لوگ زیادہ پختہ، نظریاتی اور مستقل ہوتے ہیں......

اور یہ معاملہ صرف ''جہاد'' میں ہی نہیں، ہر کام میں ہے اور ہر شعبے میں یہی تقسیم چلتی ہے......

ایک شعوری اور ایک غیر شعوری: عالم، داعی، مبلغ، مصنف ہر جگہ یہ فرق نظر آئے گا......

جس کام کو انسان اپنے شعور کی بنیاد پر سمجھ لے وہ اس کی زندگی کا ایک رنگ بن جاتا ہے۔ پھر وہ انسان چلتے پھرتے اس عمل کا نمونہ نظر آتا ہے۔ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھ لیتا ہے اس لئے اپنا مقصد حیات بنا لیتا ہے۔ اسکی ضروریات کو جان لیتا ہے اس لئے انہیں پورا کرنے کی دھن میں مگن ہو جاتا ہے۔ اس کی تمام جزئیات اور تفصیلات سے آگاہ ہوتا ہے۔ اسے ایک نظریے کے طور اپنا لیتا ہے اور اسکی عظمت اس کے دل و دماغ میں پیوست ہو جاتی ہے اس لئے اس کا پرجوش داعی بن جاتا ہے۔ جبکہ غیر شعوری یا مکمل شعور کے بغیر کوئی کام کرنے والے شخص کے کام میں یہ بات نہیں ہوتی۔

لوگ جہاد پر آتے ہیں لیکن کتنے ہوتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے آتے ہیں؟

یہ بات کتنے لوگ جان کر آتے ہیں کہ یہ کوئی موقت یا جز وقتی کام نہیں ایک مستقل ذمہ داری ہے اور ''رابطوا'' کے امر کے تحت اب اس میں لگے ہی رہنا ہے......

کئی لوگ اپنے ذہن میں متعین کردہ وقت پورا ہو جانے پر چلے جاتے ہیں اور کئی کسی متعین کام کے پورا ہو جانے پر......

کسی کو گھر بار بھلا دیتے ہیں اور کسی کو کوئی ناراضگی یا پریشانی......

کچھ قید و بند کی صعوبتوں کے سامنے پگھل جاتے ہیں اور کئی ایک کو ان مصائب کا خوف بھگا لے جاتا ہے......

کسی کو فتح راہ سے ہٹا دیتی ہے اور کچھ شکست کے سامنے نہیں ٹک پاتے......

اور یہی حال ہے اپنے مال سے جہاد کرنے والے کئی لوگوں کا بھی......

ایسا کیوں ہے؟

صرف اس لئے کہ ایسے لوگ شعوری مجاہد نہیں ہوتے......

ہاں! جس شخص نے اس کارِ عظیم کو اپنے شعور کی بناء پر سمجھا ہو اس کی حالت کیسی ہوتی ہے؟

میں اس کی تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہو جائے گی اور اختصار کروں تو صرف ایک نام ہی میں معاملہ نمٹ جائے گا اور وہ ہے:

محمد افضل گورو شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

امت مسلمہ کا وہ عظیم مجاہد جس نے جہاد کو سمجھا، جہاد کیا اور ہنستے مسکراتے قابل رشک انداز میں جہاد کی سب سے اونچی منزل کو پا کر زندہ ہو گیا......

میں آج کل اپنی راتیں اس کے ساتھ گزارتا ہوں اور صرف ایک دعا مانگتا ہوں:

"یا اللہ! مجھے بھی ایسا شعور عطاء فرما"

میں نے افضل گورو کی شکل میں ایک "شعوری مومن" دیکھا ہے۔ایک حقیقی معنوں میں مومن۔جس نے اللہ تعالیٰ کو، دین اسلام کو، دین اسلام کی حقانیت کو، اسکی افضلیت اور برتری کو اپنے شعور کی بناء پر جانا اور مانا ہے اور پھر اسکا یہی شعور ایک دردمندانہ اور والہانہ دعوت بن کر صفحہ قرطاس پر بکھر گیا ہے......

میں نے افضل گورو کی شکل میں ایک شعوری مجاہد کو دیکھا ہے جس نے جہاد کے ہر مرحلے کو اپنے مکمل شعور کے ساتھ جانا ہے، یقین کے ساتھ اس پر عمل کیا ہے اور اس کا یہی شعور و ایقان الفاظ کی شکل میں نوک قلم پر آ گیا ہے۔

ان کا یہ شعور ہی تھا جس نے انہیں ایم بی بی ایس کی پڑھائی سے اٹھایا اور ڈاکٹر کی سیٹ کی بجائے مجاہدین کے ایک بہترین مدبر اور منتظم کمانڈر میں بدل دیا۔

انہیں اپنی قوم کے حالات کا شعور نصیب ہوا اور انہوں نے یہ بھی یقین کے ساتھ جانا کہ ان حالات سے نجات کا واحد راستہ صرف اور صرف جہاد ہے۔اور یہ بات محض کسی جذباتی تقریر کو سن کر ان کے دل میں راسخ نہیں ہوئی بلکہ وہ ہر اس مقام پر گئے جہاں مسئلے کے حل کی بات ہو رہی تھی۔انہوں نے میدان سیاست کو بھی دیکھا۔مذاکرات کاروں کے ساتھ بھی بیٹھے، اقوام متحدہ اور امریکہ کے دریوزہ گروں کے

ساتھ بھی وقت گزارا اور مجاہدین کے ساتھ بھی اٹھے بیٹھے۔ پھر انہوں نے اپنے شعور کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا کہ صرف جہاد ہی ان

کی قوم کو اس ذلت سے چھٹکارا دلا سکتا ہے۔ وہ جہاد پر آ گئے اور تمام کشتیاں جلا کر آ گئے۔ لیکن وہ یہاں بھی غیر شعوری طور پر نہیں آئے کہ جلد باز بن کر آتے یا اپنی مرضی لے کر آتے۔ انہوں نے پہلے جہاد کو سمجھا پھر اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کیا اور پھر میدان میں آ گئے۔ انہوں نے پھر میدان جہاد میں جو خدمات سرانجام دیں وہ صرف ایسے شخص کے لئے ممکن ہیں جیسے وہ تھے......

دل میں جذبہ جہاد کے منہ زور دریا کے بہاؤ اور شوق شہادت کی بھڑکتی آگ پر یوں قابو پائے رہنا کہ سالہا سال تک ایسے روپ، لباس اور حالات میں رہنا پڑے جو بظاہر جہاد کے کام سے ذرا بھی مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ لیکن وہ چونکہ اپنے شعور کی بناء پر یہ جانتے تھے کہ ''جہاد'' کی یہ خدمت اعلیٰ ترین جہاد ہے اس لئے انہیں ذرا بھی شک نہ ہوا اور نہ ہی وہ ڈگمگائے۔ یوں وہ خاموشی سے بڑے بڑے کاموں کے لئے ''راستہ'' اور سڑک بن گئے......وہ اس امتحان میں تو مکمل کامیاب رہے ہی لیکن آگے ان کے شعور کا ایک اور بہت بڑا امتحان منہ پھاڑے کھڑا تھا......''قید''......

وہ گرفتار ہوئے اور اسی قید میں خوب آزمائے گئے۔ جو لوگ ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ ایک سر بکف مجاہد ہیں اور جہادی خدمت پر مامور ہیں وہ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے یا گرفتار...... بظاہر ان کے رابطے اپنے مرکز سے کٹ گئے اور ان تک راحت رسانی اور معاونت کا سلسلہ بہت عرصہ کے لئے منقطع ہو گیا۔ ایسے میں قید کی صعوبت میں مبتلا شخص اپنے پیچھے والوں سے ضرور بدگمان ہو جاتا ہے اور شکوؤں شکایتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے...... ہندوستانی سرکار یہی چاہتی تھی کہ وہ اس طرح ٹوٹ جائیں اس لئے ان تک رسائی کے تمام راستے باہر والوں کے لئے بند کر دیئے گئے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ ایسے حالات میں اس کیفیت سے بچ نکلنا بڑوں بڑوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے......وہ اپنے مصائب کے ذمہ دار تلاش کرنے لگتا ہے۔ تکالیف کا الزام دوسروں کے سر دھرتا ہے اور دل کے ان خیالات کو بار ہا زبان سے لاتا ہے باوجود اس کے کہ وہ اچھی طرح جانتا بھی ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ افضل شہید اس مرحلے سے سالماً گزر گئے۔ وہ ہمیشہ شکر گزار پائے گئے۔ صاف دل رہے، ان کی زبان پاک رہی اور ذہن اپنے مقصد سے جڑا رہا۔ وہ جب بھی مخاطب ہوئے تشکر کے ساتھ ہوئے۔ ان کا جب بھی پیغام آیا اپنے کام سے

www.rangonoor.com

متعلق آیا، انہیں ذات کی فکر میں مبتلا نہ پایا گیا بلکہ وہ اپنی قوم کی فکر میں رہے۔انہوں نے کسی سے نہ شکوہ کیا نہ شکایت، نہ الزام تراشی کی نہ بدگمانی ظاہر کی۔خوش رہے اور راضی رہے اور اپنے کام میں لگے رہے، نہ اپنوں کے پیچھے پڑے کہ ان کے لئے ضرور کچھ کیا جائے اور نہ غیروں کے آگے سر جھکایا بس اپنے چہرے پر ایک پر اسرار مسکراہٹ سجائے اپنے دشمن کو وہ سب کچھ کرتا دیکھتے رہے جس کے لیے وہ پہلے سے تیار تھے، اور یوں بس ایک دن صبح سویرے شکر بھرے الفاظ وراثت میں چھوڑ کر اسی طرح ہنستے مسکراتے دنیا سے چلے گئے......

ہاں! انہوں نے ایک بہت بڑا احسان کیا...... بہت عظیم احسان......

کہ وہ اپنے جس شعور کی بناء پر اس اونچے مقام پر پہنچے اس کی کرن ہمارے لئے چھوڑ گئے......

انہوں نے جیل میں ایک کتاب لکھی اور یہ پیغام بھجوا دیا کہ اس کتاب کو حاصل کیا جائے اور چھپوایا جائے......

الحمدللہ وہ کتاب حاصل ہوگئی اور اب چھپ بھی گئی ہے......

کتاب کا نام ہے ''آئینہ''......اور حقیقت میں یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے......

اس میں کیا کیا ہے؟ یہ بتا کر اور سنا کر آپ کا مزا کیوں خراب کروں......آپ خود ہی دیکھ لیجیے گا......میری خوش نصیبی کہ میں درجن بھر بار پڑھ چکا ہوں اور لگتا ہے کہ مزید بھی پڑھتا رہوں گا۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بچپن سے ہی زندگی مجاہدین کی صحبت میں گذر رہی ہے۔ان کی محبت اور ان کے ساتھ نسبت ہی وہ سرمایہ ہے جو سب سے قیمتی ہے اور جسکی حفاظت کی فکر بھی رہتی ہے۔کتنے اونچے اونچے لوگ، کیسے کیسے روشن چہرے......کیا کیا پاک باطن فدائی اور شہادت کے شیدائی، کیسے کیسے فاتحین۔یوں الحمدللہ دن رات یہ بڑے لوگ احساس کمتری میں مبتلا کئے رہتے ہیں۔لیکن افضل شہیدؒ نے تو ایسا کر دیا کہ گویا ایک انتہائی پست قامت حقیر سا بونا ایک ہمالیہ کے نیچے کھڑا حیرت وحسرت سے اس کی بلندی اور اپنی پستی کو دیکھ رہا ہو......

بس ایک ہی احساس کہ ایسا شعوری مومن اور ایسا شعوری مجاہد اس زمانے میں، ہمارے نصیب میں......

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

شاید کسی کو یہ مبالغہ لگے لیکن واللہ العظیم ذرہ برابر بھی نہیں ہے......میں نے تو اس ''آئینہ'' میں جو کچھ دیکھا

وہ یہی ہے۔اب وہ آئینہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ بھی دیکھنے کی کوشش کیجئے......

☆......☆......☆

آئینہ آلہ خود بینی ہے اور خود بینی ضروری ہے۔انسان سجتا سنورتا ہے تو آئینے کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔پھر کچھ اس نیت سے محو دید ہو جاتے ہیں کہ اپنا عیب اور کوتاہی تلاش کر کے دور کریں اور کچھ ''نرگسی کوفتے'' اپنے دیدار میں ہی کھو جاتے ہیں۔یوں آئینہ کبھی ہوشیاری کا سبب بنتا ہے اور کبھی مدہوشی کا۔افضل شہید نے بھی ہمارے لئے ایک آئینہ چھوڑا ہے۔آیئے! ہم اس میں اپنا ایمان دیکھیں، عمل دیکھیں، نظریہ دیکھیں، شعور دیکھیں۔یہ جو کچھ دکھا رہا ہے وہ ضروری ہے۔ہم میں ان جیسا کیا ہے اسے چھوڑیئے۔اسے تلاش کرتے ہیں جو ہم میں ان جیسا نہیں ہے، اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر بڑے انسان کی باتیں اور حالات ''آئینہ'' ہی ہوتے ہیں لیکن ہم اس کا مقصد اسی طرح کھو دیتے ہیں کہ جو ایک آدھ زینت اپنے چہرے پر ان جیسی نظر آ جائے اسی کی دید میں محو ہو کر خود کو ان کے ساتھ کھڑا کر لیتے ہیں اور یوں وہ ہزاروں داغ اور دھبے جو باطن سے ظاہر تک، عقیدے سے عمل تک، کلام سے فکر تک، ہر جگہ گھسے ہوتے ہیں وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

آیئے! اس آئینے میں اس انداز کی ''خود بینی'' کا ارتکاب کرتے ہیں اور افضل کے ''افضل'' ہونے کا سبب اور اپنی پستیوں کی وجوہات تلاش کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

www.rangonoor.com

پیغاماتِ افضل

☆ شہادت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل اہلِ خانہ اور اہل ایمان کے نام

☆ امیر محترم کے نام

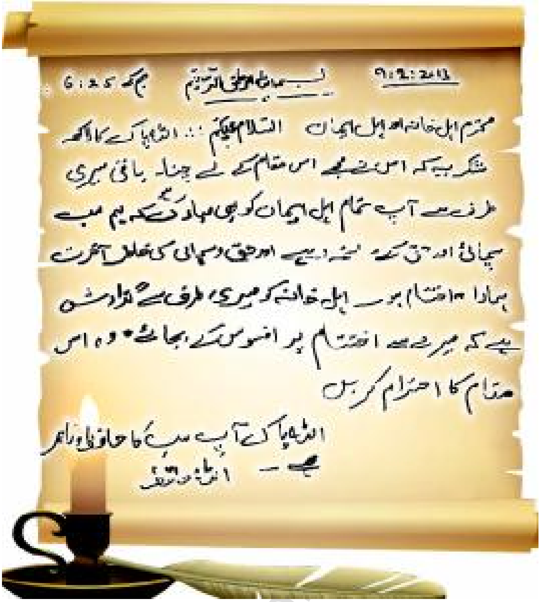
☆ اپنی کتاب کے انتساب میں

☆......☆......☆

مختصر ہے یہ شوق کی رُوداد

ہر نَفَس داستاں ہے پیارے

www.rangonoor.com



9:9:2013 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صبح کے 6:25

محترم اہل خانہ اور اہل ایمان السلام علیکم :: اللہ پاک کا لاکھ
شکر ہے کہ اس نے مجھے اس مقام کے لیے چنا باقی میری
طرف سے آپ تمام اہل ایمان کو بھی مبارک ہو کہ ہم سب
سچائی اور حق کے ساتھ رہے اور حق وسچائی کی خاطر آخرت
ہمارا اختتام ہو۔ اہل خانہ کو میری طرف سے گذارش
ہے کہ میرے سے اختتام پر افسوس کرنے کے بجائے وہ اس
مقام کا احترام کریں
اللہ پاک آپ سب کا حافظ و ناصر
ہے۔ اللہ حافظ

صبح کے 6:25

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم اہل خانہ اور اہلِ ایمان

السلام علیکم ::

اللہ پاک کا لاکھ شکر یہ کہ اس نے مجھے اس مقام کے لیے چنا۔ باقی میری طرف سے آپ تمام اہل ایمان کو بھی مبارک ہو کہ ہم سب سچائی اور حق کے ساتھ رہے اور حق وسچائی کی خاطر آخرت ہمارا اختتام ہو......اہل خانہ کو میری طرف سے گذارش ہے کہ میرے سے اختتام پر افسوس کے بجائے وہ اس مقام کا احترام کریں۔

اللہ پاک آپ سب کا حافظ وناصر ہے۔

اللہ حافظ

شہید محمد افضل گوروؒ کا امیر المجاہدین حضرت مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے نام ایک خط

محترم امیر صاحب:

السلام علیکم:

یہ کتاب مصنف کے اصل نام سے ہی شائع ہو، راقم کے دل سے کفر کے تمام خدشات وخطرات اللہ کے کرم وفضل سے نکل چکے ہیں اور نکل رہے ہیں یہاں (وادی) پر اس کتاب کا شائع ہونا میرے لئے دشوار ہے کیونکہ کوئی معتبر اور ہمت والا ذریعہ واسباب نہیں ہے، میری دلی خواہش ہے کہ یہ کتاب جلد از جلد print ہو کے وادی کے عام لوگوں تک پہنچ جائے...... یہ کام کس طرح انجام پائے اس کے بارے میں آپ حضرت خود ہی فیصلہ کریں۔ میرے اختیارات چار دیواری کے اندر بند ہیں مگر میرے جذبے اور ارادے انشاء اللہ وہیں ہیں جہاں پر شہید غازی باباؒ نے چھوڑا تھا...... یہ کتاب میں نے 2010 میں تیار کی تب سے اب تک کوئی معتبر source کے نہ ملنے کی وجہ سے یہیں پڑی تھی...... اگر ممکن ہو تو میرے ساتھ رابطے کا کوئی معتبر اور پختہ ذریعہ تلاش کر کے بتائیں...... کیونکہ کئی باتیں ہیں جو میں کہنا، لکھنا چاہتا ہوں...... تمام رفقا اور اہل خانہ کو میری طرف سے پر خلوص السلام علیکم

اللہ حافظ

دعاؤں کا طالب

محمد افضل گورو

www.rangonoor.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اُن شہداء کے نام جو اپنے لہو سے اور اُن اہل قلم کے نام جو اپنے قلم (روشنائی) سے قوم وملت میں خودی اور خدا شناسی کی روح بیدار کرتے ہیں۔

(محمد افضل گورو)

www.rangonoor.com

آغاز کتاب

www.rangonoor.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ (MIRROR)

مؤمن مؤمن کا آئینہ ہوتا ہے۔ایک دوسرے میں وہ اپنے آپ کو دیکھتے،سنوارتے،سجاتے اورنکھارتے ہیں،اپنے باطن کو ظاہر کی طرح صاف کرتے ہیں۔اپنے جذبات،احساسات، افکار،اقدار اور پیمانوں میں ہم آہنگی وہم رنگی محسوس کرتے ہیں،خامیوں اور خرابیوں کو دور کرتے اور اوصاف وخوبیوں کو تقویت وطاقت عطا کرتے ہیں۔مؤمن کی ہر ادا ہر بات،اسکا ہر لمحہ دلفریب اور دلرُبا ہوتا ہے۔خندہ پیشانی اور مسکراہٹ اس کے چہرے کا حصہ ہوتا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے مؤمن کی قرآنی تصویر کو اشعار میں خوب ڈھالا ہے:

ہر لحظہ ہے مؤمن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں، کردار میں اللہ کے برہان

مؤمن اس ربانی وروحانی خاندان کا فرد ہے جو حضرت آدم،نوح،موسیٰ،عیسیٰ علیہم السلام،محمد ﷺ سے چلتا آیا ہے۔مؤمن زمین پر اللہ کی نشانی ہوتا ہے،مؤمن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔مؤمن زمین پر حجۃ اللہ ہے جس کا شوق اور جس کو محبوب ملاء اعلیٰ بھی رکھتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا مؤمن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔علامہ اقبالؒ نے کہا کہ مؤمن قاری نظر آتا ہے مگر حقیقت میں قرآن کا ترجمان ہوتا ہے۔

نگاہ مرد مومن:

1998ء تک میری زندگی بے مقصد گذر رہی تھی۔ایک نظر،ایک ملاقات نے میری زندگی کے شب وروز میں ایک انقلاب برپا کردیا۔یہ نظر ایک مؤمن،ایک مجاہد،ایک نوجوان،خدادوست، درویش صفت انسان شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔میں نے نسیم حجازی کی کتابوں میں جن مجاہدوں کو پڑھا تھا۔ان میں سے ایک میرے سامنے آگیا۔

غازی بابا شہیدؒ:

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کا اگر مختصر تعارف کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ اس کے اوصاف، کردار، گفتار، افعال ہر ادا میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع کا عکس (Shadow) نظر آتا تھا۔ اس کی خاموشی تفکر سے لبریز ہوتی تھی۔ اللہ کے خوف کے سوا میں نے اسکے چہرے پر کبھی کسی کا خوف نہیں پایا۔ وہ دین وملت کی عزت وآبرو کے بارے میں ہمیشہ بولتا تھا، سوچتا تھا۔ عسکریت اسکی نس نس میں بھری تھی۔ دلفریبی، دلکشی، دلرُبائی، دل داری کا وہ مجسم تھا۔ ایثار، اخلاص اور قربانی کا آئینہ تھا، یہی وہ آئینہ تھا جس نے مجھے میری پہچان کرائی۔

طلب سچی ہو تو مطلوب مل جاتا ہے:

1990ء میں میں جب میڈیکل کالج چھوڑ کر مظفر آباد (پاکستانی کشمیر) چلا گیا چونکہ وہ فیصلہ شعوری سے زیادہ جذباتی تھا اس فیصلے میں جذبات غالب تھے اور شعور وفکر اور نظریہ قلیل اور کمزور تھا، پھر مختلف تنظیموں کی آپسی رسا کشی، نام ونمود، تحریک کو ذریعہ معاش بنانا، اخلاص وایثار کا فقدان، نظم وضبط کی کمی، لائحہ عمل ونصب العین کا متعین نہ ہونا۔ ان وجوہات نے جذبات کو نہ صرف ٹھنڈا کر دیا بلکہ شعور وفکر کو بھی متاثر کیا۔ چونکہ بھارت کے سامراجی ظلم اور برہمنی سوچ و جذبے اور چانکیا کی سیاسی پالیسی میں فرق نہیں آیا، اس لیے مقصد (cause) اپنی جگہ موجود تھا۔ سوار کو سواری چاہیے، جذبات کو اظہار چاہیے، اس لیے طلب وتلاش دل ودماغ میں ہمیشہ رہی۔ اپنی ملت ودین کی تذلیل وتوہین اندر اندر سے دل ودماغ کے ساتھ روح کو بھی زخمی کر رہی تھی۔ چارہ گر اور چارہ سازی کی طلب وتلاش نے شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا دیا، طلب وتلاش انسان کو متحرک کر ہی دیتی ہے۔ طلب خالص ہو تو مطلوب مل ہی جاتا ہے۔

"نگاہ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

غازی بابا شہیدؒ کے مثالی احوال:

پہلی ہی ملاقات میں "میں" نہیں رہا۔ جس کسی نے بھی غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوگا اسکو میری

باتوں میں کوئی مبالغہ آمیزی محسوس نہیں ہوگی۔ میں وادی کے جن جن علاقوں میں غازی بابا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا ہر ایک کہتا تھا کہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تو گھر کیا ہم جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کے لئے (مخلوق کے دل میں) محبت پیدا کر دیتا ہے۔ (سورہ مریم)''

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے چپہ چپہ سے واقف تھا۔ ایک عام مجاہد کی حیثیت و تشکیل سے لیکر پوری تنظیم کے کمانڈر اعلیٰ کی تشکیل تک اسکے کام میں فرق نہ آیا۔ اس نے اپنے لئے تمام حقوق ترک کئے تھے، صرف فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرتا رہا۔ ایثار، نرمی، حیاء، غیرت و جرأت، عزم و جزم، نظم و ضبط یہ اوصاف اس کے تمام افعال و گفتار اور کردار میں واضح نظر آتے تھے۔ اسکی رفاقت میں بزدل ''دلیر'' اور بے ادب ''باادب'' بن جاتا تھا۔ وہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، باتیں کرنے میں غرض ہر فعل کو شریعت کے تقاضوں کے مطابق پورا کرتا تھا۔

ایک دن میں نے غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بوڑھی عورت کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے دیکھا وہ اس بوڑھی عورت کو جسکا بیٹا یا پوتا شہید ہوا تھا شہادت کے درجے اور مرتبے سمجھا تا تھا، شوق شہادت، جذبہ جہاد، ملت و دین کی سربلندی کا جذبہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خون میں گردش کرتا تھا ایک عسکری کارروائی ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی ہوتی، دوسری کارروائی کے بارے میں باتیں کرنا شروع ہو جاتا تھا۔

جن راستوں، گلیوں، پہاڑوں اور میدانوں سے گزرتا تھا صرف عسکریت کے تعلق سے غور وفکر کرتا رہتا تھا۔ ہر چیز، ہر ذریعہ اور ہر قسم کے وسائل، ہر بات، ہر معاملے کا رخ عسکریت کی طرف ہوتا اور عسکری تحریک کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی فکر میں رہتا تھا۔ نئی حکمت عملیاں، نئے طریقے، دشمن پر کس طرح زیادہ سے زیادہ کامیاب حملہ کیا جائے، اسکے لئے ساتھیوں سے اور رفقاء سے مشورہ کرتا رہتا تھا۔ دشمن کے سربراہوں اور بڑے بڑے فوجی و پولیس آفیسروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا، ان کی نقل وحرکت، ان کے پروگراموں و پالیسیوں کے بارے

www.rangnoor.com

میں معلومات حاصل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا تھا۔

پاکیزگی کا وہ نمونہ تھا، ہر وقت باوضو رہتا تھا چاہے کتنی سردی کیوں نہ ہو، فجر کے بعد طلوع آفتاب تک تلاوت میں مشغول رہتا تھا۔ایک صبح ایک اونچی پہاڑی پر ہم سب لوگ فجر کی نماز پڑھ کر سو گئے، اتنی سخت سردی تھی جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا غازی بابا پرسکون ہو کر تلاوت میں آنسوؤں کے ساتھ مشغول تھا۔ جب بھی کسی بات، مشورہ یا کسی معاملے کے متعلق اکٹھے بیٹھتے تھے آخر میں خصوصاً درود ابراہیمی اور دعا لازم ہوتی تھی۔ یہ دعا اسکے ہونٹوں پر ہمیشہ رہتی تھی ''یاالٰہی ہمیں شہداء کے مقدس لہو کے ساتھ وفا کرنے کی توفیق عطا فرما''

آنکھیں نم، عاجزی وانکساری دعاؤں کا مسلسل حصہ رہتا تھا۔اُن کی دعائیں قبول ہوگئیں، اللہ پاک نے ان کو شہادت کا عظیم درجہ عطا کیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

تحریک کشمیر قائد کے انتظار میں:

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ جہاد کشمیر کے ان جانباز مخلص سپاہیوں میں سے ایک مجاہد تھے جو ہر طرف سے اپنے کانوں اور آنکھوں کو بند کئے ہوئے اللہ کی راہ میں مصروف رہے، وہ تنظیمی رسا کشی، سیاسی و نظریاتی اختلاف، افتراق وانتشار، خفیہ ایجنسیوں کے خود غرضانہ ومنافقانہ رویہ، کشمیر میں عوام کی بے یقینی اور لاتعلقی جو نام نہاد علیحدگی پسند بے ضمیر اور بزدل لیڈروں کی وجہ سے تھی وغیرہ وغیرہ وہ ان تمام باتوں اور حقائق سے باخبر تھا۔ ایک دن میں نے غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کشمیر کے بجائے اسکو افغانستان یا کسی اور جگہ جانا چاہیے۔اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ یہاں

کوئی قیادت، کوئی سیاسی لائحہ عمل، مقصد، ہدف یا کوئی ایسا روڈ میپ نہیں ہے جس کو سامنے رکھ کر کام کیا جائے۔ عام لوگ جہاد (عسکریت) سے لاتعلق نظر آتے ہیں۔ اُس مردمجاہد کے جواب نے مجھے بے زبان کر دیا، اس نے کہا میں کشمیر کے گھر گھر، گلی گلی دیکھ چکا ہوں عوام جہاد کا ساتھ دے رہے ہیں اور نوجوان قربانیاں دے رہے ہیں اور دینے کی خواہش بھی رکھتے ہیں اگر کمی ہے تو وہ قیادت کی۔ قیادت یعنی عسکری قیادت۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتا رہا کہ نوجوان مظفرآباد جانے کے بجائے یہاں کشمیر میں ہی عسکریت کی تربیت حاصل کریں تاکہ یہ عسکری تحریک مضبوط جڑیں پکڑ لے۔ اس تعلق اور اس (Direction) میں وہ عملی طور پر مصروف بھی تھا۔

وہ خفیہ اداروں سے متنفر تھا اور اُن کے نفاق کے بارے میں خبردار کرتا تھا، میں جب جب بھی غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرتا تھا تو میری دینی فکر و جذبہ میں اضافے کے ساتھ مضبوطی آتی تھی۔

اس کی مجلس، اس کی انجمن، اس کی محفل میں ایک روحانی تاثیر رہتی تھی۔ میں نے اسکے چہرے پر ہمیشہ سنجیدگی کے ساتھ شفقت و محبت کا نور پایا۔ اللہ پاک پر مکمل اعتماد و بھروسہ کی وجہ سے اس میں خوداعتمادی اور عزم و جزم کی طاقت موجود تھی، ہر فیصلہ خوداعتمادی کے ساتھ کرتا تھا۔

”پھر جب کسی بات کا عزم کرو تو اللہ پر بھروسہ کرو...... بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔“ (القرآن)

وہ ہر فیصلے سے پہلے ہر مجاہد کی رائے اور مشورہ لیتا تھا۔ آدمی کا دنیا میں سب سے بڑا اور مقدس کام فرض کو بجالانا ہے۔ فرض کی بجاآوری یہ ہے کہ وقت کی فوری مانگ کو پورا کیا جائے اس لئے کہ جس نے وقت کھو دیا اور اسکی پکار، طلب اور تقاضے سے بے پروائی کی اور پہلوتہی کی اس نے سب کچھ کھو دیا۔ وقت کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا۔ وقت ایک تلوار ہے اگر انسان اسکا استعمال نہیں کرتا تو وہ خود انسان پر استعمال ہوگی۔

عسکریت کی اقسام اور شاہین کا مزاج:

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے اوقات کو عسکریت اور عبادتوں میں مصروف رکھتا تھا۔ وہ عملی طور پر

اپنے افعال وکردار کے ذریعہ ہماری تربیت کرتا تھا۔ میں نے کبھی بھی اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ سنی جس کو وہ پہلے عملی طور پر نہ کر پایا ہو۔ وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو کہتا تھا وہی کام کرتا تھا۔ لمبے لمبے پلان وہ کبھی نہیں بناتا تھا۔ پہلے ایک کام پھر دوسرا اس طرح میں نے ان کو ہمیشہ ایک کامیاب اور عملی طور پر مکمل آدمی کی شکل میں پایا، وہ کم سے کم اسلحہ سے زیادہ سے زیادہ اور بڑی سے بڑی کارروائی کرتا تھا۔عسکری کارروائیوں میں تقریباً ہمیشہ عملی طور پر خود موجود رہتا تھا۔

پہاڑی عسکریت، جنگل کی عسکریت،شہری عسکریت ہر طرح کے میدان اور ماحول میں وہ اپنی صلاحیت وقابلیت کا مظاہرہ نظم وضبط،عزم واعتماد کے ساتھ انجام دیتا تھا۔ موجودہ دور کی عسکری تحریکوں میں خصوصاً شہری عسکریت(urban-warfare) یا پہاڑی عسکریت میں صرف ہمت اور حوصلے سے کام نہیں چلتا یہ باضابطہ ایک ہنر، ہوش مندی، پورا علم اور ہر طرح کی expertise کا تقاضا کرتی ہے۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے عجیب عجیب صلاحیتیں بخشی تھیں۔ دشمن کے آدمیوں سے کام لینا، کسی گھر میں کوئی مجلس یا مشورہ ہوتا تھا گھر میں ایک فرد کے سوا کسی کو پتا بھی نہ ہوتا تھا کہ یہاں مجاہد آتے جاتے اور مشورہ کرتے رہتے ہیں۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے سے زیادہ دوسرے ساتھی کا خیال رکھتا تھا۔ رازداری کی وہ ہمیشہ تاکید کرتا تھا۔ کسی گاؤں میں اس کے ساتھی یا ہمدرد کو دوسرے ساتھی کا پتا بھی نہیں ہوتا تھا۔ تقریباً 11 سال وہ وادیٔ کشمیر میں جہاد میں مصروف رہا۔ جنگل جنگل، پہاڑ پہاڑ ہر جگہ اس نے بسیرا کیا۔

گذر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

وہ ایک شاہین صفت مردِ مجاہد تھا۔ پہاڑوں میں رہ کر اس کے عزائم و مقاصد بھی پہاڑوں جیسے بلند ہوگئے تھے۔ اس کی نظر اور اس کا دل پاکیزہ تھا وہ پاکیزگی اور سادگی کو پسند کرتا تھا۔ وہ ساتھیوں پر اعتماد و بھروسہ کرتا تھا۔ ساتھیوں کو کام کی ذمہ داری سونپ کر ان کے جوہر، ہنر اور صلاحیتوں کو نشوونما دیکر ان کو نکھارتا تھا۔ وہ باتیں جن کا تعلق عمل، حقیقت وواقعیت سے نہ ہو ان پر کبھی بات نہیں کرتا تھا۔ کرکٹ وغیرہ کی باتیں کرنے سے منع کرتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔تخلیقی (Creative) کاموں میں خود اور ساتھیوں کو مصروف رکھتا تھا۔

ہر فرد کے ساتھ اس کی صلاحیت، رجحان اور علم وفہم کے مطابق بات کرتا تھا۔ اور اسی کے مطابق ذمہ داریاں سونپتا تھا۔ اخلاقی اقدار، پاکیزہ کردار و اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ساتھیوں کو تاکید و تلقین کرتا رہتا تھا، سگریٹ، تمباکو وغیرہ بری عادتوں کو برداشت نہیں کرتا تھا۔ لیکن نصیحت وغیرہ ایک شفیق بھائی کی طرح کرتا تھا۔شوقِ شہادت خود میں بھی رکھتا تھا اور ساتھیوں میں بھی پیدا کرتا تھا۔ وہ سوز وگداز سے پر تھا۔عسکری تحریک اور عسکریت میں نئے طریقے ڈھونڈ نکالنا اس کا شغل تھا۔

نام ونمود اور شہرت پسندی سے دور:

11 سال وادئ کشمیر میں عسکریت کے ساتھ وابستہ ہونے کے باوجود خفیہ ادارے IB، فوج وغیرہ کبھی ان کو جان نہیں پائی پکڑنے یا گرفتار ہونے کی بات ہی نہیں۔ ہ نام ونمود سے ہمیشہ دور رہتے تھے، اشتہار بازی، پبلسٹی وغیرہ جو باقی تنظیموں میں عام تھا۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ صرف عملی اور واقعیت کی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔

احادیث میں آیا ہے کہ بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود، پرانی چادروں والے، لوگوں کے دروازوں سے ہٹائے جانے والے، وہ جب حاضر (موجود) ہوں تو کوئی پہچانے گا نہیں، غائب ہوں تو کوئی ڈھونڈے گا نہیں وہ لوگوں کے حقوق پورے کرتے ہیں ان کے حقوق کوئی پورے نہیں کرتا......لیکن اگر یہ لوگ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا فرمادے گا ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور وہ ہر گرد آلود اور تاریک آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔ (طبرانی، حاکم)

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ جہاد کشمیر کے لیے خصوصاً عسکریت کے لئے ایک نمونہ (Symbol) ہیں یہ انہی جیسے مخلص اور باوفا شہداء کے مقدس لہو کی تاثیر اور نتیجہ ہے کہ تحریک کشمیر ابھی بھی زندہ ہے۔ شہداء کے مقدس لہو سے ایک ایسا خاموش اور نظر نہ آنے والا انقلاب اور انقلابی نسل تیار ہو رہی ہے جوان شاء اللہ اس دین وملت کی عزت کو بلند کرے گی۔

مقامِ شہداء:

شہداء حقیقت میں مرتے نہیں نہ ان کو مردہ کہنا یا تصور کرنا جائز ہے۔ ان کے اخلاص، ایثار اور کردار کے تصور سے وہ لوگ جو روحانی و اخلاقی طور پر غفلت میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں بیدار ہو جاتے ہیں۔ جمود ٹوٹ کر حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک روحانی تحریک جنم لیتی ہے، شہداء کے مقدس لہو سے قوم میں جان آ جاتی ہے۔ بے روح الفاظ میں جان پڑ جاتی ہے، اسی طرح شہداء کا تصور ایک زندگی برپا کر دیتا ہے، ایک زندہ چیز ہی دوسری زندگی کو جنم دیتی ہے، لہٰذا شہداء روحانی طور پر ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اہل دل، اہل ذوق، اہل وجدان اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
حیات بھی حیات ہے اور موت بھی حیات ہے

شہداء کی عظمت، ان کے مراتب، ان کے درجات قرآن و احادیث میں واضح اور صاف طور پر بیان ہوئے ہیں جنت میں پہنچ جانے کے بعد وہاں سے کوئی واپس آنے کی خواہش یا تمنا نہیں کرے گا۔ لیکن شہداء کی روحیں اپنے مراتب، درجات اور انعامات دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں دنیا میں واپس دوبارہ بھیج دیا جائے تا کہ ہم پھر اللہ کی راہ میں جان دے کر اور انعامات و درجات کے حقدار بن جائیں۔

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ اکثر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر کہتے تھے:

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

اللہ کے حبیب محمد ﷺ نے خود یہ خواہش ظاہر کی کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، پھر دوبارہ زندہ ہو کے شہید ہو جاؤں، پھر دوبارہ زندہ ہو کے شہید ہو جاؤں......

آہ! اے نوجوان:

افسوس صد افسوس ہمارے نوجوان شوقِ شہادت سے خالی، جذبہ جہاد سے خالی، ان کے دلوں میں دنیا، دولت، نام و نمود، شہرت، فیشن، کرکٹ، کھیل، سیاست، مادی ترقی۔ ان کو زندگی کی اصل

لذت کا احساس ہی نہیں۔شہادت کی چاشنی، جہاد کی عظمت، رتبہ، امت کے تعلق سے ان پر ذمہ داری جو عائد ہوتی ہے یہ نوجوان اس چاشنی اور عظمت اور ذمہ داری سے ناواقف و غافل پڑے ہیں۔اور اگر کوئی جہاد کی طرف لپکتا ہے تو بے ضمیر ملت فروش نام نہاد سیاسی لوگ ان کو جمہوریت اور دجالی اقوام متحدہ کی طرف موڑ دیتے ہیں۔یہ نام نہاد سیاسی خودغرض گمراہ لیڈران نوجوانوں کی روحانی واخلاقی ،فکری وجذباتی توانائی وصلاحیت کو اس طرف موڑ دیتے ہیں جہاں گمراہی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔دنیا سے شدید محبت اور موت سے خوف۔اس فکر وجذبے نے امت کے نوجوانوں کو اتنا بے وزن اور بے وقعت بنا دیا ہے کہ اب وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر امریکہ و یورپ کے مادی فلسفہ حیات میں پھنس چکا ہے۔اس دلدل سے نکلنے کا واحد طریقہ صرف اور صرف دین فطرت کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال لینا ہے۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے مولوی کو مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ (ان نوجوانوں کو)

"دے انہیں سبق خود شکنی اور خود نگری کا"

سرمایہ دارانہ نظام اور فکری غلامی:

اپنی خودی (Self) کو پہچاننے سے ہی انسان مقصد حیات کو جانتا ہے اور اپنے اندر اس قدر طاقت محسوس کرتا ہے کہ وہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت کی تمنا اپنے اندر پیدا کر سکے، یہ سب خودی کے تصور میں مضمر ہے، جو تعلیم انسان کو اپنے رب سے آشنائی نہ کرائے وہ تعلیم نہیں۔جو تعلیم انسان کے کردار کو نہ بدل دے کہ اسکا رشتہ کائنات اور رب سے کیا ہے؟ وہ تعلیم نہیں، علم نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ آج کا سارا تعلیمی نظام اور علم فن اور ہنر بن چکا ہے۔انسان سرمایہ داروں کی مشینوں کا ایک پرزہ اور ایک چھوٹا مشینی پہیہ (Cog) بن چکا ہے۔جو مشین کے ساتھ گھومتا ہے اور گھستا ہے۔سرمایہ دارانہ نظام اب ایک بدترین شکل اختیار کر چکا ہے۔پہلے زمانے میں جبری مزدور (Bonded-labour) کی زنجیریں اور اس پر ڈھایا جانے والا ظلم نظر آتا تھا۔اب عام انسان اس سے بھی زیادہ بدحال اور بدترین شکل کی غلامی وظلم میں پھنس چکا ہے مگر نہ زنجیریں اور نہ ظلم نظر آتا ہے۔عورت کو بازاری بنایا گیا اور وہ اسی کو اپنی آزادی وعزت سمجھ رہی ہے۔فکر، جذبے، گفتار

وافعال، طبیعت ومزاج غرض انسان کا ہر پہلو غلام اور گرفتار ہے، اور وہ اس غلامی سے نکلنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس کی فکر بھی قیدی بن چکی ہے جس سے سوچتا، سمجھتا اور تدبر کرتا ہے۔

بات چل رہی تھی شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کہ وہ مغربی طرز زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، جس طرز زندگی کی بنیاد مادیت (Materialism) پر ہے، جہاں اخلاقی وروحانی اقدار کی کوئی قدر و قیمت نہیں، جہاں انسان کو دو ٹانگوں والا ارتقاء پذیر (Evolved) جانور تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں روز محشر کی جوابدہی (Accountability) کا کوئی تصور ہی نہیں۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کا طرز زندگی عملی طور پر اسلامی فلسفہ حیات کی ترجمانی کرتا تھا۔ اس کی زندگی کو دیکھ کر دل میں امیدیں اور روح میں رعنائی پیدا ہوتی تھی۔ بقول غالبؔ

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اسلام دینِ فطرت:

دین اسلام کے حق ہونے کے ثبوت انسان کے نفس اور کائنات میں چاروں طرف بکھرے ہیں، ایک ثبوت یہ بھی ہے اگر اس دور میں بھی کوئی انسان اخلاص اور سنجیدگی (sincerely & seriously) کے ساتھ دین فطرت پر عمل کرتا ہے تو نتائج وپھل ویسے ہی ملتے ہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ملتے تھے۔ یہ دین فطری دین ہے، فطرت وکائنات کے ساتھ ہم آہنگ، ازلی وابدی دین۔ اسی دین فطرت پر حضرت آدم، نوح، موسیٰ، ابراہیم، عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ اسی دین فطرت پر دنیا کا ہر بچہ پیدا ہوتا ہے، یہ دین ہر وقت ہر حال ہر مقام ہر دور میں قابل عمل اور قابل فہم تھا، ہے اور رہے گا۔ اس دین نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ابوبکر کو صدیق اکبر، عمر کو فاروق اعظم، علی کو مرتضیٰ واسد اللہ، خالد کو سیف اللہ رضی اللہ عنہم بنایا۔ یہ دین آج بھی ایسا ہی قابل فہم اور قابل عمل ہے اور آج بھی یہ دین ایسی ہی طاقت، نتائج وثمرات دے سکتا ہے۔ دجال امریکہ اگر (Joseph Tainter) جیسے اپنے دانشوروں کی باتیں اب بھی مان لے تو اس کو اسلام اور مسلم دشمنی ترک کرنی ہوگی ورنہ جو قیصر وکسریٰ اور فرعونی حکمرانوں کا حشر ہوتا رہا وہی حشر اسکا بھی

www.arganoor.com

ہوگا۔ امت مسلمہ کو نا امیداور مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دین فطرت دنیا کا پہلا اور آخری دین ہے اسی دین پر پیڑ، پودے، چاند، سورج، زمین وآسمان قائم ہیں۔

قرآنی اصولوں کی طرف لوٹ آؤ!

ہمیں بھی اپنے آپ کو اسی ربانی نظام (Divine order) کے حوالے کرنا ہوگا۔ پھر کائنات کا ذرہ ذرہ انسان کا ہمدم وہم نشین بن جاتا ہے۔ پوری انسانیت کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ ضرب کلیمی نے فرعون کے مصنوعی خدائی دعوے کو پانی میں غرق کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیصر وکسریٰ کی طاقت کو اپنے گھوڑوں کے پیروں تلے روندا۔ ہمیں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے طریقہ حیات کو اختیار کرنا ہوگا۔ قرآن میں طالوت اور ظالم طاقت جالوت کا واقعہ موجود ہے۔ قرآن پاک میں جن واقعات وحوادث کا بیان ہے ان میں بنی نوعِ انسان خصوصاً امت مسلمہ کے لئے اخلاقی قوانین، اصول اور طریقہ حیات کے لئے رہنمائی (Guide-lines) موجود ہیں۔ قرآن پاک میں واضح اور معین اصول متعین کئے گئے ہیں۔ قرآنی تعلیمات، نظام اخلاق، نظام اقدار کا تعلق واقعاتی اور عملی زندگی کے ساتھ ہم آہنگ اور جڑا ہوا ہے۔ ان میں مقصدیت ہے۔ قرآن کا فلسفہ واقعاتی، تجرباتی اور اسلامی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ نہ اس میں خیالی خودفریبی ہے نہ زندگی گریز افکار، قرآنی اصول زندہ اور زندگی کے ٹھوس حقائق، زمینی حالات کے مطابق ہیں۔ انسانوں اور اقوام سے تقاضے ومطالبات کر کے قرآن مخاطب ہوتا ہے۔ جب ہم طالوت اور جالوت کے واقعہ پر نظر ڈالتے ہیں تو پہلے طالوت اپنی فوج کا امتحان ندی کے پانی سے کرتا ہے۔ جو لوگ اس آزمائش و امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں فتح انہی کے حق میں آجاتی ہے۔ اس وقت اس دور میں بھی ایک ندی (نہر) بہہ رہی ہے۔ دجالی ندی، مغرب، امریکہ، مادی فلسفہ حیات کی ندی۔ جب تک امت مسلمہ اس ندی (نہر) کا پانی ترک نہیں کرے گی اس وقت تک امت جالوتی طاقتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس ندی سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا۔ طالوت نے سخت ضرورت میں صرف ایک چلو بھر پانی کی اجازت دی۔ ہم لوگ اس وقت جو مادی، مغربی سرمایہ دارانہ نظام اور فلسفے میں پھنس چکے ہیں یہاں پر بھی دنیا بقدر ضرورت (چلو بھر) لینی ہوگی اور دین پر بقدر استطاعت عمل

کرنا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے اپنے حواریوں سے کہا: لوگ بہت زیادہ دنیا اور بہت کم دین پر گزارہ کرتے ہیں تم میرے حواری بہت زیادہ دین اور بہت کم دنیا پر گزارہ کرو۔ یہی طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا، سادہ زندگی، سادہ کھانا اور پینا، زندگی کے ہر قول و فعل میں سادگی۔

امت اس وقت مادیت اور سرمایہ داری (Consumerism) کے فلسفے میں عملی طور پر اپنے آپ کو پھنسا چکی ہے جب تک اس دلدل سے نکل کر ہم قرآنی اصول، قوانین اور نظام حیات کو اپنے اوپر انفرادی طور پر لاگو نہ کرلیں جالوتی اور دجالی طاقتوں کا ہم مقابلہ نہیں کرسکتے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو ہر طریقے اور ہر اسلوب سے سمجھا دیا ہے کہ حق غالب ہونے کے لئے وجود میں آتا ہے اور باطل مٹنے کے لیے ظاہر ہوتا ہے۔ حق، باطل کا سر کچل دیتا ہے اللہ پاک نے یہ قانون اپنے اوپر لازم کیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو دنیا کی ہر شے، ہر جگہ حتیٰ کہ عبادت گاہیں مسمار ہوجاتیں۔

جہادی دعوت کے انوارات:

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسا مرد مجاہد ابتداء سے کشمیر میں جہادی دعوت کو عام کرنے کی۔ جہاد کا جھنڈا، اسلام کی سربلندی کا جھنڈا کبھی گرتا نہیں ایک ہاتھ کٹ جاتا ہے تو دوسرا اس روحانی جھنڈے کو تھام لیتا ہے۔ جہاد ایک عظیم مقدس روحانی جنگ ہے یہ اپنے لیے پاکیزہ ذرائع، پاکیزہ قیادت، وسائل واسباب، پاکیزہ ومقدس مقصد واہداف اور نصب العین کو لے کر چلتا ہے۔ یہ روحانی عمل نسل درنسل منتقل ہوتا ہے، ایک غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ چلا گیا ہزاروں غازی بابا جنم لیتے ہیں۔ یہ جہادی دعوت، یہ پُراسرار دعوت دماغوں سے سمجھی یا پہچانی نہیں جاسکتی اس کو سمجھنے کے لیے دردِ دل، ذوق و شوق، وجدانی قوت، حق کے قیام کی خاطر فکری و جذباتی میلان ہونا ضروری ہے۔ نفسانی خواہشات سے آلودہ دل میں یہ نورانی وروحانی کرنیں (Rays) داخل نہیں ہوتی ہیں۔

انسان کی طلب، تلاش، تڑپ ہی انسان کو مقصد تک پہنچا دیتی ہے مادیت کے فلسفے نے ہمارے خیالات، جذبات، رجحان، میلان ومزاج کو فاسد و بیمار بنا دیا ہے۔ ہمارے درد کی دوا صرف اور صرف قرآن پاک، سنت نبوی ﷺ اور حیات صحابہ رضی اللہ عنہم میں موجود ہے۔ خلفائے راشدین

نے قرآنی و نبوی تعلیمات کو نہ صرف اپنی فکر بنالیا بلکہ دلوں اور روحوں میں جذب کر کے ان تعلیمات کا عملی نمونہ بنے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہماری ہی طرح انسان تھے، انہوں نے حق کو دیکھا، پہچانا اور یکسوئی و سنجیدگی کے ساتھ عمل کیا۔ قرآن آج بھی مکمل اسی طرح قابل فہم قابل عمل ہے۔ جس طرح پہلے تھا۔

ملا محمد عمر اور طالبان:

ہمارے سامنے اس وقت بھی ایک عام مجاہد ''ملا عمر'' قرآن پر عمل کر کے امیر المؤمنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ بن گیا جو اس وقت پوری دنیا کی باطل، طاغوتی، دجالی قوتوں کے خلاف کھڑا ہے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ کی قیادت اس وقت ایک معجزاتی قیادت سے کم نہیں ہے۔ ایک طرف دنیا کی بڑی طاقت امریکہ، یورپ کی Nato افواج، منافقین اور بے ضمیر مسلم حکمران اور افواج جو امریکہ کے شکاری کتے جیسے ہیں، روٹی کے لیے اپنے دین و ضمیر کو بیچ چکے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی، بم، بارود، اسلحہ اور دوسری طرف مخلص مجاہدین۔ دونوں طاقتوں کا موازنہ کیا جائے تو طالوت اور جالوت والا میدان جنگ دکھائی دے رہا ہے۔ امریکہ کے ساتھ صرف اسلحہ ہی نہیں بلکہ پوری میڈیا کی مشینری، اخبار، ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ وغیرہ یہ دجالی امریکہ کے بڑے ہتھیار ہیں۔ جس سے عام مسلمان کو گمراہ کیا جا رہا ہے، حق کو دبایا جا رہا ہے، حق کے ساتھ باطل کی آمیزش کی جا رہی ہے تاکہ حق کی تاثیر کم ہو، حق مشکوک ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن باطل دینِ فطرت کے روشن چراغ کو جتنا بجھانے اور ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے اتنا ہی یہ چراغ تیز روشن ہوتا ہے۔ طالبان پہلے جماعت تھے اب تحریک بن چکے ہیں، پہلے یہ افغانستان میں تھے اب طالبان بحیثیت فکر (Idea) پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ باطل کا مکر باطل کے ہی خلاف جاتا ہے۔ ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام نے آزر و فرعون کے گھر میں ہی پرورش پائی، شہید شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ یا ملا محمد عمر حفظہ اللہ کو بھی اگر امریکہ اور اسکی حواری خفیہ ایجنسیوں نے (اپنے مقصد کے لئے) وقتی مدد کی تو کون سی نئی بات ہوگئی۔ اللہ کی مصلحت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ پھول کانٹوں کے ذریعے تحفظ حاصل کرتا ہے۔ وہی فرعون جسکے گھر میں کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام پرورش پاتے رہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا

کر کے غرق دریا ہو گیا۔ امریکہ بھی اور اس کے حواری بھی ان شاء اللہ اس ربانی جماعت (طالبان) کا پیچھا کر رہے ہیں، نیست و نابود ہو جائیں گے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ امریکہ کے جانبدار سکالر اور دانشور امریکی سرکار کو کہہ رہے ہیں کہ افغانستان سے واپس آنے میں ہی خیر ہے لیکن ظالم و سرکش متکبر طاقت اپنے ہی بوجھ (Weight) کے نیچے دب جاتی ہے جیسے مچھر زیادہ خون پینے سے گر جاتا ہے۔

خونِ شہداء کی تاثیر:

اسی افغانستان کی سرزمین سے اٹھی ہوئی شہداء کی روحانی ہوا کے جھونکوں نے ایک نوجوان جسکا نام طاہر ندیم تھا کی روح کو چھولیا۔ یہ نوجوان ایک عام مجاہد سے کمانڈر بن گیا غازی سے غازی بابا اور پھر شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ بن گیا۔ شہداء کے مقدس لہو کی روحانی ہوا کی تاثیر صرف زرخیز زمین کو گلستان میں تبدیل کرتی ہے صحراء و بنجر زمین کو نہیں۔ جن دلوں میں مغربی مادیت اور الحاد کی نجاست و خباثت داخل ہو چکی ہے، جن کے دل اور ذہن اتنے زنگ آلود ہو چکے ہیں کہ ان کے اندر اب نیکی اور حق کی بات داخل ہی نہیں ہوتی، جن کے دل و دماغ کا آئینہ اتنا میلا ہو چکا ہے کہ وہاں اب کچھ دکھائی نہیں دیتا وہ جہاد، دین حق، حق و انصاف کے لیے جذبہ و فکر کو کہاں سے سمجھ سکتے ہیں۔ غازی بابا نے پاکستان سے آ کر کشمیر کے پہاڑوں پر ڈیرہ ڈال دیا اپنی خوشحال اور شہزادوں والی زندگی کو ٹھکرا کر مشکلات و تکالیف کی زندگی کو گلے لگایا۔ کون سی چیز، کون سی بات، کون سا جذبہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو کشمیر لایا؟ یہ صرف دینی غیرت، جذبہ اور فکر، توحید کا شعور، امت مسلمہ کا درد ہے، اس تڑپ و طلب اور تلاش نے ملا عمر کو امیر المؤمنین اور غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو شہید غازی بابا بنایا۔ کشمیر کے لاکھوں جوان جن کی آنکھوں کے سامنے ظالم و جابر قابض بھارت انکی قوم کی توہین، ان کی ماؤں، بہنوں کی عزت و عصمت کو تار تار کر رہا ہے ان کے بزرگوں کو صبح و شام ذلیل کر رہا ہے لیکن یہ بے حس اور غافل نوجوان بحث و مباحثے میں مشغول ہیں کہ اقوام متحدہ (دجال) ان کو نجات دلائے گا۔ ناپاک جمہوریت ان کو نجات دلائے گی۔

شرعی جہاد راہِ نجات ہے:

سچ بات یہ ہے کہ اس کشمیری نوجوان میں غیرت وایمان مر چکے ہیں، یہ ذلت وغلامی پر مطمئن ہو رہا ہے، یہ آخرت اور روزِ محشر کے سوال و جواب کو بھول گیا ہے۔ یہ نوجوان شہداء کے مقدس لہو سے بے وفائی کے مرتکب ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں بلکہ ہم سب اللہ کے محتاج ہیں۔ ہم نہیں تو اللہ کسی اور جماعت کسی اور نسل کو کھڑا کرے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہوگا۔ ہماری غلامی اور ذلت والی زندگی سے نجات صرف خالص جہاد میں ہے۔ ایسا جہاد جس کے احکام، اصول، قوانین، حکمت عملی، مقصد و ہدف کو صرف قرآن، سنت رسول ﷺ اور خلفائے راشدین کے سرچشمہ حیات سے اخذ کیا جائے۔ ایسا نام نہاد جہاد جس کا رخ دجال اقوام متحدہ، امریکہ کی طرف ہوگا ایسا جہاد، جہاد نہیں بلکہ جہاد کی توہین اور تذلیل ہے۔

جہاد کا آئین قرآن وسنت ہوتا ہے، جہاد کے لیے مومنانہ قائد و قیادت ہونی چاہیے۔ جہاد کے لیے مومن مجاہد ہونے چاہیں......

بے شک ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام، آزر وفرعون کے گھر میں پرورش پاتے ہیں مگر جب وقت تقاضا کرتا ہے آزر وفرعون کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ حق کے لیے سچائی وانصاف کے لیے اللہ کے بھروسے پر تنہا کھڑا ہونا پڑتا ہے چاہے اکیلا ایک ہی مؤمن کیوں نہ ہو...... جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

کشمیری نوجوان کے نام:

نوجوانانِ کشمیر! شہداء کی امانت، ان کا مشن آپ کے کندھوں پر ہے اس کو آگے لے جانا آپ پر ایسا ہی فرض بن چکا ہے جیسے نماز اور روزہ...... بھارتی فوج کی موجودگی میں ہمارا مال، ہماری جان، سب سے بڑی چیز ایمان اور ہماری بیٹی، ماں، بہن کی عزت نہ صرف غیر محفوظ ہے بلکہ اسکا لٹنا یقینی ہے (اگر ہم کھڑے نہ ہوئے) یہ لڑائی و جنگ اب پہنچتے پہنچتے ہماری ماں بیٹی کی عزت و عصمت بچانے کے مرحلے ومقام تک پہنچ گئی ہے اب حجت قائم ہوچکی ہے۔

نوجوانانِ کشمیر! غازی بابا کے مشن کو لے کر آگے بڑھنا ہوگا ورنہ ہمارا دینی وجود اور تشخص ختم ہو جائیگا۔ یہ جنگ اب ہماری وجودی (Existential) جنگ بن گئی۔ گھر گھر کے باہر، سڑک،

میدان، روڈ، جنگل، کھیت، سکول ہر جگہ ظالم و جابر فوج موجود ہے ہماری زندگی کا ہر پہلو اب اس قابض فوج کے رحم وکرم پر ہے، غفلت، بے حسی، جمود ہمارے ملی و دینی وجود کو ختم کر کے رکھ دے گی۔ ہماری آنے والی نسل کی تباہی کے ذمہ دار ہم ہونگے، سکولوں میں ایک ایسا تعلیمی نظام رائج ہے جو ہماری اخلاقی وروحانی اقدار واصولوں کے خلاف ہے۔ یہ نسل جب ایسے نظام میں پرورش پائے گی تو ان کی سوچ، فکر، جذبہ، اٹھنا بیٹھنا غرض ہر چیز اخلاقی وروحانی اقدار واصولوں سے خالی ہوگی۔ آنے والی نسل کو بچانے کے لیے بھی جہاد کو آگے بڑھانا ہوگا۔ زندہ رہنا ضروری نہیں زندگی کا مقصد ضروری ہے۔ مسلمان کی جان خون میں نہیں بلکہ ایمان میں ہوتی ہے۔ جب ایمان و غیرت کا شعلہ بجھ گیا پھر انسان وحیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ جب پھول میں خوشبو ہی نہیں تو پھول کا کیا فائدہ؟

شہید آفاق شاہؒ ایک مثال:

نوجوانانِ کشمیر! ہمیں شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عسکریت اپنانا ہوگا۔ شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مرید اور شاگرد ایک پراسرار 20 سال کا نوجوان شہر سری نگر کا مردمؤمن غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی پراسرار و وجدانی نظر اس نوجوان کو سیدھا جنت ''ملاء اعلیٰ'' تک لے گئی۔ اس نوجوان نے جہاد کشمیر کی تاریخ میں ایک نئے باب، ایک نئے طریقے، ایک نئی عاشقانہ ادا کو جنم دیا، بھارتی قابض وظالم فوج کے مرکزی ہیڈکوارٹر بادامی باغ میں 25 سے 30 بھارتی فوجیوں کے پرخچے اڑا دیئے اور خود سیدھا جنت میں جا پہنچا۔ اس پاکیزہ 20 سال کے نوجوان نے کوئی سرحد پار نہیں کی کوئی ٹریننگ نہیں کی تھی۔ اس کے دل میں طلب وتڑپ تھی۔ اس شہر سری نگر کے نو عمر 20 سال کے نوجوان نے شہادت کے ذریعہ زندگی کی سچائیوں کو اپنے وجدانی تجربوں سے ہمیں آگاہ کیا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

اس نوجوان کو کشمیر میں ظالم فوجی قبضہ پسند نہیں تھا، اس نوجوان سے ملت کا غم، ملت کی توہین

دیکھی نہیں جاتی تھی یہ نوجوان پاک نظر اور پاک دل کا مالک تھا۔ مرید کی طلب و تڑپ پیرو مرشد کو کھینچ لائی، یہ ایک وجدانی و روحانی معاملہ ہے۔ بہر حال غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے چند نوجوانوں سے مشورہ کیا ان کے دل کی کیفیت جاننی چاہی یہ معصوم 20 سال کا نوجوان، اس ملت کا پھول کھڑا ہو گیا، شہادت کے مشن کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا، اس نوجوان نے غازی بابا کو حیرت میں ڈال دیا۔

کیونکہ اس نوجوان کو عرش پر سے ملاء اعلیٰ کی روحانی طاقت و تاثیر چھو چکی تھی۔ یہ 20 سال کا نوجوان اور غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ 35 سال کا مرشد۔ آفاق شہید رحمۃ اللہ علیہ بابا کی طرف لپک کر گیا اور آنسو جاری ہو گئے۔ مرید نے مرشد کا دامن اپنے موتیوں جیسے آنسوؤں سے تر کر دیا، مرشد بھی رو پڑا پوری مجلس رو پڑی عرش اعلیٰ پر قبولیت کا سامان پیدا ہو گیا۔ آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرزندانِ ملت کا ایک فرد چھوٹی گاڑی میں سوار ہوا ظالم بھارتی سامراجی فوج کے ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔ ہاتھ بٹن پر زبان پر کلمہ توحید ہونٹوں پر کلمہ توحید...... ایک زوردار دھما کہ 25 سے 30 فوجیوں کی لاشیں زمین پر...... آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی روح عرش اعلیٰ پر...... اللہ اکبر! بھارتی خفیہ اداروں کی نیندیں اڑ گئیں۔ بھارت نواز حکمرانوں کا چین اڑ گیا۔ ایک نئی ابتداء، ایک نئی ادا، ایک نیا نعرہ......

غلامی سے نفرت:

کشمیر کے سنگ بازو! (stone-pelter) آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے مرشد غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبروں کی زیارت کرو اپنے دل کی گہرائیوں کو جانچ لو، جھنجھوڑ دو، اپنے دل، ضمیر اپنی روح کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ تمہیں ایک صدا، ایک آواز، ایک دھڑکن سنائی دے گی کہ انسان آزاد پیدا ہوا اور اسکو آزاد رہنے کا حق اللہ پاک نے دیا ہے، غلامی ذلت اور موت ہے بلکہ موت سے بدتر۔ اہل ایمان غلام نہیں ہو سکتے اور جو غلامی پر مطمئن ہے اس میں ایمان کا آخری درجہ جو ذرہ برابر ہوتا ہے وہ بھی نہیں کیونکہ غلامی اور گناہ و بدی کی نفرت دل میں ہونا ایمان کا آخری درجہ ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو پھر زندگی کا کیا مطلب؟ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے پھول کی حقیقت خوشبو، آگ کی حقیقت گرمی، برف کی حقیقت سردی۔ دین و ایمان کی بھی حقیقت ہے، حیاء اور غیرت ایمان سے

www.ramoor.com

ہے، سادگی ایمان سے ہے، راستے سے پتھر یا رکاوٹ ہٹانا ایمان کی آخری حقیقت ہے۔ اگر ہم بھارتی فوج کی موجودگی سے پریشان نہیں، اگر ہم ان کے ساتھ دل سے ہنس کر بات کرتے ہیں اگر ہم اپنے ارادہ اور اختیار کے ساتھ ان سے مطمئن ہیں تو ہمارے دل میں ایمان کا آخری درجہ بھی موجود نہیں۔ جنہوں نے ہماری ایک نسل کو ختم کیا ہماری ماؤں، بہنوں کی عزت و عصمت تارتار کی، ہمارے گھروں باغوں ہمارے مال کو تباہ کیا، جو ہماری جان، مال اور عزت کے ساتھ کھیل رہے ہیں، ان ساتھ رہنے میں جو کراہت، بے چینی اور پریشانی محسوس نہیں کر رہا اس میں ایمان کا آخری درجہ بھی موجود نہیں۔ غداروں کے ساتھ زندہ رہنا ہی غداری ہے۔

بزدلی سے عمر نہیں بڑھتی:

ایک دن غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ بس میں سفر کر رہے تھے، راستے میں ایک جگہ سخت تلاشی (searching) ہو رہی تھی، فوج نے تمام مردوں کو کہا کہ بس سے اتر جاؤ تا کہ ہر ایک کی ایک ایک کر کے تلاشی لی جائے، تمام مرد اور بچے بس سے اتر گئے بس میں صرف عورتیں رہ گئیں، لیکن غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ بس میں ہی اپنی سیٹ پر رہے جب فوجی نے غازی بابا کو کہا کہ تم کیوں قطار میں کھڑے نہیں ہو رہے ہو؟ غازی بابا نے کہا آپ تلاشی لے لو ہمارا دین (دھرم) عورت کو اکیلے غیر محرم مردوں کے سامنے آنے سے منع کرتا ہے اور میرا دین (دھرم) مطالبہ کر رہا ہے کہ میں ان بہنوں اور ماؤں کے بیچ میں رہوں۔ فوجی بے زبان ہو کر نیچے اتر گیا۔ حالانکہ غازی بابا سب سے زیادہ (vulnerable) تھے اور سب سے زیادہ مشکل میں پڑ سکتے تھے۔ لیکن ایمانی غیرت نے اس کو نیچے اترنے سے روکا۔

موت اور زندگی کے فیصلے زمین پر نہیں آسمان پر ہوتے ہیں، بزدلی و بے غیرتی سے انسان کی عمر لمبی یا طویل نہیں ہوتی اور ہمت و حوصلہ اور غیرت سے انسان کی عمر کم نہیں ہوتی۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ بہت حساس اور غیرت مند مرد مؤمن تھا۔ بے حیائی اور بے شرمی کو جہاں پر دیکھتا اسی وقت اسکا خاتمہ کرتا تھا۔ جس میں حیاء نہیں اس میں ایمان نہیں۔

تحریک کشمیر کا ایک رنگ:

www.farghonch.com

اس وقت مجھے جیل میں دس سال ہو چکے ہیں اور کشمیر میں لاکھوں نوعمر نوجوان بچے بھارتی فوج کا پتھروں سے مقابلہ کر رہے ہیں جن کے دلوں سے بزدلی، بے غیرتی اور غفلت نکل چکی ہے۔ یہ تحریک کا ایک نیا مرحلہ، نیا باب اور بھارتی سامراج کے لیے نیا پیغام ہے۔ اخلاقی وروحانی اور اصولی طور پر یہ سب تبدیلی، بیداری اور قومی وملی شعور وفکر کا ارتقاء شہداء کے اخلاص، ان کی قربانی، ان کے ایثار، ان کے کردار جو وہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں، کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ شہداء کے زندہ ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اپنے عملی کردار سے قوم وملت کا جمود توڑ کر قوم کو متحرک کر دیتے ہیں۔ بزدلی، بے غیرتی، بے یقینی کی جگہ قوم وملت کے نوجوانوں کو (خصوصاً) ہمت وحوصلہ، غیرت مندی اور یقین و ایمان کی برق (current) سے متحرک کر دیتے ہیں۔ واعظ جن الفاظ کو دہراتے دہراتے تھکتے نہیں وہ الفاظ بے جان و بے روح ہوتے ہیں۔ لیکن جب یہ الفاظ جو کسی فکر، احساس اور جذبے کو پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان کے لیے انسان اپنی جان پیش کرتا ہے تو ان الفاظ میں جان وروح داخل ہو جاتی ہے، پھر ایک اخلاقی، روحانی تحریک اور بیداری قوم وملت میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ چیز، یہ بات یہ حقیقت ہم نے اپنے شعور و وجدان سے محسوس کی تھی اور اب جب کہ قوم وملت سراپا احتجاج ہے اور بیداری کا اظہار کھل کر کر رہی ہے ان جسمانی آنکھوں نے وہ چیز دیکھی جس کا وجود پہلے صرف شعور و وجدان میں تھا۔ غازی بابا ان باتوں کو کہتا رہتا تھا، مجھے یقین آتا تھا مگر ضعف ایمانی و یقین کی وجہ سے کبھی کبھی شکوک وشبہات کے بادل یقین کو دھندلا کرتے تھے جس کی ایک وجہ قوم کی بے کیفی، بے یقینی اور غفلت تھی۔

قول اور عمل ایک ہو:

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی صفت یہ تھی کہ وہ پہلے کام کرتے تھے پھر نصیحت ووعظ فرماتے، وہ وہی بات کہتے تھے جو کرتے تھے۔

> ''اے لوگو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے...... دوسروں کو تو نصیحت کرتے ہو لیکن خود کو بھول جاتے ہو، یہ بات اللہ کو پسند نہیں۔'' (القرآن)

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی روح کو سمجھ لیا تھا کہ اللہ پاک نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ ہم وہ

www.rangonoor.com

بات کہیں جو کرتے نہیں یا جو کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اس وقت معاملہ زیادہ یہی ہے بڑے بڑے پلیٹ فارم، سیمینار، جلسے منعقد کئے جاتے ہیں، لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے لوگوں کو جمع کرنے میں، مصنوعی اشتہارات، غلط پروپیگنڈا کر کے لوگوں کی فکر اور جذبے کو متاثر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سب کے پیچھے جو مقصد، ہدف، پروگرام اور ایجنڈا ہوتا ہے وہ عین اس کے برعکس ہوتا ہے جو کہا جارہا ہے۔ اخلاقیات واقدار، وعظ ونصیحت کو اب تاجرانہ نیت وارادے سے پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ عبادات میں دکھلاوا، ریاکاری اور نفاق حد سے تجاوز کر چکا ہے بڑے بڑے دعوے کئے جاتے ہیں لیکن عمل وایثار سے خالی...... پڑوسی کا بیٹا یا بھائی شہید ہو جائے زکوٰۃ وصدقہ کی تلقین دوسروں کو کی جاتی ہے جب کہ اپنے عزیز واقارب شہداء کے ناموں پر فنڈ جمع کرنے، زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے پر مامور کئے جاتے ہیں، نتیجہ آج جن کے پاس کرایہ کا گھر یا ایک معمولی رہائش ہے، سفر کے لیے سائیکل تک میسر نہیں، چند سالوں کے بعد ان کے پاس کروڑوں کا مکان، سفر کے لیے قیمتی گاڑیاں، جسم (obesity) کا شکار، پیٹ باہر، قیمتی کپڑے اور دیگر اسراف۔ ان ہی بدنصیب اور ذلیل لوگوں کو دیکھ کر کل جنت میں شہید اور وہ لوگ جنھوں نے ان کے کہنے پر اپنا مال اور جائیداد اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا کہیں گے: ارے آپ جہنم میں؟ آپ ذلت کی حالت میں؟ جب کہ آپ کی بات، نصیحت ووعظ سن کر ہم جنت کے حقدار بن گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی زبانوں کو لوہے کی قینچیوں اور خنجروں سے کاٹا جائے گا، بار بار نئی زبان ملتی رہے گی اور بار بار کاٹی جائے گی مگر عذاب میں کوئی کمی نہیں ہوگی...... اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، اپنے غصے اور عذاب سے بچالے، آمین۔

بدعمل لیڈر:

''یوجین آسینکو'' یورپ کا ایک ڈرامہ نگار تھا، جس نے ایک ڈرامہ (Rhino) یعنی ''گینڈا'' لکھا۔ ایک آدمی اپنی قوم میں لوٹ مار، لوٹ کھسوٹ، بدامنی، لاقانونیت اور بے یقینی کو دیکھ کر پریشان ہوتا ہے وہ اس حالت کو بدلنے کا ارادہ کرتا ہے۔ کافی وقت گزر جانے کے بعد ایک رات وہ خواب دیکھتا ہے کہ اس کے شہر میں کافی سارے گینڈے (Rhinos) داخل ہوئے ہیں جو

اپنے نوکیلے (pointed) اور سخت سینگوں (Horns) سے شہر کے ہر خاص و عام کو زخمی کر رہے ہیں یہ شخص گھر سے تلوار ہاتھ میں لے کر ان گینڈوں کے سینگوں کو کاٹنے کا ارادہ اور عزم کرتا ہے، کافی دوڑ دھوپ اور کوشش کے باوجود وہ ایک بھی گینڈے کو مارنے میں یا کم سے کم اسکے سینگ توڑنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ تھک ہار کر وہ شہر کے ایک پل (Bridge) پر بیٹھ کر نیچے پانی کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو جاتا ہے کہ اس کے سر پر دو بڑے سینگ (Horns) نکل چکے ہیں۔ اس کی پریشانی اور دماغی کشیدگی (Tension) بڑھ جاتی ہے وہ سوچتا ہے میرے سینگ تو گینڈوں کے سینگوں سے بڑے ہیں اور اسی ذہنی پریشانی اور دماغی کشیدگی (Tension) اور خلجان میں پل سے دریا میں چھلانگ لگا کر ڈوب جاتا ہے......

ہمارے کچھ علیحدگی پسند، سیاسی نام نہاد رہنما بھی قوم کو غلامی سے نجات دلانے نکلے تھے مگر اب ان کی عملی طور پر حیثیت ہند نواز حکمرانوں سے بدتر ہے۔ فاروق عبداللہ کھل کر مندر میں ماتھا ٹیکتا ہے، کھل کر نو عمر لڑکیوں (جو اس کی بیٹیوں سے چھوٹی ہیں) کے ساتھ بوسہ بازی (kissing) کرتا ہے، اس کے بیٹے کی شادی مشرکہ عورت کے ساتھ ہوئی تھی، اس کے بیٹے ختنہ کے بغیر ہیں، اس کی بیٹی راجیش پائلٹ کے بیٹے سچن کی بیوی ہے، یہ لوگ یہ سب کھل کر کرتے ہیں، نہ دین و دھرم، نہ شرم و حیاء۔ لیکن نام نہاد حریت پسند بے ضمیر بے غیرت لیڈروں کا اگر نامۂ اعمال کھولا جائے تو وہ فاروق عبداللہ سے زیادہ داغدار، بدبودار ہے، اس سے زیادہ بے شرم و بے حیاء ہیں۔ ان کے سروں پر جگموہن سے بھی بڑے سینگ ہیں...... سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوتا ہے جب یہ نام نہاد لیڈر عوام کے سامنے خطبے، تقریریں، تقاریب، مجالس منعقد کرتے ہیں، شہداء کے گھروں میں جا کر تعزیت کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ محترم سید علی گیلانی صاحب اس بھیڑ میں شامل نہیں ان کے رفقاء بھی ان میں شامل نہیں ہیں۔ اور ہماری تحریک کو سید علی گیلانی صاحب نے اللہ کے فضل و کرم سے بچایا ورنہ اس کا سودا نام نہاد علیحدگی پسند مسخروں نے کب کا کر دیا ہوتا۔ ہر قوم و فرد کو وہی چیز ملتی ہے جس کی وہ حقدار ہوتی ہے۔

سید علی گیلانی:

www.rangonoor.com

اللہ پاک عدل وانصاف کرنے والا ہے،اس نے ہماری ڈوبتی ہوئی تحریک کی کشتی کو اس بزرگ رہنما کے ذریعہ بچایا...... ہماری تحریک مزاحمت اب قائد کے بغیر (Leader less) نہیں ہے۔گیلانی صاحب بے شک اس تحریک مزاحمت کے حقیقی قائد کے طور پر ابھرے ہیں، بھارتی سامراج نے ہر ہتھکنڈا، ہر مکر، ہر قسم کا ظلم وتشدد اس بزرگ رہنما کے خلاف استعمال کیا۔اس کے تحریکی رفقاءاور ہمدردوں کو شہید کیا یا پھر وہ زندانوں میں ڈالے گئے۔سید علی شاہ گیلانی صاحب کو جس طرح بھارتی خفیہ اداروں اور بے ضمیر منافقوں نے ستایا اور پھر اس کے وکیل پاکستانی حکمرانوں اور وہاں کے اصلی سر براہوں یعنی فوج اور خفیہ اداروں نے جس طرح اس بزرگ رہنما کے ساتھ غداری کی ان کو اکیلا چھوڑ ان سب مشکلات کے باوجود سید علی شاہ گیلانی صاحب نے تحریک مزاحمت کو ایک قیادت بخشی،تحریک مزاحمت کو نہ صرف بچایا، (protect) کیا بلکہ اس تحریک مزاحمت کی فکر، احساس وجذبے کی ترجمانی ونگہبانی کی،اس سب کا سہرا سید علی شاہ گیلانی صاحب کو جاتا ہے۔اللہ پاک اس مردِ درویش کو قبول فرمائے۔

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش حق نے جس کو دیئے ہیں انداز خسروانہ

گاندھی واد کا فلسفہ مسترد:

شہید مقبول بٹ کے فلسفہ مزاحمت کو گاندھی واد میں تبدیل کرنے والے ناکام ہو چکے ہیں، کشمیری نوجوان نسل نے اس فلسفے کو بہت پہلے رد کیا۔ چاہے اس فلسفے کو کتنا بھی مصنوعی رنگ دیا جائے، وہ نام نہاد مذہبی لوگ جو اس گاندھی واد کے فلسفے کو جواز اور طاقت فراہم کر رہے ہیں وہ ایک جہادی خطے میں ننگے ہو چکے ہیں اور ان شاء اللہ سرزمین چنار میں جس نے ایک لاکھ سے زیادہ شہداء کا لہو جذب کیا ہے اب اس مقدس لہو کے ساتھ بے وفائی نہیں ہو سکتی،خراسان سے مہک وخوشبو اور ربانی وروحانی ہوا کے جھونکوں سے جو شہداء کی روحوں سے اٹھ رہے ہیں وہ اس زمین کے چاروں اطراف کو معطر کر رہی ہے، باطل اگر کعبہ کا غلاف بھی اوڑھ لے حق اس کو وہاں سے بھی نکال لے گا، مذہب کے نام پر جہاد ودین کی توہین وتذلیل کرنے والے خود رسوا اور ذلیل

ہونگے ، باطل اور نفاق آخر اپنی ہی موت مر جاتا ہے،شہداء کے لہو کے ساتھ بے وفائی وغداری زیادہ دیر برداشت نہیں کی جا سکتی ، غداروں کا وقت قریب آرہا ہے،قوم وملت کے حالات دنوں میں نہیں بلکہ سالوں کے حساب سے بدلتے ہیں، پچھلے 20 سالوں میں وادی کشمیر کے اندر ایک ایسی نسل تیار ہو چکی ہے جن کے اندر سے دشمن کا خوف نکل چکا ہے، وہ بھارتی سامراجیت کے خلاف ایک ایسی تحریک کی شکل میں کھڑی ہوگی جہاں بھارت نواز حکمرانوں اور شہداء کے لہو سے بے وفائی ،غداری اور سودا بازی کرنے والوں کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔

حضرات صحابہ کرام کے راستے پر:

سنگ بازوں (stone-pelters) کو شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے تخلیقی تحریک ، فیضان اثر اور انداز قربانی اور ادائے شہادت کا طریقہ حاصل کرنا چاہیے، کشمیر کی نئی نتیجہ خیز عسکری تحریک کے لیے شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک Inspiration اور Role model ہے۔ جہاں ایک انسان اللہ کی دی ہوئی امانت یعنی اپنی جان کو اللہ ہی کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے یہی مسلک ہے جس کو فنا فی اللہ کہتے ہیں یہی لوگ اس دور کے فناء فی اللہ ہیں، اللہ کی راہ میں، اللہ کے دین کی خاطر، امت مسلمہ کی عزت کی خاطر اپنے آپ کو ایک میزائل بنا کر طاغوت کی طاقت کو پاش پاش کرنے کا عمل۔ عظیم مقاصد اور اہداف کو حاصل کرنے کے لیے عظیم قربانی و ایثار کی ضرورت ہے۔

جمہوریت ، دجال امریکہ، اس کی لونڈی اقوام متحدہ سب ہی دین اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ جو اس آخری امت کو جسے خیر کے لیے پیدا کیا گیا ہے اندر سے اور باہر سے کھوکھلا کرتے جا رہے ہیں جب تک ہم قرآن وسنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ اختیار نہیں کرتے ہم پست، ذلیل ورسوا ہوتے جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قرآن وسنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کار کو دانتوں سے پکڑ کر تھام لو۔‘‘

گمراہی اور بدعت اور نئے نئے فتنے اور فساد جو قیامت کے قریبی دور میں نظر بھی نہ آئیں گے،

دجالی فتنہ مسیحائی شکل میں سامنے آئے گا، فتنے ایسے پیدا ہونگے کہ نظر ہی نہیں آئیں گے، گناہ اور بدکاری محسوس ہی نہیں ہوگی، کرکٹ، اولمپک کھیل (Olympic games) مختلف تعلیمی نظام، آرٹ ایسی شکل اختیار کرچکے ہیں کے داڑھی والے مسلمان کھیلتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں، جب کہ یہ تماشے اور تفریح، کھیل یہودی سرمایہ داروں کے مال کھانے کے طریقے ہیں اور فحاشی و بے حیائی پھیلانے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔ لیکن اہل ایمان ہمیشہ اور ہر دور میں نہ صرف دجالی فتنوں سے بچتے ہیں بلکہ ان کا مقابلہ ہر سطح پر اپنی ایمانی قوت سے کرتے ہیں۔ ایمان ایک ایسی قوت وطاقت ہے جو مؤمن کو نہ صرف شیطان کے فریب اور فتنوں سے بچاتی ہے بلکہ اس کو زمین پر رہتے ہوئے ملاء اعلیٰ کی سیر کراتی ہے۔ مؤمن جس کے دل میں ایمان رہتا ہے اس کے پیر زمین پر ہوتے ہوئے اس کی روح آسمانی ہوتی ہے، اہل ایمان ایک آفاقی ذات ہیں۔ ایمان جتنا قوی و مضبوط ہوگا ملاء اعلیٰ کی صحبت **(Companionship)** اور رفاقت اتنی زیادہ ہوگی، مؤمن اللہ کے نور سے دیکھتا، سوچتا، چلتا پھرتا ہے مؤمن ایک چلتا پھرتا قرآن ہے۔ جس کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ جس کو دیکھ کر دین سمجھ آتا ہے، مؤمن کی خاموشی سے بھی دین پھیلتا ہے، وہ اپنے کردار و افعال سے دین و قرآن کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ وہ مشکلات اور پیچیدگیوں کو آرام و آسانیوں میں تبدیل کرتا ہے، وہ دوسروں کے حقوق پورا کرنے میں مصروف رہتا ہے اور اپنے حقوق سے دستبردار ہوتا ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس زمین پر ایسی جماعت گذری ہے جو قیامت تک ایک نمونہ رہے گی۔ وہ ہماری طرح انسان تھے نہوں نے اپنی عملی زندگیوں کے ذریعہ ایک ایسا Role model پیدا کیا جو زندگی کے تمام شعبوں، معاملات و مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ صداقت کا نمونہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حکومت اور انتظامی امور کو چلانے کا نمونہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، شرم وحیاء، نرمی وحلیمی، اللہ کی راہ میں مال و دولت قربان کرنے کا نمونہ......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، فتنوں کا مقابلہ اور فتنوں کو کیسے روکا جائے، حق کو حق کی جگہ کیسے رکھا جائے اس کا نمونہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، باقی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایسی ہی صفات کے حامل لوگ تھے۔ وہ علم کو عمل سے اور عمل کو علم سے الگ نہیں کرتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کو راضی کیا اور اللہ

www.raahenoor.com

ان سے راضی ہو!......

یہ دینِ اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے!

حکومت کا، جنگ کا، علم کا، سیاست کا ہو یا اقتصادیات، زندگی کا کوئی پہلو ہو دین اسلام کے پاس اس کا حل ہے، یہ دین یہ امت غالب ہونے کے لیے پیدا کی گئی ہے، اہل ایمان کو نکالا جاتا اور چنا جاتا، انتخاب کیا جاتا ہے۔ اللہ پاک کی نظر دلوں پر ہے، دلوں میں ابھرنے واے جذبات، احساسات، نیت و ارادوں پر۔ ان ہی کے مطابق اہل ایمان کا انتخاب ہوتا ہے، اہل ایمان کا قافلہ کسی نسل، قوم یا خطے سے تعلق نہیں رکھتا۔ جس نے کہا کہ اللہ ایک ہے پھر اس پر ثابت قدم رہا وہی اہل ایمان کے خاندانوں کا فرد ہے۔ اہل ایمان رسولوں اور نبیوں میں فرق نہیں کرتے کیونکہ ہر ایک رسول و نبی نے توحید کی دعوت دی، قرآن پچھلی کتابوں کے آسمانی ہونے کی تصدیق confirmation کرتا ہے، اہل ایمان کا خاندان ہر اس شخص کے لیے اپنے دل کے دروازے کھلے رکھتا ہے جو کہتا ہے اللہ ایک ہے اور بس وہی قابل عبادت ہے۔ اس ایک کلمے کو دل کی تصدیق کے ساتھ کہنے پر انسان جنت کا حقدار اور جہنم سے نجات پانے والا بن جاتا ہے۔ آسان دین، آسان و ہلکا زندگی گزارنے کا طریقہ، دین فطرت جو سماجی رسم ورواج کے نا قابل برداشت بوجھ کو انسان کے کندھوں سے اتارتا ہے۔ جو انسان کو تاریکی و اندھیروں سے نکال کر روشنی و نور کے راستے پر لے آتا ہے، جہاں وہ یقین و آسانی کے ساتھ چلتا رہتا ہے، دین فطرت انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، انسانی فکر کا احترام و اکرام کر کے اس فکر کو روح کے ساتھ جوڑ کر فکر انسانی کو آسمانوں کی سیر کراتا ہے، ملاء اعلیٰ اور فرشتوں کے ساتھ وابستہ کرا دیتا ہے، مادی و مادیت والے فلسفے فکر کو ہی سب کچھ بنا کر اس پر اتنا بوجھ ڈالتے ہیں جس کی اس میں صلاحیت و قابلیت نہیں ہے، نتیجے کے طور پر فکر دب جاتی ہے یا پھر اپنے راستے سے بھٹک کر گمراہی میں انسان کو مبتلا کر دیتی ہے جس ترازو میں سونا چاندی تولا جاتا ہو اس سے پہاڑ کا وزن نہیں ناپا (Measure) جا سکتا۔

پہاڑ تو دور اگر اس ترازو کے پلڑے میں بڑا پتھر رکھا جائے تو ترازو ٹوٹ جائے گی، یہی حال

ان لوگوں کا ہے جو روح کا انکار کر کے عقل کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ روح عقل کا Extension ہے جو اس کو وسعتوں میں پھیلاتی ہے۔ اس دنیا اور زندگی کی بڑی گہری، عملی و واقعاتی حقیقتوں کو عقل و فکر پکڑ و جکڑ نہیں سکتی، ان عملی و واقعاتی حقیقتوں کو صرف اہل دل، اہل وجدان جو روح سے کام لیتے ہیں، جان لیتے اور پہچان لیتے ہیں۔ کوئی بھی شخص یا قوم بڑی حقیقت کی حد بندی نہیں کر سکتی نہ بنیادی واقعیت (Circumstances happening) کا احاطہ کر سکتی ہے کیونکہ کوئی بھی بڑی حقیقت تصورات سے بلند و برتر ہوتی ہے، ادراک و احساسات اور نظروں کی پہنچ سے زیادہ وسیع و گہری ہوتی ہے، کسی بھی بڑی حقیقت یا بنیادی واقعیت تک رسائی وجدان و روحانی طاقت کے بغیر ممکن نہیں انسانی حواس یا مادی وسائل اس حقیقت کو جکڑ اور پکڑ نہیں سکتے اس کے لیے باطنی قوت، بصیرت اور ایمان بالغیب کا قوی تر ہونا جس سے باطنی صداؤں اور اشارات کو باطنی طاقت سے ہی اخذ کیا جا سکتا، ایمان بالغیب ہی کے نتیجے میں انسان حیوان کے مقام سے اوپر اٹھ کر انسان کے مقام پر فائز ہوتا ہے، حیوان انہی اشیاء کا ادراک کرتے ہیں جن کا ادراک ان کے حواس کرتے ہیں۔

شہداء کی زندگی کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا:

شہداء کے زندہ ہونے کا تصور یا ادراک مادیت ''جہاں اضطراب اور مقصد کی سطحیت، جہاں زندگی حواس کی غلام اور محدود دائرے کے اندر قید ہوتی ہے'' کے شکار لوگ نہیں جان سکتے۔ مادی آلودگی، مادہ پرستی کے پردے انسانی وجدان و باطن کو گرد آلود کر دیتے ہیں، ایسے لوگ زندگی اور کائنات کی گہری اور بڑی حقیقتوں سے بے بہرہ اور محروم ہی رہتے ہیں۔ ان میں اور حیوانوں میں صرف ٹانگوں کا فرق ہوتا ہے حیوان کی چار ٹانگیں ہیں جب کہ ان کی دو۔

قوم وملت کو زندگی دو ہی قطروں drops سے ملتی ہے عالم کی سیاہی (Ink) یا شہید کے لہو کے قطرے سے۔ عالمِ باعمل باہمت قوم وملت کی اصلاح اور بیداری کے لیے ضروری ہے، علماء حق (جو انبیاء کے ورثاء ہیں جن کی حیثیت اس امت محمد ﷺ میں بنی اسرائیل کے انبیاء جیسی ہے) نے ہر دور میں گمراہیوں اور بدعتوں کا مقابلہ کیا۔ پوری اسلامی تاریخ اور موجودہ دور بھی ایسے علماء

www.rangnoor.com

سے خالی نہیں علماء حق، ائمہ دین، فقہاء، محدثین اور مفسرین کو اس بات کا پورا شعور ہے کہ قرآن اور اللہ کے رسول کی سنت اس پوری انسانیت کے لیے صحیح میزان و معیار (criterion) ہے۔ سنت رسول ﷺ ایک ایسا نمونہ ہے جس کی انسانوں کو عملی ضرورت ہے، سنت نبوی زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح، فلاح، تجدید، امن و امان کا جھنڈا بلند کرتی ہے۔ سنت رسول ﷺ کے اثر سے ہر دور ہر ملک و مقام اور ہر حالت میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جنھوں نے عدل و انصاف کا جھنڈا بلند کیا۔ سنت نبوی ﷺ امت مسلمہ کے لیے ایک ناگزیر حقیقت ہے، اس امت کے وجود کے لیے ایک لازمی شرط ہے، سنت نبوی ﷺ تاریکی میں روشن چراغ، رشد و ہدایت کے سنگ میل کا حکم رکھتی ہے۔ یہ دین اللہ کا ہے اور اس کی حفاظت اور اس کو غلبہ عطا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ امت محمدی ﷺ کے علماء اور مجاہدین اس کی حفاظت اور غلبہ کا ذریعہ و وسیلہ ہیں، سنت نبوی ﷺ کے علم کے لیے ہر نسل ہر مقام اور ہر دور میں ایسے متقی اور عادل حامل علم وارث پیدا ہوتے رہیں گے، جو اس دین سے غلو پسندی، تحریف اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔ یہ دین ہر مقام، ہر دور اور ہر حالت میں قابل فہم، قابل یقین اور قابل عمل رہے گا۔ یہ دین دلیل و حجت کے ساتھ قیامت تک زندہ رہے گا۔ یہی دین فلاح و کامیابی کی ضمانت دے سکتا ہے۔ باقی جتنے راستے، طریقے، فکر و فلسفے ہیں سب کے سب باطل ہیں اور اللہ پاک کی سنت یہی ہے کہ باطل مٹ کر نابود ہوتا ہے اور حق زندہ ہو کر غالب بن جاتا ہے۔

طالبان:

بات چل رہی تھی جہاد کشمیر کے ایک مجاہد جرنیل کی یعنی غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ...... غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کافی حساس تھے، جب بش کے حواری پرویز مشرف نے اعلان کیا کہ پاکستان کی افواج اور حکومت افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دے گی۔ پھر سرزمین پاک کو ناپاک امریکی فوجیوں اور جہازوں کے لیے کھلا چھوڑا گیا، خلافت اسلامیہ کے خلاف اعلان جنگ ہوا، غیرت مند غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ میری حالت جانچ چکا تھا، میں نے کہا غازی بابا! اب کیا ہوگا؟ اس نے جواب میں

صرف ایک لفظ کہا ''طالبان'' غازی بابا کا یہ جواب مجھے تقریباً 7 سال بعد سمجھ آیا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ مؤمن کی نظر نورِ الٰہی سے دیکھتی ہے، اس کا باطن و وجدان یقین و ایمان کی طاقت سے ملاء اعلیٰ کے ساتھ منسلک اور جڑا ہوا ہوتا ہے۔ غازی بابا کا صرف یہ کہنا ''طالبان'' واقعی میرے تمام شکوک وشبہات میرے غم و دکھ اور میری بے چینی، بے قراری و بے یقینی کا جواب تھا۔ خلافت اسلامیہ کو گرانے میں پاکستان کی پاک فوج دجال امریکہ کا ساتھ دے کر اس کی حواری بنے گی یہ کبھی ہم نے نہیں سوچا تھا۔ انسان کا تعلق جس قوم، جس خاندان، زبان یا سرزمین کے ساتھ ہوتا ہے اس کے ساتھ فطری محبت دلبستگی و وابستگی ہوتی ہے۔ اس قوم وزمین کی خوشی اور اچھائی پر خوشی اور محبت اور برائی و پریشانی پر غمگین ہونا ایک فطری عمل ہے اور غیرت مند وحساس لوگ شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ غازی بابا میرا مرشد بھی تھا لیکن پاکستانی حکومت وفوج کے اس گھٹیا ترین عمل اور فیصلے پر میرے سامنے شرمندگی محسوس کررہا تھا اور کئی دن آنکھیں نہیں ملا پارہا تھا، جبکہ میں نے اپنے دل کی کیفیت و حالت اس کے سامنے کبھی بیان نہیں کی۔ لیکن وہ اہل دل، اہل وجدان میں سے تھا میرے دل کی دھڑکنوں کی آواز اس کا دل محسوس کررہا تھا۔ خاموشی بھی ایک زبان ہے وہ یہ بات خوب سمجھ رہا تھا کہ جب طالبان حکومت یعنی خلافت اسلامیہ کے ساتھ یہ ہوا تو تحریک کشمیر کے ساتھ کیا کچھ ہوسکتا ہے یا ہونے والا ہوگا۔ اصل میں یہ بات ہم دونوں محسوس کررہے تھے کہ سخت دن آنے والے ہیں طالبان ایک ملک کے حکمران تھے، امریکی یلغار نے اس طالبان جماعت کو فکر میں تبدیل کردیا۔ اور امریکہ نے اس فکر کو خود اتنا پھیلا دیا کہ یہ فکر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہی ہے۔ امریکہ ہر دوسرے دن اپنا فیصلہ، پالیسی اور پروگرام تبدیل کررہا ہے جب کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ نے جو فیصلہ 9/11 کے بعد کیا وہ دس سال گزرنے کے بعد بھی اسی فیصلے پر قائم ہیں۔ 9/11 سے پہلے ملا محمد عمر سے لوگ کم واقف تھے لیکن اس وقت دنیا میں اس مردِ مجاہد کو تقریباً 80 سے 90 فیصد لوگ جانتے ہیں۔

تسخیرِ کائنات کا راز:

دینِ فطرت، دینِ ابراہیمی، دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی دینِ اسلام نے جو ساڑھے چودہ سو سال پہلے

ایک عام آدمی کو امیر المؤمنین بنایا اس کا نام بھی عمر تھا اور اس وقت بھی اسی دین نے دنیا کو ایک اور عمر کی شکل میں امیر المؤمنین پیش کیا۔ وہ عمر بھی قیصر و کسریٰ کی دو بڑی طاقتوں کے ساتھ ٹکرایا یہ عمر بھی US اور اس کے حواری Nato جیسی بڑی طاقتوں کے ساتھ ٹکرا رہا ہے۔ دین فطرت کے اصول و قوانین کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہیں اور مطابقت رکھتے ہیں۔ جو لوگ یا جو قوم دین فطرت کے اصولوں اور قوانین پر ایمانداری، اخلاص، یکسوئی اور سنجیدگی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہیں دین فطرت اس شخص یا جماعت و قوم کو وہ سب کچھ اس وقت بھی دے سکتا ہے جو حضرت محمد ﷺ کے وقت میں نظر آیا، جو عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم و نوح علیہم السلام کے دور میں نظر آیا۔ کائنات کی فطرت جس کا ایک حصہ انسان ہے ہمیشہ ایک رہی ہے۔ اور دین اسلام دین فطرت ہے۔ دین اسلام انسان کی عقل (intellect) معقول استدلال، وجہ اور منطق (Logic reason) کا احترام کرتا ہے۔ تدبر، تفکر، تعقل کی بار بار دعوت دیتا ہے، قرآن پاک میں تقریباً 450 بار غور و فکر (Thinking & imagination) کرنے کی ترغیب و تلقین کی گئی۔ غور و خوص فطرت پر، انسان کا اپنے آپ پر، پیڑ پودوں، پرندوں و جانوروں، چاند تاروں، سمندر پہاڑ، دریاؤں وغیرہ پر قرآن بار بار کہتا ہے تم سوچتے کیوں نہیں؟ تا کہ انسانی عقل وسعت و طاقت حاصل کر کے کائنات اور اس کی روح تک پہنچ سکے عقل کا جب تک روح کے ساتھ وجدانی اور باطنی طاقت کے ذریعہ ملاپ نہ ہو جائے یہ مادی حواس کی دنیا میں سکڑ کر رہ جاتی ہے، یہ زندگی اور کائنات کی گہری حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی۔ قرآن انسانی تاریخ کی طرف بھی انسان کی عقل کو موڑتا ہے۔ انسانی فطرت ایک ہے، خدائی قانون ایک ہے، اللہ کا قانون اور اس کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو ماضی میں افراد و اقوام کے ساتھ ہوا وہی ہوتا رہے گا، صرف شکل و صورت میں فرق آتا ہے۔ باقی حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی فطری دعوت کو اس طرح پیش کرتے ہیں:

"The birth of Islam is the birth of inductive intellect. In Islam prophecy reaches its perfection in discovering. The need of its own abolition. This involves the keen perception that life can not forever to achieve fill self-consciousness

man must be finally thrown back on his own resources, the abolition lf priesthood and hereditary kingship in islam, the constant appeal to reason and experience in the Quran and history as sources of human knowledge, are all different aspects of the same idea of finality of prophet hood"

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر (شک، بے یقینی، شرک و کفر) کی گندگی ڈال دیتا ہے جو عقل (intellect) سے کام نہیں لیتے ہیں۔''ان سے کہو ذرا آسمان و زمین میں کیا کیا قدرت کی نشانیاں ہیں ان کو دیکھو......(10:101)

رسول اللہ ﷺ نے صبر و تحمل کے ساتھ انسانی فکر کا رخ توہمات، جادو، شرک وغیرہ سے ہٹا کر زندگی، کائنات اور فطرت کے ٹھوس حقائق کی طرف موڑ دیا، انسانی عقل کو بار بار مخاطب کر کے اس کی چھپی موجودہ صلاحیتوں اور طاقتوں کو حقیقی زندگی میں اجاگر کیا۔قرآن انسان کو مخاطب کر کے اس کی عظمت کو بڑھاتا ہے۔اس کو خوداعتمادی، خودداری اور خودشناسی اور خودانحصاری کا سبق پڑھاتا ہے۔قرآن انسان کی خودشناسی، خودآگاہی اور خوداعتمادی کی روح کو عملی دنیا میں ظاہر کرنا چاہتا ہے۔اسی لئے علم ،فکر منطق کی قرآن بار بار تلقین کرتا ہے۔ان کو حاصل کرنے اور ان سے کام لینے پر ابھارتا ہے۔اللہ پاک نے انسان کو جو قدرتی صلاحیتیں بخشی ہیں ان کے بھر پور استعمال کرنے کے لیے قرآن پاک بار بار ترغیب و تلقین کرتا ہے۔جو لوگ اپنے فہم، علم، ذہانت، دانشمندی کو استعمال نہیں کرتے وہ خود اپنے آپ کو مار ڈالتے ہیں وہ اپنی ہی عدالت میں مجرم بن جاتے ہیں۔قرآن پاک انسان کو صرف غور و فکر کی ہی دعوت نہیں دیتا بلکہ ایک زندہ ثبوت بھی پیش کرتا ہے۔پیڑ کا پھل سے، پھول کا خوشبو سے، برف کا ٹھنڈک سے اور آگ کا گرمی سے ثبوت ایک عام حقیقت ہے۔مؤمن جو اسلام کے بنیادی اصولوں، قوانین اور احکام پر یکسوئی کے ساتھ عمل کرتا ہے وہ قرآن کی زندہ تصویر بن کر سامنے آتے ہیں۔ان کا کردار، ان کے افعال و گفتار راتوں رات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ان کی خودغرضی، تنگ ذہنی اور نکما پن......ایثار، قربانی، بے غرضی، بلند فکری، وسعت قلبی اور بلند و پاکیزہ کردار میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔اہل ایمان اپنے عملی کردار سے ایک عدل و انصاف، امن و امان والے، خوشحال و ترقی یافتہ سماج کو عملی وجود بخشتے

ہیں۔وہ چلتے پھرتے قرآن معلوم ہوتے ہیں۔وہ آفاقی اور روحانی واخلاقی اقدار واوصاف کو عملی طور پر اپنے دلوں میں جذب کر کے دنیا کے سامنے پیش کر کے ایک roll model کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتے تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہو سکتی مردہ اور زندہ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔''(35:19-22)

''جو لوگ ہماری راہوں میں محنت، جدو جہد، کوشش کرتے ہیں ہم کو ان سیدھا راستہ یعنی ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں......ہم کسی بھی آدمی پر اس کی صلاحیت و طاقت سے زیادہ بوجھ (ذمہ داری) نہیں ڈالتے......ہر آدمی اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔''(القرآن)

اللہ پاک ان اہل ایمان کے لیے راستہ کھولتا ہے جو اس کی راہ میں کوشش وجد جہد کرتے ہیں۔ اللہ پاک اہل ایمان کو اتنی ہی آزمائش وتکالیف سے گزارتا ہے جتنی ان میں صلاحیت اور طاقت ہوتی ہے......

شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے 9/11 کے پاکستانی فوج وحکومت کے فیصلے کے بعد ہمارے حوصلوں، ہمتوں اور عزائم کو گرنے نہیں دیا۔وہ بار بار ہمیں کہہ رہا تھا ہم اپنے عمل کے ذمہ دار ہیں لہٰذا ہمیں اپنی صلاحیت وطاقت کے مطابق کام کرتے رہنا چاہیے۔

ایک کشمیری مجاہد کا ایمان افروز واقعہ:

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کشمیر میں کشمیر کے اندر سے ایک مضبوط عسکری تحریک کے بارے میں اکثر باتیں کرتا تھا۔اسی لیے وہ کشمیر میں ہی نوجوانوں کی عسکری تربیت کرتا تھا۔وہ پاکستان کی حکومت اور فوج وخفیہ اداروں کی کمزوریوں، مغربی مزاج، ان کی غداریاں جو انہوں نے افغان جہاد و شہداء کے ساتھ کیں ان تمام باتوں سے خوب واقف تھا۔وہ ایک مکمل عسکری کمانڈر ہونے کے ساتھ ساتھ قوم وملت کے حالات و مسائل سے بھی واقف تھا۔غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشمیری ساتھی گاندربل بانڈی پورہ علاقے کا تھا، پڑھا لکھا، قوی، خوبصورت 25 سال کا جوان۔وہ جس گاؤں کا تھا اسی علاقے کے آس پاس ہمیشہ رہتا تھا لیکن تین سال میں ایک بار بھی گھر نہیں گیا تھا۔جب

کہ فوج اس کے گھر والوں پر تشدد کرتی رہتی تھی، کبھی اس کے والد، کبھی بھائی اور کبھی کبھی پورے گھر کے افراد کو فوجی کیمپ میں بند کر دیتی تا کہ وہ ہتھیار ڈال کر سرنڈر کرے۔ لیکن اس نوجوان نے واپس لوٹنے کی کشتی خود جلا دی تھی اور طریقۂ طارق بن زیاد کو زندہ کیا تھا۔ ایک دن ایک نزدیکی علاقے میں چند مجاہدین فوج کے گھیرے میں پھنس گئے، کافی لمبی جھڑپ کے بعد چند ساتھی شہید ہو گئے اور ایک مجاہد شدید زخمی ہوا۔ یہ نوجوان اس زخمی ساتھی کو وہاں سے لینے کے لیے گیا اور اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہوا جبکہ فوجی محاصرہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اس نوجوان کو میں ہمیشہ ذکر و اذکار یا عسکری کام میں مشغول و مصروف پاتا تھا۔ جب اس نوجوان نے شہادت پائی تو اس کا جنازہ اس کے آبائی گاؤں لایا گیا، ابھی لوگ اس کو قبر میں رکھنے ہی والے تھے کہ ایک بوڑھی عورت کی آواز نے سب کو روک دیا، وہ بوڑھی عورت اس نوجوان کی نانی تھی، جس نے اپنے نواسے کو 3 سال سے دیکھا ہی نہیں تھا، جب کہ اس کا یہ نواسا اسی علاقے میں جہاد کرنے میں مصروف تھا...... بوڑھی نانی کے کہنے پر اس نوجوان کے سر سے کفن اٹھایا گیا...... بوڑھی نانی نے اپنے فیرن میں سے ایک کنگھا (Comb) نکالا اور یہ کہتے کہتے اس شہید کے بالوں میں کنگھا ڈال کر سنوارنے لگی میرے بیٹے مجھے گاؤں کے لوگ 3 سالوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ تیرے نواسے نے اپنے بال لمبے رکھے ہیں اور اس کے بال بہت خوبصورت ہیں، اس لیے میں یہ کنگھا تین سالوں سے جیب میں لئے پھرتی رہتی کہ کسی دن کسی جگہ کسی رات تو آئے اور میں یہ کنگھا تجھے دے دیتی...... اپنے شہید نواسے کے بال سنوار کر اس کے ماتھے کو چوم کر بوڑھی نانی اطمینان و سکون سے واپس چلی گئی...... شہداء کے گھر والوں پر اللہ پاک دنیا میں ہی سکون و اطمینان کی رحمت ڈال دیتا ہے...... آخرت میں 70 اہل خانہ کی سفارش کا وعدہ شہداء سے اٹل ہے۔ لیکن وہ لوگ جو مجاہدوں کو اللہ کی راہ میں جانے سے روکتے ہیں ان کو گمراہی کے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ شہداء کے اہل خانہ میں نہیں ہیں...... یہ خاندان ایک جذباتی و روحانی خاندان ہے...... نوح علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے کو طوفان میں پکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً فرمایا تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے اہل وہی لوگ ہیں جو کشتی میں تمہارے ساتھ

ہیں......لوط علیہ السلام کی بیوی کو اللہ پاک نے نافرمانوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کو چھوڑا......جبکہ فرعون کی بیوی آسیہؓ دنیا کی چار بہترین عورتوں میں سے ہیں۔

دین اسلام دنیا میں ماں باپ، بھائی بہن کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کی ترغیب و تلقین کرتا ہے۔ مگر روز محشر میں اہل ایمان کا خاندان روحانی، اخلاقی بنیادوں پر اور عقیدے و نیک اعمال کی بنیاد پر ہی ہوگا۔ اسلام انسانوں کا رشتہ عقیدے، ایمان اور توحید کے دھاگے سے باندھتا ہے۔

قرآنی واقعات کی تاثیر:

دنیا میں مادی و طبعی قوانین (Laws) کی طرح غیر مرئی (Invisible) روحانی و اخلاقی قوانین موجود و مؤثر انداز میں کام کرتے ہیں اگرچہ وہ آنکھوں سے نظر نہیں آتے لیکن جن کی آنکھیں اللہ کے نور سے منور ہیں، جن کے دلوں میں اللہ کا خوف اور محبت موجود ہے۔ جو آخرت کی زندگی، آخرت کی جوابدہی اور اپنے فرائض کا احساس رکھتے ہیں ان کا یقین اسی روحانی طاقت پر ہوتا ہے، ان کے لیے روحانی قانون و طاقت ویسی ہی واضح محسوس (Palpable) اور حقیقی ہے جیسی مادی طاقت و قانون ہے اور جب چھوٹی اور کمزور جماعت غالب آجاتی ہے تو عام لوگوں پر بھی اس روحانی طاقت کی موجودگی کا احساس واضح ہوجاتا ہے اور وہ غلبہ حجۃ اللہ اور حق کے لیے دلیل و برھان بن جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اہل ایمان کا جوہر، ان کی صلاحیت و طاقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ اہل ایمان کی تطہیر، تربیت، تعمیر و تشکیل روحانی و اخلاقی طور پر مکمل ہوتی ہے اور اہل ایمان کے دلوں میں خدائی نصرت و مدد دیکھ کر اپنے ایمان سے متعلق مزید قوت و یقین فراہم ہوتا ہے، اہل باطل و سرکشوں پر بھی حجت و دلیل قائم ہوتی ہے۔ قرآن پاک انسانوں کی خصوصاً اہل ایمان و اہل حق کی تربیت سچے، حقیقی و عملی واقعات سے کرتا ہے، انسانوں کی انسانی طاقت و قوت، صلاحیت و قابلیت کے ذریعہ ان میں چھپی ہوئی صلاحیت و قوت کو ابھارتا، ان کی اخلاقی و روحانی تربیت و تطہیر کرتا ہے۔

قرآن انسانوں کو مادی و محسوس قوانین میں ہی سکڑ اور جکڑ کے نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ان کو روحانی و آسمانی دنیا کی طرف متوجہ کر کے ان کی فکر اور جذبے کو روح کے ساتھ جوڑ کر روح کے سرچشمہ یعنی

www.rangnoor.com

اللہ کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہے، روحانی طاقت اور روحانی تعلیم و معرفت کے بغیر انسانی ہدایت و سعادت ناممکن ہے۔ اس لیے قرآن پاک انسان کو تفکر، تدبر اور تعقّل کی بار بار تاکید و تلقین کرتا ہے تاکہ انسان کی روح بیدار رہو، انسان اپنے خالق (جس نے اس کو خاص مقصد کے لیے اس دنیا میں وجود بخشا) کے اس سبق و درس، اس وعدے و وعید کو پورا کریں جس میں انسانی روح نے اپنے رب سے یہ کہا کہ اے اللہ تو میرا رب ہے،

"الست بربکم . قالوا بلیٰ"

اس رب اور ارواح کی انجمن میں قیامت تک پیدا ہونے والی ارواح نے جو وعدہ اور عہد لیا یعنی عہد توحید اس کو پورا کریں۔ ہر انسانی روح نے رب کے ایک ہونے کا اقرار اور تصدیق کی ہے۔ رب نے ارواح کے قول پر ان ہی کو گواہ بنا دیا تاکہ کل روز محشر میں وہ عذر (Excuse) نہ پیش کر سکیں اس جبلت و فطرت (Instinct & nature) پر ہر انسان پیدا ہوتا ہے۔

اللہ ایک ہے اور وہی رب ہے یہ صلاحیت، قابلیت اور طاقت

(potential & capacity and power)

ہر ایک انسان میں موجود ہے۔ اسی بھولے ہوئے سبق و درس (lesson) کو یاد دلانے کے لیے قرآن انسانی تفکر، تدبر اور تعقل کو بار بار مخاطب کر رہا ہے، قدرت اور انسانی تاریخی واقعات اور پیغمبروں کے ذریعہ انسانی دل کے دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے۔

انسانی ضمیر کی آواز کے ذریعے اس کو بار بار اسی وعدے کی طرف مختلف طریقوں سے اشارے کرتا رہتا ہے......تمہارا رب ایک ہے اسی نے تمہیں اور ساری کائنات کو پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب کو واپس لوٹنا ہے......

انسان کے اندر موجود روحانی طاقتیں:

دین فطرت بنیادی طور پر انسان کے خوابیدہ (dormant) روحانی طاقت و صلاحیت کو جو انسان میں ایک جوہر (potential) کے طور پر موجود ہے جگانے، بیدار کرنے اور اس روحانی طاقت کو عملی زندگی میں عملی وجود بخشنا چاہتا ہے تاکہ انسان اپنے رب کے ساتھ موجود رشتے کو قائم

کر سکے۔ جس مقصد کے لیے انسان کو اس کے رب نے پیدا کیا اس کو وہ عملی طور پر حاصل کر سکے۔

روح انسان میں ایک (Directive-creative energy) ہے جو (guiding force) کی طرح کام کرتی ہے۔ انسان کا مادی جسم بے لچک (inflexible) قانون کا پابند ہے۔ جبکہ روح انسان کی اخلاقی اقدار کا سرچشمہ ہے۔ جب انسان اپنی آزاد روح کے زیر سایہ اور اسی کے اثر کے مطابق کام کرتا ہے۔ تو وہ اقدار (Values) پیدا کرتا ہے اور جب انسان جسمانی طور پر مر جاتا ہے یہ اقدار (Values) جو اس نے عملی زندگی میں پیدا کئے تھے وہ اس کی روح کے ساتھ چپکے (attached) ہوئے ہوتے ہیں اور روح کا حصہ بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ حاصل کئے ہوئے اقدار (realised values) روح کے ساتھ ہی جاتے ہیں اور روح کو دوسری عظیم بڑی اور مکمل زندگی میں زندہ رہنے کی صلاحیت عطا کرتے ہیں انسان جو نیت ارادہ و اختیار کے ساتھ دنیوی و مادی زندگی میں عملی طور پر اقدار (values) پیدا کرتا ہے یا حاصل کرتا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتے، وہ لازوال (inperishable) ہیں اللہ پاک نہ صرف ان کی حفاظت کرتا ہے بلکہ ان کی وجہ سے انسانی روح پر انعامات، مسرت، خوشی اور سعادت کی بارش کرتا ہے اور اپنے نور سے منور کر دیتا ہے یعنی جنت کا اس کو حق دار بنا دیتا ہے۔

اخلاص کی طاقت:

انسانی روح ان ہی اعمال کے اثر کو قبول کرتی ہے جو انسان اپنے خالص ارادہ اور اختیار کے ساتھ کرتا ہے۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے...... جس عمل میں انسان کی خالص نیت، مضبوط ارادہ اور اختیار شامل نہیں ہے اس عمل کا اثر روح قبول نہیں کرتی۔ اسی لیے ریا (Hypocrite) بے ارادہ اور بے اختیار عمل کی قبولیت اللہ پاک کی بارگاہ میں نہیں ہوتی۔ کھانا جب تک حلق سے اندر داخل نہ ہوگا نہ بھوک مٹتی ہے نہ انسان کو طاقت و توانائی ملتی ہے۔ جب تک دوا خون میں داخل نہ ہو انسان کی بیماری ختم نہیں ہوتی، اسی لیے جو لوگ اپنی عبادات اور اعمال صالح کو اخلاص، ارادہ اور اختیار کے ساتھ نہیں کرتے ان کے عملی کردار، افعال اور گفتار میں فرق نہیں آتا۔ انسان کی تبدیلیِ کردار سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی عبادت میں اخلاص و ارادہ کتنا ہے۔ یہ ایک ایسی

www.rangonoor.com

جانچ (test) ہے جو عملی اور (Practically) ہے۔ درخت کی خصلت پھل سے پتا چلتی ہے اور پھول کی خوشبو سے......

نام رکھنے سے انسان کا ایمان و کردار نہیں بنتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام دین اسلام کی قبولیت سے پہلے بھی یہی تھا اور بعد میں بھی۔ لیکن اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کے کردار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے عملی کردار سے دین اسلام کو دنیا میں پھیلایا۔ وہ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے، کردار کے سامنے تمام الفاظ، تمام دلیلیں اور منطق بے وزن ہو جاتے ہیں۔ دین اسلام اہل ایمان سے حاضر میں عملی طور پر زندگی گزارنے کا تقاضا کرتا ہے۔ دین اسلام ماضی سے سبق لینے اور مستقبل کے لیے امید کا سامان عطا کرتا ہے لیکن امید کا تعلق حاضر (present) کی عملی کیفیت و حقیقت سے ہے ورنہ وہ ایسی خواہش ہے جس سے دین اسلام نے روکا ہے۔ آج کے دور کی پستی، ذلت بے بسی اور غلامی جس میں امت گرفتار ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ایمان کو گلے سے نیچے نہیں اُتارا، اس لیے ایمان کے مطلوبہ نتائج اور پھل (Fruits) نہیں ملتے اور نہ نظر آتے ہیں۔

جذبہ جہاد و شہادت کے بغیر دل نفاق سے پاک نہیں ہوسکتا:

شہداء کی زندگی، ان کا کردار، ایثار، جذبہ قربانی جذبہ شہادت ایک ایسی زندہ عملی مثال ہے جس سے اہل ایمان کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ انسان کے پاس سب سے قیمتی اور پسندیدہ شے انسان کی اپنی جان ہوتی ہے جب ایک مؤمن اسی جان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس سے بڑا ایمان کی حقیقت جاننے کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ ''اللہ پاک نے اہل ایمان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید اہے'' جب تک انسان اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اس کے دل میں دین کا صحیح مفہوم اور معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اعتماد و اعتبار والے آدمی کے حوالے ہی قیمتی شے رکھی جاتی ہے، معرفت الٰہی اور دین کی حقیت اپنا گھر ان ہی دلوں کو بناتی ہے جن میں صرف اللہ کا خوف اور محبت موجود ہو...... جذبہ جہاد و شہادت کے بغیر انسان کا دل نفاق سے پاک نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ کاروبار، تجارت، ملازمت، تعلیم و تربیت وغیرہ

زندگی کے شعبوں میں ماہر و مصروف ہیں ان کے لیے دین یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ مجاہدین اور شہداء کے اہل و عیال کی مدد کریں۔

مجاہدین کے ساتھ تعاون کا مقام:

حضور اکرم ﷺ نے مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری، انکی مدد اور حفاظت کرنے والوں کو جہاد کرنے والے کے برابر اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا...... جہاد دین کا ایک اہم شعبہ ہے یہ اس وقت تک نامکمل اور ناممکن ہے جب تک زندگی و دین کے دوسرے شعبوں کو پورا نہ کیا جائے۔ جس فرمان رسول ﷺ میں یہ آیا ہے کہ شہید اپنے خاندان کے 70 افراد کی سفارش کرے گا اس کی تشریح و مفہوم یہی ہے کہ جو لوگ ایک مجاہد کو مجاہد بناتے ہیں، اس کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں، اس کو سامان جہاد فراہم کرتے ہیں، اس کی مالی امداد کرتے ہیں، اس کے گھر والے اور اس کے رشتہ دار، اُس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے بلکہ حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور پھر جب اس مجاہد کی شہادت اللہ پاک قبول فرماتا ہے اور وہ اپنے پیچھے ایک قربانی و ایثار کی مثال چھوڑ جاتا ہے، اس سے لوگ سبق حاصل کر کے پختہ ایمان والے اور صالح اعمال کرنے والے بنتے ہیں، جو شہید کی زندگی سے سبق حاصل کر کے برائیوں کو چھوڑ کر نیکیوں اور عبادات میں مصروف ہوتے ہیں اور جو لوگ اس شہید کے گھر والوں کی مدد کرتے ہیں یہ سب کے سب دنیا کے اس عملی کردار کی وجہ سے اس کی سفارش کے حق دار بنتے ہیں۔ دین الٰہی نے ایمانی خاندان کو ایک روحانی، اخلاقی، اصولی اور جذباتی بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ باقی رہے دنیوی رشتے اور خاندان اس کے قوانین اور اصول بھی دین میں واضح ہیں، لیکن آخرت میں صرف عقیدہ، ایمان اور اخلاقی و روحانی بنیادوں پر رشتے قائم رہیں گے۔ مؤمن شوہر و بیوی روز محشر میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ جب کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی، آسیہ علیہا السلام اور ان کا شوہر فرعون، نوح علیہ السلام اور ان کا بیٹا ان سب رشتوں کے بارے میں اللہ پاک نے دنیا میں ہی اعلان کر دیا کہ یہ لوگ الگ الگ ہیں۔

جذبہ جہاد اور شوق شہادت انسان کے حقیقی ایمان کی سب سے بڑی نشانی ہے...... دنیا کی محبت اور موت کا خوف اُمت کو پستی، ذلت اور غلامی کے دلدل میں پھنسا رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے

صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا دشمن تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گے جیسے بھوکے لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں جب کہ اس وقت تمہاری تعداد (طاقت) زیادہ ہوگی۔ لیکن وہن (دنیا کی محبت اور موت کا خوف) کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوگی......

اس وقت امتِ مسلمہ کا یہی حال ہے سب کچھ ہونے کے باوجود ہم ذلت وغلامی کے شکار ہیں عربوں کے پاس بے شمار تیل کی دولت لیکن دنیا اور دنیوی خواہشات اور نفسانی خواہشات میں گرفتار ہیں۔ اسی وجہ سے فلسطین کے لوگ پچھلے 60 سالوں سے بے یار ومددگار ہیں......عرب اور دوسرے مسلم مما لک امریکہ اور اس کے حواریوں سے اتنے خوفزدہ ہیں جتنے وہ خدا سے نہیں......

آخری دین، آخری اُمت:

ہر انسان موت سے بھاگتا نظر آتا ہے لیکن پھر بھی موت کی طرف جا رہا ہے، ہر دن گزرنے کے ساتھ وہ موت کے قریب جا رہا ہے۔ اپنی حقیقت، اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض سے بھاگ رہا ہے۔ دین صرف نماز، روزہ اور دوسری عبادتوں کا نام نہیں ہے بلکہ دین زندگی کا راستہ ہے، مکمل زندگی گزارنے کا راستہ۔ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کی مکمل حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے، حضور ﷺ کی پوری زندگی کو قلمبند کیا گیا۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی کا مکمل نقشہ نہ صرف کتابوں میں موجود ہے بلکہ اہل ایمان کے دلوں میں موجود ہے۔ لاکھوں حافظ قرآن دنیا میں موجود ہیں اور لاکھوں تیار ہو رہے ہیں۔ لاکھوں مفسرین موجود ہیں اور تیار ہو رہے ہیں، لاکھوں فقہاء، علماء، دینی مفکرین وغیرہ موجود ہیں اور مزید علم کے سیکھنے میں دن رات مصروف ہیں۔ دعوت وتبلیغ دنیا کے کونے کونے میں چل رہی ہے دنیا کی مختلف زبانوں میں دین کے ہر شعبے کے متعلق کتابیں موجود ہیں اور مزید چھپ رہی ہیں۔ عملی طور پر مجاہدین جہاد میں مصروف ہیں اور جہاد وشہادت کا جذبہ اور روح چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ یہ دین آخری اور یہ اُمت آخری، اس دین کا محافظ خود اللہ پاک، اہل ایمان سے مدد ونصرت کا وعدہ خود اللہ نے کیا۔ اللہ کی بات اور اللہ کے وعدے سے بڑھ کر سچی بات اور سچا وعدہ کس کا ہوسکتا ہے۔

www.rangmoor.com

برصغیر میں حضرات صوفیاء کا کردار:

جب برصغیر کی طرف صوفیاء کرام آئے تو یہاں کفر، شرک اور الحاد کی تاریکی کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا...... لیکن ان اولیاء کرام کو دین فطرت کی طاقت و تاثیر کا پورا تجربہ، یقین اور مکمل اعتماد تھا انھوں نے اس شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشن ایمان کی طرف دعوت کا آغاز کیا۔

''بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی''

ان اولیاء کرام نے اپنے دل و روح کی گہرائیوں میں دین کی قوت اور طاقت کو عملی طور پر جان لیا تھا۔ یہ اولیاء دین کے سائنس دان (Religious scientist) تھے۔ انھوں نے دین کی روح کو صرف محسوس ہی نہیں کیا تھا بلکہ آنکھوں سے دیکھا بھی تھا۔ انھوں نے محسوس تجربوں (Palpable experiences) سے دین اسلام کی روح کو حاصل کیا تھا، حقیقت یہی ہے کہ جب انسان اخلاص، سنجیدگی، خالص نیت سے دین اسلام پر یکسوئی اور عزم کے ساتھ عمل کرتا ہے تو دین اسلام اس کو ہر وہ چیز عطا کرتا ہے جس کی اسے خواہش اور ضرورت ہوتی ہے، چونکہ اولیاء کرام کی پوری زندگی کا مقصد دین کی سربلندی، دین کا جھنڈا بلند کرنا تھا تو وہ اللہ کے اوزار اور ہتھیار بن کر دین پھیلاتے گئے اور اس وقت برصغیر کے چاروں اطراف میں کلمہ توحید کی آواز دن، رات سنائی دیتی ہے۔ شرک والحاد کی تاریکی چھٹ گئی اور دین کے نور سے یہ خطہ منور ہوا۔ دین اسلام میں ہمیشہ یہ طاقت موجود رہی اور موجود ہے اور رہے گی۔ اسی دین فطرت نے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجاہدوں کو پیدا کیا۔ اس وقت بھی اس دین میں وہی طاقت موجود ہے جو ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھی۔ یہ دین فطرت و کائنات کے ساتھ ہم آہنگ اور جڑا ہوا ہے۔ اس دین میں ہر مقام ہر زمانے میں ہمیشہ ایسے اشخاص و کردار پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے جو اس نے دور اول میں پیدا کیے......

خراسان کی طرف:

اس وقت بھی ہمارے سامنے اللہ کی ایک جماعت ''طالبان'' موجود ہے جو اللہ کی رضا و خوشنودی کی طلبگار رہے۔ یہ مٹھی بھر جماعت دنیا کی سب سے بڑی نام نہاد سپر پاور امریکہ، اس کے حواری

(NATO) جو یورپ کا فوجی بازو ہے اور ان کے زرخرید شکاری کتے جو اجرت پر کام کر رہے ہیں (یعنی منافق مسلم افواج) سے ٹکر لے چکی ہے۔ امریکہ اور اسکے حواریوں کے پاس جدید اسلحہ، جیٹ ہوائی جہاز، (Drone) میزائل، میڈیا بحیثیت جنگی ہتھیار وغیرہ وغیرہ۔ لیکن پھر بھی اہل ایمان اور اہل حق کی اس جماعت کا مقابلہ نہیں کر پا رہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: امام ڈھال ہے اس کے پیچھے لڑو اور اس کے ساتھ بچو۔ (بخاری)

امام کے سر پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔

مجاہدین طالبان کی طاقت وقوت یہی ہے کہ انہوں نے اپنے قائد امیر المؤمنین ملا محمد عمر صاحب حفظہ اللہ کی قیادت پر بھروسہ کیا اور ابھی تک پہاڑوں کی طرح ڈٹ کر اتنی بڑی طاقت کے خلاف لڑ رہے ہیں اور ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ فتح ونصرت انہی کے حق میں ہوگی۔ اصولی اور اخلاقی طور پر طالبان نے یہ جنگ بہت پہلے جیت لی ہے دین اسلام اپنی شان اور اپنے جلوے دکھاتا رہے گا۔ امام حجت اللہ ہے۔ خراسان کے بارے میں احادیث کے اندر بھی مذکور ہے کہ اس خطے سے امام مہدی کو کمک پہنچے گی۔ ''جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈے آتے دیکھو تو ان کے پاس چوتڑوں کے بل برف پر چلتے ہوئے آنا چاہیے۔ (الحدیث)

اہل ایمان کو خلافت راشدہ سے کسی زمانے میں مایوس نہ ہونا چاہیے خلیفہ راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمت صرف کرنی چاہیے شاید کہ یہ نعمت کاملہ اسی زمانے میں ظہور فرما دے۔ 1996ء سے 2001ء تک ہم نے افغانستان میں اس کا مشاہدہ کیا۔ پورا عالم کفر والحاد ایک ہو کر اس نوعمر خلافت راشدہ کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ غیر تو غیر اپنوں نے بھی پیچھے سے چھرا گھونپا......

جنت میں جانے کے لیے مختصر راستہ جہاد ہے، شوق شہادت اہل ایمان کو دنیا کی تمام خواہشات بھلا دیتا ہے......

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

قرآن پاک سے ہدایت لینے کا طریقہ:

ہم قرآن پڑھتے ہیں لیکن یہ قرآن ہمارے دلوں میں داخل نہیں ہوتا، نتیجہ یہ کہ قرآن کے اثرات ہمارے کردار سے ظاہر نہیں ہوتے۔ جب دوا (Medicine) حلق سے نیچے اتری ہی نہیں یا خون میں داخل ہوئی ہی نہیں، بیمار ٹھیک کیسے ہوگا، دوا اپنا اثر کیسے دکھائے گی؟ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قرآن ایسے پڑھو جیسے تم پر نازل ہو رہا ہو...... جب انسان اس نیت کے ساتھ قرآن ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھتا ہے کہ مجھے ہدایت ملے تو پھر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہر لفظ، ہر آیت پڑھنے والے پر اتر رہی ہے اور اس سے تقاضا کر رہی ہے۔سوچتے کیوں نہیں؟ غور کیوں نہیں کرتے؟ آپ ہی کامیاب ہو جاؤ گے! ڈرو مت! آگے بڑھو! ہر آیت پر ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے پڑھنے والے کے سوالات کا جواب مل رہا ہے...... پریشانی، خوف، مشکلات سے نکلنے کے راستے بتائے جا رہے ہیں......شکوک وشبہات، فکری وجذباتی پریشانی کے بادل چھٹ رہے ہیں......اطمینان روح وقلب کا سامان اتر رہا ہے......طاقت وقوت، ہمت وحوصلہ کی برقی رو (Current) خون میں دوڑتی ہے......انفرادی واجتماعی، سیاسی وسماجی ہر طرح کے مسائل کا حل آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ کیفیت یہ حالت ہر بار قرآن کھولتے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جب قرآن پڑھتے تھے تو ایک فوجی کی طرح جو اپنے کمانڈر کے ہر حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ ایسے ہی قرآنی احکام وتقاضوں کو پورا کرتے تھے۔ پہلی دس آیتوں پر جب تک پوری طرح عمل نہیں کرتے دوسری دس آیتیں نہیں پڑھتے تھے۔ قرآن نے ایسے ہی دلوں پر اور روحوں پر اپنا نور ظاہر کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآنی نور جذب کیا وہ نورانی ہو گئے، پھر انہوں نے اپنے عملی کردار سے یہ نور پھیلایا......آج کل لوگ قرآن صرف علم میں اضافے کے لیے پڑھتے ہیں، کوئی تحقیق کے لیے پڑھتا ہے، کوئی ایصال ثواب کے لیے پڑھتا ہے، جب کہ قرآن پاک زندوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا تھا۔ کوئی قیمتی غلافوں میں بند کر کے مخصوص الماری یا شیلف میں رکھتا ہے، دوکانوں پر کاروبار میں اضافہ وغیرہ کے لیے آیتوں کو سجا کر لگایا جاتا ہے۔ کہاں صحابہ رضی اللہ عنہم

اور اللہ والوں کا پڑھنا اور کہاں ہمارا پڑھنا...... ہمارے دلوں پر گناہوں کا زنگ، ہماری آنکھوں پر غفلت کا پردہ، ہمارے دلوں میں خواہشات نفسانی کا انبار قرآن کا نور کہاں سے داخل ہوگا...... زمین و آسمان اللہ کے نور سے بھرے ہیں، اللہ زمین و آسمان کا نور ہے لیکن ہمارے دل اور آنکھیں بے نور ہیں، ہم تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔ نہ ہم اللہ سے نور کی درخواست و دعا کرتے ہیں، نہ ہمیں نور کی طلب و پیاس ہے۔ ہم مغربی تعلیمی نظام جو اندھیرے کے سوا کچھ نہیں...... ہم اس تاریکی سے روشنی کی بھیک مانگ رہے ہیں ہم گمراہیوں سے راستہ مانگ رہے ہیں نتیجہ یہ کہ وہ خود بے نور و گمراہ ہیں ہمیں بھی تاریک اور گمراہ کر رہے ہیں قرآن ہمیں پکار رہا ہے اللہ کی طرف جانے کے لیے، فلاح اور کامیابی کی طرف جانے کے لیے۔ پانچ وقت مؤذن پکارتا ہے، لیکن ہم ٹی وی، کرکٹ، کمپیوٹر، اور کاروبار میں کھو چکے ہیں۔ مغرب نے ہمارے اوقات ہم سے چھین لیے، ہماری سوچ و فکر چھین لی، ہمارے جذبات، احساسات اور شعور کو آلودہ و ناپاک کیا ہمیں اب تاریکی، آلودگی اور ناپاکی کا احساس ہی نہیں کیونکہ ہم روشنی، نور اور پاکیزگی کا احساس ہی کھو چکے کہ یہ کیا ہوتی ہے۔

دلیل تابشِ ایماں ہے کفر کا احساس
چراغ شام سے پہلے جلا نہیں کرتے

جب ہمارے دلوں میں اور ذہنوں میں ایمان کی فکر ہی نہیں، ہمیں طلب و پیاس ہی نہیں، پانی کی طرف پیاسا ہی دوڑتا ہے، روشنی کی طرف آنکھوں والا اور نور سے محبت کرنے والا ہی دوڑتا ہے...... مغرب نے ہماری طبیعت و مزاج، ہماری فکر و احساس اور ہمارے جذبات و رجحانات کو ہی بدل ڈالا...... ہم غلامی میں گرفتار ہیں لیکن ہمیں زنجیریں نظر نہیں آ رہی ہیں۔ ہمیں اپنی فکر و احساس، جذبات و رجحانات کو پاک کرنا ہوگا اور یہ آلودگی کا زنگ صرف قرآن سے ختم ہوگا۔ ہمیں خود اور پھر اپنے اہل خانہ اور پھر اپنے اردگرد، آس پاس والوں کو قرآن و سنت کی طرف لانا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ کوئی رہبر نہیں کوئی رہنما نہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو میرے بعد جیئے گا بہت اختلافات دیکھے گا پس

www.rangonoor.com

چاہیے کہ میرا اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ مضبوط پکڑے اور نئی باتوں سے بچتا رہے کیونکہ ہرنئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع سنت کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا جس بات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو اس کی پیروی اہل ایمان پر واجب ہے...... ورنہ ہم گمراہ ہو جائیں گے......

انسانی اختیار، اپنی محنت:

اس کائنات میں انسان کی روحانی ترقی کا دارومدار انسان کی اپنی محنت و کوشش پر ہے۔ انسان کی روحانی ترقی انسان کے ارادے اور طلب سے شروع ہوتی ہے، چونکہ اللہ پاک نے انسان کو جزوی اختیار (Will and initiative) بخشا ہے اسی (Free will) کی وجہ سے انسان ذمہ دار اور جوابدہ ہے اور اسی (Free will) کے ذریعے انسان دوسری مخلوقات سے مختلف سطح پر زندگی گزارتا ہے۔ انسانی زندگی کا ایک سنجیدہ مقصد ہے اور ایک سنجیدہ اختتام (End) ہے۔

انسان (Values) کو پیدا کرتا ہے اور (Values) اس کی شخصیت کو قوت، وسعت اور خوبصورتی بخشتے ہیں اور اس کی سطح زندگی کو بلندی اور بالیدگی عطا کرتے ہیں۔ انسان اپنے روحانی ارتقاء میں (Actively participate) کرتا ہے یہ ارتقاء خود انسان کے ارادے اور اپنی محنت سے ہوتا ہے...... انسان جب اللہ کی راہ میں جدو جہد کا ارادہ اور عزم کرتا ہے تو پھر اللہ پاک کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔ جو لوگ نہ طلب نہ ارادہ اور نہ ہی محنت کرتے ہیں وہ اللہ کی دی ہوئی نعمت (Free will) کی بے قدری اور ناشکری کے مرتکب ہوتے ہیں...... ترقی و ارتقاء کائنات کا بنیادی قانون ہے۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

تغیر، ترقی اور ارتقاء ایک فطری قانون و عمل ہے جس کے ذریعہ کائنات کی ہر شے میں پوشیدہ و پنہاں، دبی ہوئی اور خوابیدہ (Dormant) طاقت و صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ترقی کا یہ عمل تدریجی، سلسلہ وار اور درجہ بدرجہ عمل میں آتا ہے۔ کائنات متحرک (Dynamic) ہے اور انسان

اس میں سب سے زیادہ (Dynamic) وجود وفطرت رکھتا ہے...... انسان کے اندر روحانی جزو (Free will) ہے اور انسانی ارتقاء اسی (Free will) کو کام میں لانے سے ہوتا ہے۔ انسان کو چھوڑ کر نباتات و جمادات غیر لچک (Inflexible) قوانین قدرت کے پابند ہیں، نہ ان میں آزادی، نہ ارادہ اور نہ اختیار...... ایک انسان جب اپنا ارادہ و اختیار اللہ پاک کے قوانین واحکام کے تابع (Subordinate) کرتا ہے تو پھر رب اسی کے ارادہ اور اختیار کے ذریعہ وسبب سے اپنی مرضی ومشیت (Will) کا نفاذ روئے زمین پر کرتا ہے۔ وہ انسان اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔

''ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مؤمن کا ہاتھ''

جو انسان اپنے ارادے (initiative) اور اختیار (Free will) کو دین فطرت کے قوانین کا تابع بنا کر جدوجہد کرتا ہے وہ اپنی ہی شخصیت (Personality) کو ترقی اور نشوونما بخشتا ہے۔ بیج (Seed) اپنی نشوونما کے لیے مٹی، پانی، ہوا، سورج کی روشنی وغیرہ کا محتاج ہے، انسانی شخصیت (Personality) صرف انسانی معاشرے کے بیچ نشوونما پاتی ہے، ایسا معاشرہ جس میں انسان آزاد، بااختیار اور با ارادہ ہو، ان کے آپسی پر امن تال میل سے انسان کی (Self-development) ہوتی ہے۔ جب انسانوں کا (Social interaction) ہمدردانہ ہو، ان کی آپس میں ہم آہنگی اور اتحاد واتفاق ہو تو ایسے ماحول میں افراد کی شخصیت نشوونما پاتی ہے۔ جس انسانی ماحول میں انسانی اقدار (Values) کی قدر و قیمت ہو، ایک دوسرے کا احترام ہو وہاں ہی صرف انسان اپنی شخصیت کو نشوونما دے سکتا ہے...... ایسا ماحول صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جب معاشرے کے افراد ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہوں، جو ہم جذبہ، ہم فکر، ہم احساس ہوں اور یہ سب کچھ ایمان، توحید اور عقیدے کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسے سماج کو ہی اسلام نے ملت کا نام دیا۔ ایک اللہ پر ایمان اور توحید وعقیدے کی رسی (Rope) سے جڑا ہوا سماج جہاں ہر ایک کے پاس ایک ہی نصب العین ہے...... اللہ کی رضا حاصل کرنا۔ اس کی رضا کے حصول کے لیے وہ ایک ہی قانون، ایک ہی طرح کے احکام اور اصول کے پابند رہتے ہیں، وہاں نہ کوئی بڑا نہ کوئی چھوٹا۔ جو جتنا اللہ سے ڈرتا ہے وہ اتنا ہی اللہ کے قریب قابل احترام اور مقبول ہے۔ جو آدمی جتنا

اللہ کی صفات کے رنگوں کو اپنے اندر عملی طور پر جذب کرتا ہے وہ اتنا اللہ کے قریب ہے۔

دوسروں کو نفع پہنچانے سے طاقت ملتی ہے:

انسان کی شخصیت اور اس کی خودی کی نشو و نما معاشرے اور سماج (ماحول) سے لینے (Receiving) سے نہیں بلکہ دینے (Giving) سے ہوتی ہے، انسان کی خودی و شخصیت جب ماحول (سماج و معاشرہ) کو اپنے ارادے واختیار سے دیتی ہے تو اس کی ترقی ونشو ونما ہوتی ہے، سخاوت وفیاضی اور صدقہ دینے سے انسانی نفس پاکیزہ، خودی مضبوط اور روح کو طاقت ملتی ہے، جتنا آدمی سخی اور فیاض ہوگا اتنا ہی وہ اللہ کے قریب ہوگا۔ اقدار (Values) اور اوصاف (Qualities) کا سرچشمہ اسماء الحسنٰی اللہ کے بہترین نام ہیں جو شخص جتنا ان اوصاف کے قریب اپنی شخصیت اور خودی کو لے جائے گا اس کی روحانی نشو ونما وترقی اور اللہ کی قربت اتنی زیادہ ہو گی۔ جو سماج و معاشرے میں لوگوں کی جتنی خدمت کرے، بھلائی و بہبود کے کاموں میں جتنا حصہ لے اس کی خودی و شخصیت اتنی ترقی وقوت حاصل کرے گی۔ انسان اور انسانی شخصیت کی نشو ونما سماج و معاشرے کے بیچ ہی ہوسکتی ہے نہ کہ کسی غار، پہاڑ یا خانقاہ میں بیٹھ کر۔ ''اہل ایمان اپنے اوپر (اپنے سے زیادہ) دوسروں کی حاجتوں کا خیال رکھتے ہیں جب کہ وہ خود بھی حاجت مند ہوتے ہیں...... جو شخص بھی نفس کے بخل (لالچ) سے بچایا گیا وہ کامیاب ہوگیا'' وہ مراد کو پا گیا وہی فلاح والے لوگ ہیں بخل، کنجوسی، مال و دولت اکٹھا کرنے اور جمع کرنے سے انسان کی شخصیت وخودی سکڑ کے ختم ہو جاتی ہے، اس کا دل تنگی اور گھٹن میں رہ جاتا ہے۔ قرآن پاک نے صاف اور واضح کہا'' وہی شے قائم وزندہ رہتی ہے جس میں فلاح و بہبودی ہو'' فلاح وخیر کا یہ تصور پوری انسانیت کے لیے ہے نہ کہ کسی خاص طبقے، قوم یا مذہب کے ماننے والوں کے لیے......

'' جو چیز انسانوں کے لیے نفع بخش اور فائدہ دینے والی ہو وہ زمین پر رہتی ہے'' (13-17) اس حقیقت سے یہ اٹل قانون بھی وجود میں آتا ہے کہ صرف وہی لوگ زندگی حاصل کرتے ہیں جو انسانیت کیلئے فلاح وخیر کا سامان مہیا کرتے ہیں، یہ قانون (Survival of the fittest) کے عین مخالف ہے۔ وہی لوگ زندہ رہتے ہیں جو سب سے زیادہ فیاض، سخی اور دریا دل ہیں۔

جن میں خود غرضی کی جگہ بے غرضی ہو۔ جن لوگوں نے قرآن کی روح کو سمجھا ہے وہ دن، رات سخاوت کرنے اور صدقہ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ وہ سخاوت کرنے اور صدقہ دینے میں کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے...... سامراجیت اور قومیت دونوں خود غرضی، بخل اور مال و دولت کو جمع کرنے، دوسروں کے وسائل واسباب پر قبضہ کرنے کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ یہی ان سیاسی نظاموں کا فلسفہ و قانون ہے۔

اخلاص اور یقین:

جو انسان دوسروں کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے بارے میں کوشش کرتا رہتا ہے وہ حقیقت میں اپنے لیے ہی خیر و بھلائی جمع کرتا ہے۔ ایک ابدی ولازوال زندگی کے لیے وہ ایک عارضی اور مختصر زندگی سے ایک لازوال وابدی زندگی کا سامان نکال لیتا ہے اور اپنے لیے جنت پیدا کرتا ہے۔ دین میں مال خرچ کرنے، سخاوت کرنے، صدقہ دینے کے لیے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے، نیت اور ارادہ صرف اللہ کی خوشنودی ہو نہ کہ نام ونمود اور شہرت وغیرہ، نام ونمود اور دکھلاوے سے ہر عبادت ضائع اور غیر مقبول ہو جاتی ہے۔ ایسی عبادت اللہ کے انعام کی بجائے اللہ کے غصے اور عذاب کو دعوت دیتی ہے۔ ''وہ جب دیتے ہیں، وہ جب کھلاتے ہیں تو صرف اللہ کی خاطر۔ وہ کوئی معاوضہ نہیں چاہتے نہ وہ لوگوں پر احسان رکھتے ہیں'' اہل ایمان کی نیت اور مقصود ہر بھلائی، فلاح اور سخاوت کے کاموں میں یہی ہوتی ہے۔ اہل ایمان کو اپنے سودے (Business) کا پورا یقین ہوتا ہے، اس لیے وہ اس کاروبار میں کوئی ملاوٹ (Alteration) نہیں کرتے۔ ان کو اس بات کا یقین ہر لمحہ ہوتا ہے اور یہ احساس ہر جگہ اور ہر وقت ان کے دل میں ہوتا ہے کہ ان کی جان اور مال ان کا اپنا نہیں بلکہ وہ یہ دونوں عزیز چیزیں بیچ چکے ہیں جنت کے بدلے۔ خریدنے والا (Buyer) اللہ، بیچنے (Seller) مؤمن بیچی گئی چیز (Goods sold) اپنی جان و مال اور اس کے بدلے قیمت (Price) جنت۔ ان کے دل و دماغ میں جس طرح اپنی جان اور اپنا مال ایک ٹھوس، محسوس رکھنے والی چیزیں ہیں، اسی یقین کے ساتھ جنت بھی ان کے دل و دماغ میں

موجود ہے۔ ان کو اللہ اور اللہ کے وعدوں پر پورا پورا یقین ہوتا ہے یہی ایمان و یقین ان کے اس کاروبار کا محرک ہوتا ہے، یہی ایمان و یقین ان کے تمام اعمال صالح کا محرک و سبب ہے۔ اس یقین اور ایمان کی حقیقت ان کے کردار، ایثار اور قربانی سے ظاہر ہوتی ہے، اللہ کی راہ میں جہاد او رشوق شہادت کا ہونا اور پھر شہادت کا نصیب ہونا ان کے ایمان کی سب سے بڑی، اونچی اور مکمل دلیل ہے۔ شہادت ایک ایسی گواہی ہے جس کے لیے کسی گواہ کی ضرورت نہیں۔ اس ایثار و قربانی کے سامنے تمام دلیلیں اور منطق بے وزن اور بے معنی ہیں۔ شہید کے مقدس خون میں اتنی طاقت و تاثیر ہے کہ یہ مردہ و غفلت میں پڑی ہوئی قوم کو زندہ و بیدار کرتا ہے۔ شہید کا کردار، ایثار اور جذبۂ قربانی قوم و ملت کے افراد کے ذہنوں کو جھنجوڑتا ہے۔ ان کے ٹھنڈے اور منجمد (Frozen) جذبات و احساسات کو حرارت دے کر پگھلاتا (Melt) ہے۔

شہداء کی روحانی توجہات:

ایک زندہ چیز ہی دوسری چیز میں زندگی و حرکت پیدا کر سکتی ہے۔ شہداء روحانی طور پر روئے زمین کے لوگوں کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ خاص کر ان لوگوں کے لیے جو ان شہداء سے واقف و آشنا ہوتے ہیں۔ شہداء کے عزیز و اقارب ان کی یادوں سے مخمور رہتے ہیں۔ یہ جذبات و احساسات کا تعلق ان کے عزیز و اقارب، دوست احباب اور جاننے والے افراد کی فکر، احساس و جذبات کو حرکت میں لے آتا ہے، اس جذباتی و وجدانی کیفیت سے وہ لوگ خوب واقف ہیں...... جن لوگوں نے اس حقیقت کو محسوس کیا ہے...... یہ بے زبان خاموش ترسیل و اطلاع (Communication) ایک روحانی تحریک برپا کرتی ہے۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
حیات بھی حیات ہے موت بھی حیات ہے

قرآن پاک نے کہا ”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مرا ہوا مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔“ (2:153)

”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت سمجھو وہ زندہ ہیں اور ان کو اللہ کے

پاس سے رزق ملتا ہے۔'' (3:169)

یعنی شہداء کو مردہ کہنا تو دور مرا ہوا سمجھنا بھی گناہ ہے...... یہ ہے شہداء کا رتبہ و مرتبہ اللہ کے سامنے...... شہداء جس سطح (Plane) پر زندہ ہیں وہ گہری اور اونچی و بلند ہے...... عام لوگوں کا شعور اس زندگی کا احساس وادراک نہیں کر سکتا۔ شہداء اللہ کے انعامات اور اپنے درجات و مراتب دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے احساسات وجذبات میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو انہوں نے اپنے پیچھے روئے زمین پر چھوڑے یعنی شہداء کی ارواح زمین والوں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں یہی روحانی توجہ شہداء کے دوست احباب اور عزیز واقارب کو خوشی ومسرت عطا کرتی ہے، وہ شہید کی قربانی پر خوشی وفخر محسوس کرتے ہیں، ان کے دل میں غم یا افسوس نہیں ہوتا حتٰی کہ جو لوگ بے یقین ہوتے ہیں وہ بھی شہداء کا احترام واکرام کرتے ہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا: جنت سے واپس آنے کی خواہش کوئی نہیں کرے گا لیکن شہداء اللہ کے فضل اور انعامات دیکھ کر پھر واپس آنے کی خواہش کریں گے۔ (لیکن یہ ناممکن ہے)

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

میرے دل کی رعنائی کا راز:

شہید شارق بخشی، شہید غازی بابا، شہید راشد بھائی، شہید شبیر احمد ڈار، شہید آفاق شاہ، شہید ارسلان (محمد) رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے کردار، ایثار، قربانی، جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے میرے دل میں رعنائی پیدا ہوئی...... اخلاص سے بھرپور، شباب وکردار بے داغ......

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہو بے داغ ضرب ہو کاری

شہداء کے کردار کو بیان کرنا مشکل ہے ان کے کردار، ان کے جذبات واحساسات، ان کی طبیعت ورجحانات میں روحانی ووجدانی تاثیر ہوتی ہے اس تاثیر (Effect) کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے، اس تاثیر کی چاشنی (Sweetness) کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، بقول ہلین کلر:

"The most beautiful things of life can not be seen or even touched they must be felt by heart"

اللہ پاک اس دنیا میں ہی شہداء کے دلوں کو ایمان اور یقین کی روشنی سے منور و معطر کر دیتا ہے۔ ان کی حق پر استقامت، عدل و انصاف سے محبت اور ظلم و جبر سے نفرت ان کے ایمان کی زندہ نشانی ہوتی ہے۔ان کے دلوں میں باطل کا ڈر و خوف نہیں ہوتا کیونکہ ان کے دلوں میں صرف ایک اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں۔ان کو اللہ کے وعدوں کا مکمل یقین ہوتا ہے وہ اس دنیا کی چیزوں کے ساتھ دل لگانا حقیر سمجھتے ہیں۔ وہ صرف اللہ کے احکام وقوانین کی پیروی کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر صرف اللہ کے بندوں کے حقوق پورے کرنے میں اپنی طاقت وصلاحیت کو صرف کرتے ہیں...... میں نے یہ کردار شہداء میں دیکھا......شہداء کا اخلاص ایسی سطح و مقام تک پہنچ چکا ہوتا ہے جہاں وہ کسی بھی نظر سے اوجھل نہیں ہوسکتا،شہادت کی تمنا سے فرد وقوم کو زندگی ملتی ہے۔

بھائی راشد شہیدؒ:

ایک دن میں راشد بھائی کو ایک برفیلے پہاڑ پر ملنے گیا۔ابھی میدانی علاقوں میں برف باری نہیں ہوئی تھی، وہاں میں نے چند مجاہدوں کے ساتھ راشد بھائی کو ایک غار کھودنے میں مصروف پایا۔ان میں سے ایک مجاہد انگلینڈ سے پڑھائی کر کے کشمیر میں جہاد کے لیے آیا تھا،ان سب کے کپڑے ہاتھ پیر مٹی سے بھرے ہوئے تھے، مجھے دیکھتے ہی سب گلے ملے، پھر راشد بھائی خود چائے اور روٹی لے کر آئے...... راشد بھائی، انگلینڈ میں پڑھا لکھا یہ نوجوان (اپنے ماں باپ بھائی بہن کے یہ شہزادے اپنے عزیز واقارب،اپنی خوشحال زندگیوں کو چھوڑ کر کشمیر کے پہاڑوں کی غاروں اور مٹی کے مکانوں میں گزر بسر کرنے والے، پھر اللہ کی راہ میں جان دینے والے) دوسری طرف میرے کشمیری بھائی جو اپنے مستقبل کی فکر میں اور اپنی دنیوی زندگی کو خوبصورت بنانے میں دن رات فکر مند ہیں، نہ قوم وملت کی فکر اور نہ غلامی و ذلت کا احساس، بہرحال شہداء کے مقدس لہو نے اب کشمیر کی نئی نسل میں ایک فکر،شعور، جذبہ اور احساس پیدا کیا،اس سوئی ہوئی غفلت میں پڑی ہوئی قوم کو بیدار کیا...... اب ان شاء اللہ اس نسل میں ہزاروں آفاق شاہ

رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے۔ سری نگر کا ہر بچہ اب آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا (Extension) ہوگا۔ جب یہ ہوا چل پڑے گی اور ان شاء اللہ ضرور چلے گی پھر بھارتی سامراجی قابض فوج اور ان کے آقا جو دلی میں پروگرام و پالیسیاں بنا رہے ہیں ان سب کی نیند اڑ جائے گی......

کشمیری قوم کے پاس دو راستے:

کشمیری قوم کے پاس دو ہی راستے ہیں مزاحمت جس کا سرچشمہ قرآن وسنت رسول ﷺ اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے یا پھر ذلت وغلامی کی زندگی جس میں ہماری جان، ہماری عزت وعصمت، ہمارا مال سب کچھ غیر محفوظ اور (Vulnerable) ہے کیونکہ اب گاؤں گاؤں، گلی گلی قابض فوج کی عملی حکمرانی چل رہی ہے...... پانی، کھیت، میدان، باغ ہر جگہ قابض فوج کا قبضہ ہے...... بھارت نواز کٹھ پتلی بے ضمیر و بے غیرت سیاست دانوں کا خاتمہ ہماری عسکریت کا پہلا ہدف ہونا چاہیے ہماری قوم کے لیے سب سے بدترین دشمن یہی سیاست دان ہیں۔ ایک مضبوط، خود کفیل، خود انحصار اور خود اعتماد عسکری تحریک کا ابھرنا اب ناگزیر ہے، (Surrender) یا تحریک سے دستبردار ہونا ایک اجتماعی خودکشی (National suicide) ہوگی بھارتی سامراجیت کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور ہاتھ کھڑے کرنا اپنی ماں، بہن اور بیٹی کو بھارتی فوج کے حوالے کرنے کے برابر ہے۔ اپنے دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے برابر ہے......عسکری مزاحمت اب ایسی ہی عبادت بن چکی ہے جیسے نماز اور روزہ فرض ہے...... جہاد فوجی انخلاء تک ہمارا نعرہ اور ہدف ہونا چاہیے۔ اقوام متحدہ ایک دجالی ادارہ ہے جو دین اسلام اور مظلوم وغریب ممالک کے خلاف یہودی و امریکی اور مغربی سامراجیت کا ادارہ ہے۔ اس سے پہلے بھی اور اب بھی کوئی توقع یا امید رکھنا خوش فہمی ہی نہیں بلکہ قوم کو گمراہی کی طرف لے جانے کے برابر ہے۔ ISI اور پاکستانی حکمران جو عملی طور پر امریکہ کے غلام ہیں ان پر تحریک مزاحمت کا انحصار توہین جہاد ہے۔ جہاد تقاضوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاد کے اپنے اصول، شرائط، قوانین، حکمت عملی ہوتی ہے جن کا سرچشمہ دینِ الٰہی ہے، ان پر عمل کرنے سے ہی جہاد مطلوبہ نتائج وثمرات (Fruits) دیتا ہے۔ جہاد کا انکار گناہ عظیم ہے لیکن توہین جہاد اور جہاد کی بے حرمتی کرنا اس سے بڑا گناہ ہے......ہمیں اللہ پاک سے جو غفور و

www.farangnoor.com

رحیم ہے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔

اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں کو معاف کر اور جو زیادتی ہمارے اپنے معاملے میں ہم سے ہوئی اسے معاف کر دے اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور قومِ کافر کے مقابلے میں تو ہمیں نصرت عطا کر......اے ہمارے رب! ہمیں ان کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا، ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما یقیناً تو زبردست اور نہایت حکمت والا ہے۔(آمین)

فکری اِصلاح کا نصاب، جلدبازی مُضر:

معاشرے وسماج کا مزاج دنوں یا سالوں میں نہیں بدلتا......لوگوں کی عادات، رسم ورواج، تہذیب وثقافت، افکار ونظریات وغیرہ یہ عمل تدریجی اور ارتقائی ہونے کے ساتھ ساتھ اکتسابی و ایجابی بھی ہے۔لیکن جو لوگ قومی مزاج وطبیعت کو دنوں اور سالوں میں بدلنا چاہتے ہیں ایسی جلد بازی اور غیر فطری طریقے سے فکری وشعوری ترقی اور نشوونما کے بجائے ایک ایسا ردعمل (Reaction) پیدا ہوتا ہے جس سے ہر نئی تعمیری فکر کو مخالفت کا نہ صرف سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ روایتی رسم ورواج جو غیر شرعی، غیر عقلی اور غیر فطری ہوتے ہیں معاشرے میں مضبوط جڑ پکڑتے ہیں...... معاشرے کی جسم حیوانی یا نباتاتی انداز میں تشریح اور تجزیہ ایک مصنوعی، خیالی اور غیر ایجابی طریقہ ہے۔

اس انداز کی تشریح مارکس وغیرہ دہریت پسند مفکروں نے کی جس کی بنیاد مادیت کا فلسفہ ہے جس میں خالق کائنات کا انکار، روح وروحانی اقدار کا انکار شامل ہے،اس فکر وفلسفے نے نہ صرف انسانیت، مذہب اور معاشرتی وجود کو بہت بڑا نقصان پہنچایا بلکہ ہوا، زمین و پانی کو بھی زہر آلود کر دیا......موجودہ دور میں اخلاقی بحران اسی مادی فلسفے وفکر کا نتیجہ ہے اور اس وقت امریکہ و یورپ اس بحران کے دلدل میں ڈوب چکا ہے۔ بانی عمرانیات ابن خلدون نے قرآن سے عمرانیات کے واضح اور معین اصول متعین کیئے۔قرآن ہی نے معاشرے کے نظم وضبط کے قوانین اور اس کی بنیادی قوتوں کی صاف صاف وضاحت کی ہے۔ معاشرہ اپنی معنوی وجودی علتوں کا تابع ہے، اس کا وجود، ترقی اور نشوونما ہر مرحلہ پر معنوی رشتوں سے منسلک اور وابستہ ہے۔اور نظم وضبط کے

آئین وقوانین کا پابند ہے۔ ثقافتی ذہنیت، نظامِ اخلاق واقدار اور ثقافتی داعیات نسلاً بعد نسل افراد میں منتقل ہوتی ہیں، ابن خلدون کے نزدیک دین اسلام کا ہر پہلو ایک تحریک ہے۔ حسن محبت، تعاونِ باہمی سے حق وانصاف کی محبت بڑھ جاتی ہے، قرآن نے عمل کو عقیدہ اور عقیدہ کو عمل کا پابند بنایا۔ معاشرتی زندگی کی تعمیر میں اتحاد عمل ایک اہم (Factor) ہے۔ بغیر اتحاد کے کوئی بھی ترقی ممکن نہیں ...... اجتماعی شعور اور ارادہ اور اجتماعی نصب العین کو دین فطرت فطری قوانین کے تحت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے عرب کی ان روایات اور رسموں کو تبدیل (Change) نہیں کیا جو اسلامی روح کے خلاف نہیں تھیں۔ معاشرے کی اجتماعیت اور اتحاد ایک ایسے ارتقائی عمل کے بعد وجود میں آتا ہے جو نسل در نسل منتقلی کے بعد ایک حقیقت بن کر ابھرتا ہے۔ اس اجتماعیت واتحاد میں جتنی رسمیں اور رواج غیر فطری، غیر شرعی اور غیر عقلی ہوں ان کو معاشرے سے نکال دینا حکمت، دانائی اور بصیرت کے ساتھ ساتھ ایک بے داغ کردار کا تقاضا کرتا ہے، ایک مرحلے کے بعد دوسرا مرحلہ طے کرنا پڑتا ہے، صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ سماجی تبدیلی سے پہلے سیاسی تبدیلی کے فلسفے کے قائل ہیں جو حکومت کی تبدیلی کے ذریعہ سماج میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں وہ صدیوں بعد بھی کسی تبدیلی کو لانے میں نہ صرف ناکام ہوتے ہیں بلکہ وہ خود بھی اپنے آپ کو آس پاس کے ماحول کے اثر سے محفوظ نہیں رکھ پاتے۔ وہ ایک ایسے (Vicious circle) میں ملوث ومصروف رہتے ہیں کہ ایک پورا چکر کاٹنے کے بعد انسان اپنے آپ کو پہلی والی جگہ پر پاتا ہے جہاں سے سفر شروع کیا تھا...... اس میں کوئی شک نہیں طاقت کا مقابلہ طاقت سے ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن اسی قانون کے مطابق فکر کا مقابلہ فکر سے ہی کیا جا سکتا ہے نہ کہ طاقت سے۔ فوجی قبضے، فوجی جارحیت یا فوجی حملے کو صرف طاقت کے ذریعہ سے ہی دور کیا جا سکتا ہے لیکن فوجی طاقت کے ذریعہ یا سیاسی طاقت کے ذریعہ معاشرے کی فکری، روحانی اور معنوی تعمیر ونشو ونما کے فلسفے اور طریقے پوری انسانی تاریخ میں ہمیشہ ناکام ہوئے ہیں۔ ان بنیادی فطری اور تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو یہ بات اپنے ذہنوں اور دلوں میں ڈالنی ہوگی اور اس حقیقت کا

اعتراف عوام کے سامنے بھی کرنا ہوگا کہ کوئی بھی نظام عوام کے اوپر زبردستی نہیں ٹھونسا یا تھوپا جا سکتا ہے۔ ورنہ وہ لوگ جن کی نیت اور ارادہ خالص اور پاک ہے وہ اپنے مقدس مشن میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے...... کوئی بھی نئی بات، نئی فکر یا نئی چیز سماج و معاشرے میں داخل نہیں کی سکتی جب تک اس نئی فکر، بات اور چیز کے لیے عوامی ذہن، جذبہ اور شعور اس کو جذب کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔

تحریک کا خاکہ (Road map) تاریخی، فطری اور عقلی بنیادوں پر تیار کرنا تحریک کی کامیابی کے لیے لازم ہوتا ہے...... پہلا مرحلہ طے کرنے کے بعد ہی دوسرا مرحلہ طے کیا جا سکتا ہے، اگر چہ ایک مرحلے کو طے کرنے میں پوری ایک نسل کی عمر صرف ہو جائے۔ جلد بازی، بے صبری، غیر فطری اور غیر عقلی (Irrational) فکر و فلسفے معاشرے کو نقصان کے سوا کچھ بھی نہیں دے سکتے...... ایک مرحلہ و مقام دوسرے مرحلے و مقام کے لیے سواری اور سبب و وسیلہ بن جاتا ہے...... اسی طرح مرحلہ بہ مرحلہ کوئی فرد یا قوم یا کوئی معاشرہ ترقی و نشو و نما کی راہ پر تعمیری انداز میں سفر کرتا ہے...... اگر انسان صرف اپنے آپ میں کسی تبدیلی کا ارادہ کرتا ہے اس میں بھی کوئی (Short cut) راستہ نہیں ہے۔ انسانوں کے ذہن، نفس، عادات، رسم و رواج، فکر و شعور مرحلہ وار ہی کوئی تبدیلی قبول کرتے ہیں۔ ارتقاء کا اصول کائنات میں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ پیڑ پودوں سے لے کر پرندوں و حیوانوں میں، چونکہ انسان کے پاس ارادہ و اختیار بھی جو جزوی ہے موجود ہے لہٰذا انسان اسی (Free will) کی وجہ سے مکلّف و جوابدہ بھی ہے۔

کامیاب جماعت کے اوصاف:

جو جماعت کسی خاص تحریک کو برپا کرنا چاہتی ہے، اس جماعت کے افراد میں اس تحریک کے تقاضوں کے مطابق اوصاف کا ہونا لازمی ہے۔ اس جماعت میں ہم فکری، ہم خیالی، ہم جذبہ ہونا لازمی ہے۔ ان کا آپس میں اشتراک، تعاون، معنوی و نفسیاتی ہم آہنگی ہونا لازمی ہے اور یہ صرف ایمان، توحید اور ایک عقیدے کی بنیاد پر وجود میں آ سکتی ہے۔ ہم ارادہ ہونا ایک مقصد، ایک ہدف اور ایک نصب العین صرف ایمان و عقیدے کی بنیاد پر پیدا ہو سکتا ہے۔ اس جماعت کی قوت نظام

اخلاق، اقدار وکردار پر منحصر ہوتی ہے۔ اس جماعت میں ایثار وقربانی کا جذبہ دلوں میں مضبوط ہونا چاہیے۔ یہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا پرتو وعکس (Shadow) ہونی چاہیے۔ ان کو دیکھ کر اوران کے کردار، افعال وگفتار کو دیکھ کر معاشرہ کو ان کی نقل کرنا چاہیے۔ ایسے ہی لوگ کسی تحریک کو آگے لے جانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کس طرح بغاوت، سرکشی، ارتداد اور قبائلی جاہلیت جیسے فتنوں کا مقابلہ کیا اور پھر دین اسلام کو کس طرح پھیلایا۔ اس کی مثال روئے زمین اور چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک نمونہ (Ideal model) ایک (Epitome) ہے، ان اہل ایمان کے لیے جو دین کا جھنڈا بلند کرنے کا ارادہ کر کے نکلتے ہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جو ان کی پیروی کرے گا فلاح وکامیابی پائے گا...... حضور ﷺ نے صحابہ کی تعلیم وتربیت، تزکیہ نفس، ان کے کردار اور ان کے فکر وشعور کی اس طرح تطہیر کی کہ قیامت تک انسانوں کی تربیت کے لیے ایک مکمل نمونہ تشکیل ہوا۔

ایسی جماعت جو انسانی استطاعت، طاقت، صلاحیت اور وسعت کو نمایاں کرنے والی جماعت ہے۔ جو دین سے پہلے قبائلی اوصاف کے مالک تھے اور دین اسلام کے بعد حکمران وفاتح کے طور پر سامنے آئے، جن کو دنیا کی دو بڑی طاقتیں قیصر وکسریٰ (رومی وفارسی) کبھی جانتے بھی نہ تھیں۔ یہ قبائل ان پڑھ، گنوار، غیر مہذب تھے اور شرک وتوہمات میں گرفتار تھے۔ دین فطرت نے ان کی فکر اور ان کے اوصاف وکردار کو ایسے سنوارا، سجایا اور چمکایا کہ انہوں نے چاروں طرف پھیلی جہالت وشرک کی تاریکی کو ختم کر دیا۔ دین اسلام میں یہ طاقت، یہ اثر، صلاحیت اور قوت آج بھی موجود ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا کردار، فکر، تقویٰ، نظم وضبط، سنجیدگی پیدا ہو...... وہ رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار تھے...... ان کے دلوں میں اللہ کا خوف ہمیشہ موجود رہتا تھا، اس خوف الٰہی نے ان کو وہ حکمت ودانائی عطا کی جس کے نور سے ان کے فیصلے، ان کی راہیں، ان کے اہداف اور مقاصد ہمیشہ صحیح، درست، عدل وحق پر مبنی ہوتے تھے۔ وہ غیر ضروری اور فضول کاموں سے محفوظ اور الگ ہو گئے۔ انہوں نے دنیا کے کاموں، اوقات، اپنی صلاحیتوں

اورقابلیت کارخ آخرت کی طرف کیا،ان کے دل ہدایت وسعادت کے چراغ سے منورو روشن ہو گئے تھے......ان کی نگاہوں میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب وحسین تھے، وہ آپس میں ملتے اور جدا ہوتے تو صرف اللہ کی خاطر...... وہ گناہوں، بے حیائی اور غلط کاموں سے ایسے دور بھاگتے تھے جیسے ہم زلزلے کے وقت گھروں سے دور بھاگتے ہیں، یا گھر میں آگ لگنے پر گھر سے بھاگ نکلتے ہیں۔

انہی صفات، کردار، ایثار، اخلاص اور اسی فکر نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کی مدد و نصرت کے قابل بنایا۔ فتح ونصرت کا تعلق کسی نسل،قوم، زمان ومکان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ کچھ قوانین، اصول، شرائط،صفات، آداب اور کردار کے ساتھ وابستہ ومتعین کیا گیا ہے......جنہیں کسی بھی دور میں اور کسی بھی مقام کی جماعت بروئے کارلائے گی تو ان کو فتح ونصرت، کامرانی اور کامیابی اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق حاصل ہوگی۔

''بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخری کامیابی تو خداترسوں کے لیے ہے۔''(الاعراف:۱۲۸)

''اور زبور میں ہم لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے بندے ہوں گے۔''(الانبیاء:۱۰۵)

"Blessed are the meek for they shall inherit the Earth" (Matthew:v:3)

"The righteous shall inherit the Earth (slam:38:29)

اس دور میں بھی اہل ایمان واہل حق کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں،ان کے کرداراوران کی سیرت پرغور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ نصرت و فتح اور حمایت کے تقاضے پورے کرنے میں کامیابی حاصل ہو......

''اور مدد تو صرف خدا کی طرف سے آتی ہے''(الانفال:۱۰)

جولوگ ظلم و جبر، سامراجیت وجارحیت اوراستعماری طاقتوں کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں ان کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت، ان کی سیرت و کردار ایک نمونہ (Model) اور ایک (Epitome) کی حیثیت رکھتے ہیں......صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے عملی طور پر زندگی کے تمام

شعبوں اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو مکمل کامیابی کے ساتھ بروئے کار لا کر ایک عملی نمونہ زندگی کے لیے قائم کیا۔ اس زندگی کے گزارنے کے عملی نمونے و نظام جس میں دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی موجود ہے...... صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی کردار اور ان کی یہی فکر و سیرت جب جب اور جہاں جہاں روئے زمین پر نمودار ہوئی فتح و کامیابی یقینی بن جائے گی۔

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو بدل نہیں دیتی۔" (الرعد:۱۱)

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔" (محمد:۷)

"اگر تم صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کرو گے تو ان کی چال (سازش) تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گی۔" (آل عمران:۱۲۰)

ان ربانی قوانین، اصول اور شرائط کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے عملی طور پر پورا کیا جس کے نتیجے میں ان کو اللہ کی طرف سے مدد، نصرت اور فتح نصیب ہوئی، ان کی دنیوی زندگی اور اخروی زندگی کامیابی و عافیت سے ہمکنار رہوئی...... یہ اصول، قوانین اور شرائط ربانی، آفاقی اور نہ تبدیل ہونے والے ہیں۔ ان کو زمان و مکان اور حالات تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہ قیامت تک کے لیے متعین اور طے شدہ قوانین و اصول اور شرائط ہیں۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا شجاعت کا لیاقت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کی سیرت پاک اور ان کے کردار میں قرآن ہی قرآن نظر آتا ہے وہ چلتے پھرتے قرآنی آیات کے مجسم و ترجمان تھے، جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک باپ کو قتل کیا...... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبد الرحمٰن کے قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی...... حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید کو قتل کیا وغیرہ وغیرہ...... ان کے دلوں میں اللہ کی محبت رچ بس گئی تھی......

''تم کبھی نہ پاؤ گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا ان کے بھائی یا اہل خاندان...... یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی......اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ ان سے راضی ہوئے...... وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں اور سن لو اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (المجادلہ:۲۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے ہجرت کے موقع پر اہل و عیال، مال و دولت وغیرہ صرف دین کی حفاظت اور حکم نبوی کی تکمیل کے لیے چھوڑا۔ اسی طرح جہاد کا اعلان سنتے ہی اپنی جان و مال پیش کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم نے اپنی جان و مال کا سودا جنت کے بدلے کیا ہے لٰہذا ان پر ہمارا کوئی حق نہیں، انہوں نے اللہ کا یہ حکم سنا تھا:

''کہہ دو اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، بیویاں، عزیز و اقارب اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار جس کے ماند پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے اور وہ مکانات جو تم کو پسند ہیں، خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سامنے لے آئے۔'' (التوبہ:۲۴)

امتحان اور آزمائش لازمی ہے:

فتح و غلبہ کا آزمائش و امتحان سے گہرا تعلق ہے یہ اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ کسی قوم (امت) کو تب ہی غلبہ و نصرت اور فتح عطا کرتا ہے جب وہ آزمائش اور امتحان کے مختلف مراحل سے گزر چکی ہوتی ہے، انہی آزمائش سے اہل ایمان کا جوہر ایمان اور خوابیدہ صلاحیتیں و قوت (Latent potentiol) نکھرتا اور ابھرتا ہے، پھر انہیں زمین میں غلبہ حاصل ہوتا ہے......

''کیا تم سمجھتے ہو کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے (آزمائش و امتحان کے بغیر) ہم اہل ایمان کو ضرور آزمائیں گے خوف سے مال و اولاد، کاروبار و تجارت کے نقصان سے...... کیا تم نے

سمجھا کہ یوں ہی جنت میں جاؤ گے......ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون جہاد

کے لیے نکلتا ہے۔'' (القرآن)

''تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔'' (آلِ

عمرآن:۹۷)

اس ایثار اور کردار کا نتیجہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روحوں، دلوں اور دماغوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے منور کیا تھا......

''ایمان والوں کو اللہ پاک ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت میں ثبات عطا کرتا ہے۔''

(ابراہیم:۲۷)

حضرات صحابہ کرام اور اُن کا اجماع:

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایمانی قوت سے ہی ہر گتھی کو سلجھایا اور ہر مسئلے اور پریشانی کو حل کیا، ان کو پائیدار نقطہ نظر، دانائی وحکمت، مستحکم نظام فکر اور سیرت، پاکیزہ کردار اور اخلاق کی استواری نصیب ہوئی تھی، ان کے قلوب عین میدان جنگ میں بھی سکون اور اطمینان سے رہتے تھے، اللہ پاک ہدایت اور صحیح راستہ انہی لوگوں کو دکھاتا ہے جو لوگ اس کی راہ میں کوشش کرتے ہیں۔قرآن پاک اور نبی ﷺ کی محبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب وارواح کو نورِ الٰہی سے رنگین ومنور کیا تھا، جو ان کے اعضاء وجوارح سے عمل کی شکل میں جاری ہوتا تھا۔حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک طرف امیر مملکت تھے کہ دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتیں قیصر وکسریٰ ان سے تھراتی تھی اور دوسری طرف شیخ طریقت درویش، کمبل پوش اور مسجد کے امام بھی تھے، محتاجوں، مسکینوں کے گھروں میں جا کر خود ان کو کھانا وروٹی وغیرہ دے آتے تھے......ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر لوگ اپنے دین کو درست کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا: ''میرے بعد جو بھی زندہ رہے گا بہت سے اختلاف دیکھے گا تو ایسی صورت میں میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرتے رہنا اور اسے تھامے رکھنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھنا اور نئی نئی باتوں سے بچنا

کیونکہ ہرنئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی“ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: ”جس نے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ اختیار کرے۔ امت کا افضل ترین طبقہ، پاک قلوب، علم گہرا، اللہ پاک نے ان کو اپنے دین کے لیے چنا، ان کے اخلاق اور سیرتوں کو مضبوط پکڑو اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہدایت پر تھے۔“ (مشکوٰۃ)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع شرعی حجت ہے، ان کا منکر دائرہ اسلام سے خارج۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کمالات نبوت کے آئینہ دار اور اوصاف رسالت کے مظہر اتم...... صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ کی اتباع ضروری ہے جو امت مسلمہ کو ہر گمراہی سے بچا سکتی ہے۔

حضور ﷺ کی قیادت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی فکر، احساسات وجذبات کو تعلیم وتربیت اور تزکیہ سے اس طرح پاکیزہ، معطر ومنور کیا تھا کہ وہ فتنوں اور فساد پھیلانے والے دشمن کی سازشوں اور ارادوں کو جڑ سے ہی کاٹ دیتے تھے۔

مقبول جہاد کیلئے پاکیزہ مال اور پاکیزہ اسباب لازمی ہیں:

دین فطرت ایک مکمل نظام حیات ہے، دین زندگی کے ہر پہلو ہر شعبے اور ہر میدان میں انسان کی عملی رہنمائی کرتا ہے۔ جس طرح زندگی اور کائنات کے مختلف نظام ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور منسلک، ہم آہنگ ہیں اور ایک دوسرے پر انحصار وموافقت رکھتے ہیں اسی طرح دینی احکام، اصول اور قوانین کام کرتے ہیں۔ اگر ان بنیادی اصولوں، قوانین اور احکام کو پوری زندگی پر نافذ نہ کیا جائے تو ان کے نتائج اور ثمرات بھی حاصل نہیں ہوسکتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”دین میں یکسوئی کے ساتھ پورے پورے داخل ہو جاؤ۔“ اگر انسان نماز پڑھے گا مگر حلال رزق کی بجائے حرام کھائے گا تو اس کی عبادت نہ قبول ہوگی اور نہ اس عبادت کے نتائج وثمرات ملیں گے...... جہاد دین کا اہم شعبہ ہے اگر جہاد کے ساتھ باقی منسلک شعبوں کو دین کے دائرے میں نہیں لایا جائیگا تو نہ جہاد قبول ہوگا نہ جہاد کے نتائج وثمرات حاصل ہوں گے۔ جہاد ایک مقدس اور عظیم عبادت ہے۔ پاکیزہ مقاصد واہداف کو حاصل کرنے کے لیے پاکیزہ ذرائع ووسائل کا ہونا

لازم ہے......ناپاک ذریعہ سے پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی۔

جہاد پاکیزہ ومقدس اور عظیم عبادت ہے اس کے ساتھ ناپاک، غیر اصولی قوانین، وسائل اور طریقے منسلک ووابستہ کرنا اس عظیم مقدس عبادت کی توہین وتذلیل ہے۔کوئی بھی پاک ذہن اور قلب سلیم پاکیزہ ومقدس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے گھٹیا اور گندے ذرائع ووسائل استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گا اور نہ ہی تیار ہوگا......دین فطرت نے انسان کو نتائج واہداف کو حاصل کرنے کا مکلّف وذمہ دار نہیں بنایا بلکہ کوشش وسعی اور پاکیزہ وسائل کو ممکنہ حد تک استعمال کرنے کا ذمہ دار بنایا۔اس کے بعد نتیجہ وکامیابی صرف اللہ کی مدد سے حاصل ہوگی۔لیکن اگر کوشش وجدوجہد اور وسائل میں کمزوری، نقص ہو یا غیر شرعی وناپاک طریقہ استعمال ہو تو پاکیزہ ہدف ومقصد حاصل ہونے کے باوجود وہ دین اسلام کے مطابق ناپاک وغیر شرعی مقصد وہدف تصور کیا جائے گا......جس طرح نماز کے لیے حلال وپاکیزہ کپڑے، پاک جگہ اور پاک پانی سے وضو کا ہونا لازم ہے، اسی طرح جہاد کا معاملہ ہے......حرام کمائی کے کپڑے پہن کر، ناپاک جگہ پر اور ناپاک پانی سے وضو بنا کر نہ نماز جائز ہے نہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگی اور نہ ہی اس کے نتائج وثمرات انسانی شخصیت پر مرتب ہونگے، الٹا انسان اللہ کے غضب کا حقدار بنے گا، اگر نماز کی بے حرمتی اور توہین ہوگی تو وہ نماز بھی خود نمازی کے لیے بددعا کرے گی، اسی طرح جہاد کا معاملہ ہے۔

جہاد کشمیر ابتداء سے ہی بے یقینی، بے اصولی اور غیر اخلاقی عوامل سے متاثر ہوا......نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ جہاد کشمیر میں لوگوں نے جہاد کے نام پر دنیا بنائی، نام ونمود کے پیچھے پڑ گئے، جہاد کو ذریعہ معاش، تجارت وکاروبار بنایا گیا......لیکن اس جہاد میں مخلص لوگوں نے اپنا مقدس لہو بہایا، اپنا مال، اپنی جائیداد، اپنے بال بچے، اپنا گھر بار سب کچھ قربان کیا۔ ہزاروں جوانیاں زمین میں دفن ہوگئیں، ہزاروں عصمتیں تار تار ہوگئیں، ہزاروں لوگ زندانوں واذیت خانوں میں تشدد وظلم سے ناکارہ ہوگئے......شہداء نے اس مقدس کارواں کے سفر کو چاندنی رات کی دھیمی روشنی میں جاری رکھا۔لٹیرے اور ڈاکو اس کارواں کو لوٹتے رہے اور کتے بھونکتے رہے لیکن مجاہدین وشہداء نے اس کارواں کو جاری رکھا اور جاری ہے۔ ہزاروں ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کی دعاؤں اور

آ ہوں نے عرش الٰہی سے مدد ونصرت کا نزول کرایا اور یہ انہی شہداء کے ایثار اور قربانی، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی دعائیں ہیں کہ اللہ پاک نے ابھی تک ہماری لاج وشرم بچا کے رکھی۔ تحریک جاری ہے، جہاد جاری ہے، اوران شاء اللہ جاری رہے گا...... جاری رہے گا۔

جہاد، جہاد اور صرف جہاد:

جہاد کشمیر اب ناگزیر (Indispensable) بن چکا ہے۔ پچھلے بیس 20 سالوں کے دوران بھارت کی سامراجی مکاری، چانکیا کی سیاسی پالیسی، برہمنیت وفرقہ پرستی پر مبنی بیوروکریسی، فوج، خفیہ ادارے وغیرہ ان کے پروگرام و پالیسیاں اور پاکستانی حکمرانوں کا منافقانہ، بزدلانہ رویہ، مسئلہ کشمیر کے متعلق ٹھوس ویقینی پالیسی کا فقدان، نام نہاد کشمیری علیحدگی پسندوں کا جہاد اور شہداء کے مقدس لہو کی توہین وتذلیل کرنا، جہاد کو گاندھی وکرزئی واد، مسخرہ پن، غنڈہ گردی کی طرف دھکیل دینا...... وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب عوامل اور حقائق سامنے آتے رہے۔ ان تمام عوامل (Factors) اور وجوہات (Reasons) اور حقائق (Facts) کا تقاضا ہے کہ اب عسکری تحریک مزاحمت (جہاد کشمیر) کو ٹھہر کر ایک نیا رخ، ایک نئی پالیسی، ایک نیا پروگرام مرتب کر کے، قابل فہم، قابل یقین، قابل عمل اور قابل حصول روڈ میپ اور خاکہ تیار کر کے، مقاصد اور اہداف کو ترتیب دے کر عملی میدان میں آنا ہوگا......

سانحہ شوپیاں، امرناتھ زمینی معاملہ، پرامن عوامی جلسوں پر گولیاں برسانا، چھوٹے چھوٹے بچوں کو گولیوں کا نشانہ بنانا، بچوں کو P.S.A جیسے قانون کے تحت بند کرنا، پانی، جنگل وغیرہ وسائل پر فوجی غاصبانہ قبضہ وغیرہ ان سب کا اصولی، اخلاقی اور شرعی تقاضا اور مطالبہ ہے...... ”جہاد“ ...... عسکری مزاحمت ...... مکمل مزاحمت ...... جب تک سامراجی، بھارتی قابض وظالم فوج کشمیر سے نکل نہ جائے......

اس وقت کشمیر کے چپے چپے، گلی گلی، پہاڑوں ومیدانوں میں بھارتی فوج نہ صرف زمین اور زمینی وسائل بلکہ ہمارے مال، جائیداد، ہمارے گھروں اور اہل خانہ پر قبضہ کیے ہوئے ہے...... یہ

www.raganoor.com

لڑائی اب پہنچتے پہنچتے ہماری بیٹی، ماں اور بہن کی عزت وعصمت بچانے کی لڑائی بن چکی ہے، ایمان غیرت سے ہے اگر غیرت نہیں تو ایمان نہیں۔ مسلمان کی جان ایمان میں ہوتی ہے نہ کہ خون میں۔ ایک ہی راستہ عسکری مزاحمت یعنی جہاد، جہاد کی مدد کرنا، جہاد کی حوصلہ افزائی کرنا، جہاد کے لیے تیاری، جہاد کا مکمل ارادہ، جہاد کے شعبے و مرتبے کی واقفیت۔ جہاں مسلمانوں کی جان، عزت، مال وغیرہ غیر محفوظ اور خطرے و خدشات میں گھرے ہوئے ہوں وہاں دو ہی (Option) ہیں، ہجرت یا مزاحمت (جہاد)، ہمارے پاس ہجرت کے لیے مدینہ ہے نہ مدینہ والے۔ لہٰذا دوسرا آپشن یعنی جہاد واحد راستہ ہے۔ جہاد کا ارادہ جہاد ہے۔ جہاد کی تیاری جہاد ہے۔ جہاد کے لیے بچوں اور جوانوں کا حوصلہ بڑھانا جہاد ہے۔ مجاہدین، شہداء اور قیدیوں کے اہل خانہ کی مدد کرنا جہاد ہے۔ جہاد کے لیے مال دینا جہاد ہے۔ جہاد کو جہاد سمجھنا جہاد ہے۔ مجاہدین کے لیے دعا کرنا جہاد ہے۔ ظالموں اور جابروں سے نفرت کرنا جہاد ہے...... جہاد کے درجے، جہاد کے مرتبے، جہاد کے راستے، جہاد کے طریقے، جہاد کے میدان مختلف ہیں، وہ دن گئے جب جہاد کا اعلان ہوتا تھا جہاد کے لیے مجاہد کسی مقام پر جمع ہوتے تھے، جہاد کے لیے قافلے تیار ہوتے تھے۔ اب تو اہل ایمان کے لیے ہر جگہ میدان کربلا ہے، اور ہر دن عاشورہ ہے، ہر شام شامِ غریباں، حسینیؓ ادا چاہیے، حسینیؓ دل چاہیے، عشق رسول ﷺ اور شوق شہادت چاہیے......

قتل حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہمہ جہت جہاد لازم ہے:

اس وقت کشمیری لوگوں سے ان کا دین وایمان مطالبہ اور تقاضا کر رہا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت، طاقت، مال و جائیداد کو جہاد کے لیے وقف کریں، اپنے آپ کو فکری، روحانی اور جسمانی طور پر جہاد میں شامل کریں۔ مسلمان کی جان خون میں نہیں ایمان میں ہے۔ جنت کا مختصر، صاف ستھرا، یقینی اور سیدھا راستہ جہاد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایک تیر سے تین آدمی جنت میں جائیں گے بنانے والا، دینے والا، اور چلانے والا۔'' مجاہد کے گھوڑے کی لید کا وزن بھی مجاہد کے حق میں

ثواب و جزا کا باعث ہوگا...... جہاد عظیم عبادت ہے یہ مؤمن وملت کو عظمت بخشتا ہے......

جان خون میں نہیں، ایمان میں ہے:

برادرانِ ملت اور عزیز ہم وطنو! جینا ضروری نہیں جینے کا مقصد ضروری ہے...... غداروں کے ساتھ رہنا بھی غداری ہے...... اگر ہم بھارتی قابض فوج کی موجودگی میں بے چین و بے قرار نہیں، اگر ہم ان کے خلاف لڑنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے اور تیاری بھی نہیں کر رہے تو پھر شہداء کے مقدس لہو سے بے وفائی و غداری...... لٹی ہوئی عزتوں اور عصمتوں کی سودا بازی و توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں...... جہاد مشکل اور ناممکن نہیں...... قرآن کے احکامات، مطالبات، تقاضے انسانی طاقت وصلاحیت سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں...... حقائق ہم سے دور نہیں ہیں...... جہاد کا مطلب صرف گولی چلانا ہی نہیں ہے...... ہر انسان اپنی طاقت، اپنے اختیار، اپنے مال و دولت اور جسمانی طاقت کے مطابق مکلّف و ذمہ دار ہے۔

قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتے ہیں: ''ہم کسی بھی شخص (نفس) پر اس کی طاقت (صلاحیت) سے زیادہ بوجھ (ذمہ داری) نہیں ڈالتے۔''

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ پاکیزہ مقصد و ہدف صرف پاکیزہ طریقے، وسائل اور ذرائع سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

"Means define the end. Ends does not define means"

جہاد کو خود مختار اور خود کفیل بنانا:

سب سے پہلے جو کام ہمیں کرنا ہے وہ جہاد کو مکمل طور پر خود انحصار، خود مختار اور خود اختیار بنانا ہوگا۔ اس کے لیے قرآن پاک میں صاف اعلان ہے ایک بار نہیں بلکہ بار بار ''اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرو!''...... یعنی صرف جان ہی نہیں بلکہ جان کے ساتھ مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، تب ہی جنت نصیب ہوگی۔ تب ہی جہاد تمہیں آزادی بخشے گا۔ تب ہی جہاد میں برکت ہوگی، تب ہی جہاد کے نتائج اور ثمرات ظاہر ہوں گے۔ تحریک مزاحمت میں جب تک قرآن وسنت اور طریقہ خلفاء راشدین پوری طرح داخل نہیں ہوگا یعنی تحریک جب تک مکمل دینی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جہاد کا رنگ اختیار نہیں کرتی بھارتی ظالم و قابض فوج کا انخلاء ممکن نہیں...... ہماری طاقت اور بھارتی سامراج کی طاقت میں بہت فرق ہے، اتنی بڑی طاقت سے ہمارا ٹکرانا بظاہر خودکشی کے مترادف ہوگا لیکن اگر ہماری طرف اللہ کی مدد و نصرت شامل ہوتی ہے تو پھر بھارتی سامراجی طاقت نہ صرف بے وزن و بے وقعت ہوگی بلکہ ظلم و جبر، باطل طاغوت کے نظریہ کی شکست یقینی ہوگی۔ لیکن اللہ کی مدد میدان بدر اور طالوت و جالوت کی جنگ میں ہی اترتی ہے، اللہ کی مدد و نصرت کے لیے چند شرائط وقوانین اور اصول ہوتے ہیں...... حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا: ”میرا وعدہ صرف مؤمنوں سے ہے۔“

قرآن نے بار بار کہا انہی اہل ایمان کے لیے آسمانی مدد اللہ تعالیٰ اتارتے ہیں جو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، جو ثابت قدمی رکھتے ہیں، جو تقویٰ و پرہیزگاری اپنا زادِ راہ رکھتے ہیں جو توبہ کرنے والے، جو اللہ کے سامنے عاجزی، انکساری اور گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں، جو اپنے ظاہر و باطن کو پاک رکھتے ہیں، جو نمازوں کو قائم کرتے ہیں، جو آپس میں نرم و حلیم، شفیق و مہربان بن کر رہتے ہیں، جو ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی کا جذبہ رکھتے ہیں، جو جماعت اور قیادت و قائد کے ساتھ رہتے ہیں...... اس دور میں بھی ہمارے سامنے خراسان (افغانستان) کا میدان، میدانِ طالوت و جالوت کی شکل پیش کرتا ہے کہ کس طرح طالوتی جماعت یعنی طالبان اپنے آپ کو سپر پاور کہنے والی ایک بڑی طاقت جالوتی جماعت (امریکہ، Nato اور اس کے حواری) کا مقابلہ کر رہی ہے۔

دین اسلام، دین فطرت ہر دور میں ہر حال میں ہر مقام اور ہر وقت حجت بن کر دنیا میں باقی رہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”زمانہ ہر حال حجت الٰہی سے خالی نہیں رہے گا اور اس سے اندھیرے میں بھی کوئی نہ کوئی سراج منیر (illuminating lamp) ضرور رہے گا لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس کا سہارا لے کر آگے بڑھو اور بہترین نتائج حاصل کرو...... صالحین کے نقش قدم پر چلتے رہو تا کہ ہر گرہ (Kent) کو کھول سکے (نزاع و پیچیدگی ختم ہو) اور ہر غلامی سے آزادی پیدا کر سکے۔

اس وقت زمین پر اللہ تعالیٰ کی حجت اور نشانی جہادِ افغانستان:

اتمام حجت ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے لہٰذا ہر دور میں حجت خدا کا ہونا ضروری ہے۔ اتمام حجت کے لیے اس کا وجود کافی ہے...... اللہ انہی افراد کے ذریعہ اپنے دلائل و بینات کی حفاظت کرتا ہے جنہیں علم نے بصیرت کی حقیقت تک پہنچا دیا ہو۔ یہ اپنے ہی جیسے افراد کے دلوں میں مثالیں بو دیں (Sow and cultivate)۔ یہ یقین کی روح کے ساتھ گھل مل گئے ہیں، انہوں نے ان چیزوں کو آسان بنا دیا جنہیں راحت پسندوں نے مشکل بنا رکھا ہے۔ ان چیزوں سے انس (محبت و دوستی) حاصل کیا ہے جن سے جاہل وحشت زدہ تھے۔ اس دنیا میں ان اجسام کے ساتھ رہے جن کی روحیں ملاءِ اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ روئے زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں، اور اس دین کے داعی ہیں۔"

دین فطرت اہل ایمان کو گمراہی کی تاریکی، ظلم و جبر کے شکنجے و پنجے اور غلامی و ذلت کی زندگی سے نکلنے کا سامان ہمیشہ ہر دور اور ہر مقام پر پہنچاتا رہے گا۔ دین فطرت (اسلام) انسانوں کو اخلاقیات اور روحانیات کی بلندیوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اس وقت جب پوری دنیا میں مادی و غیر روحانی فلسفے، فکر اور طریقہ زندگی نے انسان اور انسانیت اور انسانی اقدار کو پامال کر رکھا ہے، انسان و انسانیت کا دم گھٹ رہا ہے، انسانی پاک رشتے اور انسانی اقدار (Values) ختم ہو رہے ہیں، اسلام اپنا ہاتھ بڑھا کر اس گرتے دبتے انسان کو تھام کر عزت کی اونچائی و بلندی تک لے جانا چاہتا ہے...... امریکی سامراجیت (Imperialism) جس نے قوموں اور ملکوں کی آزادی و عزت کو پامال کر رکھا ہے، جو غنڈہ گردی اور سرکاری دہشت گردی کا مرکز ہے جو غریب اور غیر ترقی یافتہ ممالک کے وسائل کو لوٹ رہا ہے، جو اپنی طاقت و قوت کے ذریعے ہر آواز دبانا چاہتا ہے...... دین اسلام نے اس بڑی اور ترقی یافتہ قوت کے سامنے ایک چھوٹی و کمزور اہل ایمان کی جماعت طالبان کو کھڑا کیا......

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

اس دور میں یہ ربانی جماعت جس کی قیادت امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ کر رہے ہیں اندھیرے میں روشن چراغ کی مانند ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: امام ڈھال ہے اس کے پیچھے لڑو اور اس کے ساتھ بچو، خلیفہ وقت پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے جس نے امام وقت کو نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مرا...... جس کی گردن میں بیعت (کا طوق) نہیں وہ جہالت کی موت مرا......

طالبان آگے بڑھ رہے ہیں بحیثیت نظریہ بھی، جذبہ بھی، فکر بھی، اور طریقہ بھی۔ یہ جماعت اللہ کی خوشنودی، رضا اور مرضی کی طلبگار ہے۔ اس کے افراد حق، انصاف، عدل اور سچائی کے طلبگار ہیں۔ یہ آزادی کے طلبگار ہیں، ظلم و ناانصافی اور انسانوں کی غلامی سے آزادی کے طلبگار ہیں، طالبان کی مزاحمت نے ہر گرہ کو کھولا ہے، بے یقینی، تذبذب، انتشار و اضطراب، نزاع اور پیچیدگیوں کو دور کیا جن کی امت اس وقت شکار ہے۔ ہر انسان خصوصاً اہل ایمان میں امید و یقین کا سورج طلوع ہو رہا ہے جن کے دل پہلے مایوسی و ناامیدی کے اندھیرے میں ڈوب رہے تھے...... اللہ پاک نے ان لوگوں کے لیے خصوصاً اہل ایمان کے لیے جو ظلم و جبر کے خلاف لڑنا چاہتے ہیں ایک حجت پیدا کی...... ایسی ہی جماعت کے ذریعہ اللہ پاک اپنے دلائل، نشانیوں، اقوال اور وعدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو وہ علم و بصیرت اور ایمان و یقین عطا کرتا ہے کہ وہ حقیقت کبریٰ تک پہنچ جاتے ہیں۔ انہوں نے ان چیزوں کو آسان، سہل، دلکش اور دلربا بنا دیا ہے جن سے لوگ وحشت و خوف کھاتے ہیں اور کراہت و گھبراہٹ محسوس کرتے ہیں۔ امریکہ اور NATO وغیرہ سے پورے عرب ممالک (مال و تیل سے مالا مال)، ترکی (ترقی یافتہ ممالک)، پاکستان (نیوکلیئر اسلحہ والا ملک) اور دوسرے غیر مسلم ممالک خوفزدہ ہیں لیکن امیر المؤمنین ملا محمد عمر کی قیادت نے امریکہ اور NATO کے دبدبے کو چکنا چور کر دیا، پاش پاش کر دیا۔ مغربی طرز زندگی کو بھی فکری طور پر بڑی چوٹ پہنچائی ہے۔

بے معجزہ اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں وہ ہنر ہی کیا

امیر المؤمنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ نے دین کی طاقت، قوت اور تاثیر کو دنیا کے سامنے اس طرح عملی طور

پر سامنے لایا کہ اپنے تو اپنے امریکہ کے دانشور بھی یہ بات تسلیم کر چکے ہیں کہ امریکہ بہت پہلے سے شکست کھا چکا ہے۔

بات چل رہی تھی جہاد کشمیر کی، جب تک جہاد کشمیر میں ایک خود انحصار، خود کفیل، خود دار، خود مختار قیادت نہیں ابھرتی تب تک ہمارا آگے بڑھنا ناممکن ہے دینِ اسلام مؤمن کا ہاتھ وہیں سے پکڑ کر اسکو آگے بڑھتا ہے جہاں پر وہ کھڑا ہوتا ہے......لیکن اگر مسجد میں امام نہیں تو کیا لوگ باجماعت نماز پڑھنا چھوڑتے ہیں؟ نہیں! بلکہ اذان سنتے ہی اہل ایمان نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلتے ہیں سارے صف میں بیٹھ جاتے ہیں، نماز کا وقت آ پہنچتا ہے تو اس موجودہ جماعت میں جو سب سے زیادہ قرآن کا جاننے والا ہوتا ہے اور اس پر امکانی حد تک عمل کرنے والا ہوتا ہے وہ امامت کے لئے آگے بڑھتا اور سب لوگ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں کسی کو اعتراض نہیں ہوتا ہے، کشمیر میں عسکری قیادت نظر نہیں آرہی ہے۔ اگر مان لو گاؤں یا شہر کی مسجد سے اذان بھی نہیں آتی تو کیا لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں؟ بالکل نہیں نہ ایسا ہوتا ہے، لہٰذا ہر ایک فرد جس کا دل و ذہن جہاد کے واجب ہونے پر مطمئن ہو گیا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ ہماری بیٹی، ماں اور بہن، مال، جان سب کی عزت اور وجود خطرے میں ہے تو اس کو انفرادی طور پر بھی جہاد کے لیے تیاری، عسکریت سیکھنے کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنی چاہیئے۔

شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ سری نگر کا نوعمر طالب علم......کوئی سرحد پار نہیں گیا، AK-47 چلانا نہیں جانتا تھا، گاڑی میں سوار ہوا، اپنے آپ کو اور گاڑی کو میزائل میں تبدیل کیا، بھارتی قابض فوج کے ہیڈکوارٹر بادامی باغ میں 25 سے 30 فوجیوں کے چیتھڑے اُڑا دیئے......اگر ہمارے نوجوانوں کو غازی باباؒ کے مرید آفاق شاہؒ کی روح چھو لے گی ان کو آفاق شاہؒ کے جذبات، احساسات اور وجدانی کیفیات سے آشنائی ہو جائے گی......اگر وہ شہید آفاق شاہؒ کے انعامات و درجات جو اس کو عرش عظیم والے کی طرف سے ملے اور مل رہے ہیں......ان درجات و انعامات کا یقین دل میں رکھ لیں تو وہ بھارت کی ظالم فوج کا انخلاء صرف ایک سال میں ممکن بنا سکتے ہیں......آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہوتا اہل ایمان اور اہل شرک برابر نہیں ہو سکتے......ایک اللہ کا

www.rangonoor.com

پجاری اور لاکھوں پتھروں کا پجاری برابر نہیں ہوسکتا......اس کا ثبوت آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہادت کے ذریعہ دیا اور ہمیں پیغام دے کے آگاہ کیا کہ اب جینا ضروری نہیں جینے کا مقصد ضروری ہے۔

برہمنی سامراج ہم سے غیرت چھیننا چاہتا ہے:

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اہل ایمان اوران کے اہل وعیال کو دبا کے، ڈرا کے خوفزدہ کر کے اہل ایمان کی ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں پر گندی نظریں ڈالی جائیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری بیٹیوں نیلوفر اور آسیہ کی عزت کو تارتار کرنے کے بعد ان کو بے رحمی سے قتل کرنے والا آرام اور سکون سے رہے گا، وجہ ایک ہی ہوسکتی ہے کہ ایمان میں طاقت نہیں یا ایمان موجود ہی نہیں، ایمان کی طاقت اور تاثیر کا ثبوت پوری تواریخِ انسانیت میں ملتا ہے، موجودہ دور میں اہل ایمان کا ثبوت طالبان جماعت کی شکل میں موجود ہے جو دنیا کی نام نہاد سب سے بڑی طاقت کے ساتھ ٹکرا رہی ہے...... یہ ایمان ایک ریگستان و بیابان سے اٹھ کر پوری دنیا کو روشن کرنے کا ثبوت فراہم کر چکا ہے...... جب ایمان انسان کے دل میں داخل ہو جاتا ہے، جب خوف خدا دل میں داخل ہوتا ہے، جب ایمان کا نور دل میں گھر کر جاتا ہے تو انسان کے تصورات، اقدار، پیمانوں، رغبتوں اور رجحانوں کو بدل کے رکھ دیتا ہے، دنیا کے تمام خوف، خدشات، وہم وگمان دل سے نکل جاتے ہیں، دل کا اندھیرا اور تاریکی دور ہوکر دل کو روشن اور منور کردیتے ہیں...... ایمان دل میں ہو اور اس کے اثرات و ثمرات ظاہر میں نہ آجائیں یہ ناممکن اور غیر فطری ہے اور حقیقت کے خلاف ہے۔

اصل وجہ یہ ہے کہ دل میں غیرت ہی نہیں۔ اگر غیرت ہے تو پھر ارادہ کیوں نہیں؟ ارادہ ہے تو پھر عمل کیوں نہیں؟ نیلوفر اور آسیہ کے واقعات نے ہمارے ایمان اور غیرت کو جگایا تھا لیکن ہمارا ایمان اور ہماری غیرت اتنی قوی اور مضبوط نہیں کہ ہم اس کا عملی مظاہرہ کریں...... ایمان کی طاقت جتنی قوی اور مضبوط ہو اتنا انسان کا کردار و وقار، غیرت وحمیت، علم وبصیرت مضبوط اور یقینی ہوتی ہے...... ایمان کا کمزور درجہ یعنی آخری درجہ گناہ و بدی سے دل میں نفرت و کراہیت رکھنا، دوسرا درجہ زبان سے گناہ و بدی، ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھانا، اور پہلا درجہ ہاتھ سے ظالم کا ہاتھ روکنا،

گناہ و بدی کو مٹانا......

ایمان کے آخری یعنی درجے دل سے نفرت رکھنا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ کچھ حالات میں ناممکن بن جاتا ہے جب انسان کے سامنے بدی و گناہ اور ظلم بار بار ہوتا ہے اور آپ مزاحمت یا ہجرت کے لئے تیار نہیں ہوتے ہو تو آہستہ آہستہ گناہ و ظلم کا احساس ختم ہوتا ہے اور یہ کیفیت دل سے نکل جاتی ہے، یہ ایک فطری اور عملی حقیقت ہے کہ گھر کے سامنے کوئی بدبو آرہی ہے لیکن اگر بدبو کے سبب کو ہٹایا نہیں جاتا پھر بدبو کا احساس ہی مر جاتا ہے۔

حکومت ہند کی سامراجی ذہنیت اور براہمنوں کے گندے ذہن اس پروگرام و پالیسی پر عمل پیرا ہیں کہ ہمارے دلوں کے اندر سے غیرت، خودداری (Self-respect) اور ایمان کا آخری درجہ بھی ختم ہو، بھارتی سامراجیت کی چانکیا پالیسی کے جوارادے کشمیری لوگوں کے تعلق سے ہیں وہ بھارتی قابض فوجیوں کے کردار سے اچھی طرح ظاہر ہے، یہ فوجی کھل کر کہتے اور عملی طور پر کرتے بھی ہیں، زمینوں پر قبضہ، باغوں پر قبضہ، پانی پر قبضہ اب تو ہر گلی ہر میدان پر جنگل اور پہاڑ پر انہوں نے مستقل تعمیرات بنائی ہیں......

یہ جنگ اب ہماری وجودی جنگ اور یہ خطرہ اب ہمارے وجود کو خطرہ (Existential threat) ہے، ہمارا وجود بحیثیت اہل ایمان، بحیثیت مسلمان اس کے خلاف تعلیمی، ثقافتی، انتظامی، حکومتی NGO's وغیرہ تیزی سے کام کر رہے ہیں، اب سکول، یتیم خانے، فلاحی و تعمیری ادارے بھی فوج نے اپنی تحویل میں لے لیے ہیں......

جہاد کو تقویت دینا ہم پر لازم ہے:

بہرحال دین اسلام تا قیامت حجت، دلیل اور برھان بن کر زندہ رہے گا، ہماری تمام مشکلات، مصائب اور پریشانیوں کا حل صرف اور صرف جہاد میں مضمر ہے، جہاد کو طاقت و تقویت پہنچانا ہم پر واجب اور ایک اہم دینی فریضہ اور ذمہ داری ہے، مال سے، دولت سے، جان سے اپنے ہنر اور فن سے، اپنی فکری، روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کے ذریعہ سے ہمیں اس جہاد کو مستحکم و مضبوط کرنا ہوگا...... اللہ پاک فرماتا ہے تم میری مدد کرو میں تمہاری مدد کروں گا، کتنا مہربانہ، شفیقانہ اور

محبت بھرا انداز ہے، اللہ تو بے نیاز اور صمد ہے، اس کے غلام وفرماں بردار زمین وآسمان کا ذرہ ذرہ ہے لیکن انسان کو احترام واکرام بخشتا ہے تم میری مدد کرو تم میری راہ میں مال خرچ کرو، جب کہ انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، عبادت کرتا ہے اسکا پھل وہ دنیا وآخرت میں خود ہی پاتا ہے۔ غزوۂ تبوک پر حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے رات بھر پانی کھینچ کر مزدوری کر کے آٹھ سیر کھجور کمائے، چار گھر والوں کو اور چار حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے، حضور ﷺ نے ان کھجوروں کو بیت المال پر رکھ کر کہا ''اب مال برابر ہوا'' اخلاص وایثار کے جذبے سے جو کام اللہ کی راہ میں کیا جاتا ہے اسکی طاقت وتاثیر بہت زیادہ ہوتی ہے، قرآن کریم کا فرمان ہے کہ اللہ اس قوم کی حالت تب تک نہیں بدلتا جب تک نہ وہ اپنے (دلوں کی) حالت کو بدل دیں...... ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا...... اقوام متحدہ، امریکہ اور اس کے خریدے ہوئے غلام ادارے یہ جہاد اور اللہ کے دشمن ہیں...... جب ہمارا رخ اللہ کے دشمن کی طرف ہو تو اللہ کی مدد شامل حال کیسے ہوگی؟ معاملہ تو اس کے برعکس ہوگا ہم خدانخواستہ اللہ کے غضب وغصے اور عذاب کے حقدار نہ بن جائیں...... عراق سے لے کر افغانستان تک لاکھوں مسلمانوں کا قاتل کشمیری مسلمانوں کا مسیحا کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ سمجھنے، سوچنے اور اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، حقائق سے منہ موڑنے سے ہم اور زیادہ غلامی وگمراہی کے دلدل میں پھنس جائیں گے۔

جہاد کی برکت سے ہمہ گیر آزادی ملتی ہے:

دین فطرت اسلام جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے، جس دین فطرت پر ہر انسان پیدا ہوتا ہے اسی دین فطرت میں انسان کی دنیوی واخروی نجات ہے، اسلام کے پیش کردہ زندگی کے مکمل تصور سے ہی قلب انسان مطمئن ہو جاتا ہے پھر وہ زندگی کی لذتوں اور خواہشات پر مجنونانہ نہیں لپکتا، دوسری طرف وہ مایوسی، ناامیدی محرومیت اور مغلوبیت، بے کسی وبے بسی کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے، انسان کا ضمیر وقلب اور ذہن تباہ ہونے سے بچ جاتا ہے، وہ حق وانصاف اور آزادی کے لئے اور اخلاقی بگاڑ کو درست کرنے میں جدوجہد کرتا ہے نہ ظلم کرتا ہے نہ ظلم سہتا ہے پاکیزہ ذرائع اور پاکیزہ مقصد اختیار کرتا ہے، دشمنوں کی دشمنی اس کو غیر متوازن یا انتہاء پسند ذہنیت کی طرف

نہیں لے جاتی ''اور کسی خاص قوم (لوگوں) کی عداوت تم کو عدل وانصاف سے نہ پھیر دے عدل کیا کرو وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔(المائدہ:۸)

دین فطرت پر چلنے والا انسان ہمیشہ اللہ سے ڈرتا ہے غم میں، خوشی میں، جنگ میں، امن میں غرض ہر حالت، ہر مقام اور ہر وقت اس کے دل میں اللہ کا خوف رہتا ہے اور اللہ سے پاک و صاف ملاقات کے لیے اپنے تمام اعمال میں پاکیزہ رہتا ہے۔ وہ دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتا ہے اس لئے وہ اس کھیتی میں ہمیشہ پاکیزہ اقدار پر مبنی بیج یعنی اعمال بوتا (کرتا) ہے، تاکہ آخرت میں وہ جنت کا حق دار بنے اور جہنم سے نجات حاصل کرے۔

ظلم و جبر کے خلاف کھڑے ہونے میں اہل ایمان کو دو کامیابیوں میں سے ایک کامیابی ضرور ملتی ہے اور کبھی اللہ پاک کی مرضی ومشیت سے دونوں کامیابیاں بھی ملتی ہیں، فتح یا شہادت، جہاد ایک ایسی ربانی جنگ ہے جس میں شکست و ناکامی ہے ہی نہیں......

''وہ اللہ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے۔'' (بقرہ:۲۰۷)

بھارتی مظالم سے ہمارے پاس نجات کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے **مکمل جہاد**...... پچھلے بیس سالوں سے نوجوانوں نے جو قربانیاں شہادت کی شکل میں دیں ان قربانیوں، شہداء کے ایثار و اخلاص اور کردار کو آگے لے جانا ہے، قوموں کی تقدیر و تعمیر، ترقی ونشو ونما دنوں یا مہینوں میں نہیں بلکہ سالوں کے حساب سے ہوتی ہے، یہ کام آہستہ آہستہ تدریجی وارتقائی قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ تغیر، ترقی اور ارتقاء ایک فطری قانون وعمل ہے، جس کے ذریعہ کائنات کی ہر شے میں پوشیدہ و پنہاں، دبی ہوئی وخوابیدہ (Dormant) صلاحیتیں، طاقت اور جوہر نمودار ہوتے ہیں، ترقی کا یہ عمل سلسلہ وار اور درجہ بدرجہ وجود میں آتا ہے، کائنات متحرک (Dynamic) ہے اور انسان اس میں سب سے زیادہ (Dynamic) وجود وفطرت رکھتا ہے، چونکہ انسان کو اللہ پاک نے جزوی اختیار (free will) دیا ہے لہٰذا اس کے ارتقاء میں یہ عامل یعنی (free will) ارادہ واختیار اس کی شخصیت کو ترقی، نشو ونما اور بلندی پر لیجانے کے لئے سب سے اہم ذریعہ وسبب ہے، نباتات و جمادات میں ارادہ واختیار نہیں ہے لہٰذا وہ غیر لچکدار (Inflexible) قوانین

قدرت کے پابند ہیں۔ انسانی شخصیت (Personality) صرف انسانی معاشرے کے بیچ رہ کر نشو ونما پاتی ہے کیونکہ وہ مٹی، پانی، سورج وغیرہ کے محتاج ہیں، ان کے پاس ارادہ واختیار نہیں ہے، اس کے برعکس انسان میں ارادہ واختیار ہے اور انسانی شخصیت (Personality) کی نشو و نما اور ترقی دینے (Giving) میں ہے ایک انسان جب اپنے حقوق کو قربان کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے، مظلوموں، غریبوں اور محتاجوں کے حقوق، مطالبات، حاجات اور تقاضے پورے کرتا ہے تو اس کی شخصیت مضبوط، قوی اور یقینی بنتی ہے۔

اس کائنات میں ہر شے یا عمل اضافی (Relative) ہے مگر آفاقی و اخلاقی اقدار (Universal moral values) یقینی، قطعی، حتمی، لازوال اور (Absolute) ہیں ان اقدار (Values) کی طاقت، تاثیر، ثمرات اور نتائج میں کبھی کمی، نقص، کمزوری یا تبدیلی نہیں آتی، یہ اقدار (Values) مستقل، مکمل اور لازوال وجود رکھتے ہیں، انسان کا مادی جسم ترتیبی و سلسلہ وار وقت (Seriating) میں جکڑا ہوا اور بند ہے اور مادی جسم کا تعلق اسی (Serial time) کے ساتھ ہے اور اسی کے ساتھ جسم مصروف رہتا ہے، لیکن حقیقی یا ربانی وقت (Divine-Time) کا تعلق انسانی اقدار (Values) کے ساتھ ہے جو مستقل اور لازوال ہیں اور یہی اقدار ہی انسانی شخصیت یا انسانی خودی (Self) کی تعمیر و ترقی اور نشو ونما کا باعث ہیں، انسان کے وہ اعمال صالحہ جو آفاقی و اخلاقی اور روحانی اقدار کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں یہی اعمال صالحہ انسان کو جنت کا حق دار بناتے ہیں اور انسان ابدی و لازوال زندگی حاصل کرتا ہے۔

"The Islamic world order ascribes, supreme values to human self and aims at erecting condition in which the self can developed freely and gradually attain perfection. The Quran seeks to protect, preserve and enhance man's self. The self or human personality which is undeveloped can achieve maturity and perfection when developed under (the shadow of) universal permanent values the self or personality thus developed easily sustains shock of death and survives the disintegration and dissolution."

اس طرح دین اسلام ایک ابدی، لازوال اور حیات جاوداں کا قابل فہم، قابل یقین و قابل عمل تصور و فکر پیش کرتا ہے، انسان کو موت کے ڈر و دہشت اور زندگی کی ناامیدی و مایوسی سے نجات دلاتا ہے، انسان فطری (instinct) خواہش ابدی اور لازوال زندگی کے لئے رکھتا ہے اس طرح اعمال صالحہ (جن کی بنیاد اقدار و ایمان ہو) انسان کو ابدی اور لازوال زندگی کی امید دلاتے ہیں۔ دین اسلام انسانی ذہن، قلب اور روح کے لیے زندگی میں درپیش خطرات، خدشات، مشکلات، غلامی و ظلم کو گوارہ نہیں کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر غریبی ومحتاجی میرے سامنے انسانی شکل میں آتیں تو میں اس کو قتل کر دیتا، حضور اکرم ﷺ صبح و شام اللہ سے فقر، محتاجی اور کمزوری سے نجات کی دعا مانگتے تھے، دین فطرت انسان کی فکر اور احساس کو بلند مقامات و منازل کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے، انسان کے اندر روحانی میلانات (Tendencies) موجود ہیں۔ اللہ پاک انسان سے یہ بزرگی و شرف چھیننا نہیں چاہتے اسی لئے قرآن پاک نے بار بار جہاد کی ترغیب و تلقین کی ہے، حضور اکرم ﷺ نے بنفس نفیس ستائیس غزوات میں حصہ لیا......اور تقریباً چھپن سرایا یعنی جنگی قافلے بھیجے...... کیونکہ جہاد ہی کی برکت اور ذریعہ سے انسان کو ذہنی، فکری، قلبی اور روحانی آزادی فراہم ہو سکتی ہے۔ اور جب انسان آزاد ہوگا تب ہی اس کا ارادہ معتبر اور قابل عمل ہوگا۔ تب ہی وہ اعمال صالحہ انجام دے سکے گا، اس لئے جہاد انسان کو نا صرف غلامی و ذلت کی زندگی سے نجات دلاتا ہے بلکہ قلب و روح کی نشو و نما یعنی انسانی شخصیت کی نشو و نما صرف آزادی کے ماحول میں ممکن ہے، اسلام انسان کو دنیا کی تمام رکاوٹوں سے آزاد کرنا چاہتا ہے حتٰی کہ ان نفسانی خواہشات سے بھی جو روحانی ترقی میں رکاوٹ بنتی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک نے دنیا میں بہترین شے جو بنائی ہے وہ غلامی سے لوگوں کو آزادی دلانا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی قیدی کو رہا کیا یا کرایا اس نے مجھے رہا کیا......

کشمیر کے دردناک حالات:

کشمیری قوم اس وقت دنیا کے سب سے بڑے قید خانے میں بند ہے، کشمیر ایک قید خانہ ہے جہاں انسانوں کی عزت، عصمت و عظمت پامال ہو رہی ہے، انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں

رہتا انسان کے پاس اخلاقی وروحانی میلانات و جذبات ہیں، اس وقت کشمیریوں کے اخلاقی و روحانی میلانات وجذبات مجروح وپامال ہورہے ہیں......

جس کشمیری خصوصاً اہل ایمان کو یہ احساس وفکر نہیں کہ وہ اس قید خانے سے رہائی کا انتظام، تیاری اور ارادہ کرے اس کا مطلب کہ اس کے اخلاقی وروحانی اور ایمانی میلانات، جذبات اور احساسات کا جوہر ختم ہوگیا ہے، ایمان کے بغیر انسان دوٹانگوں والا حیوان ہے بلکہ حیوان سے بھی بدتر، کیونکہ حیوان اپنی جبلت وفطرت کے ساتھ زندہ رہتا ہے اور ایمان انسان کی جبلت وفطرت میں موجود ہے اس لئے ایمان کے بغیر انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمانوں کے حالات اور مسائل سے تعلق نہ رکھے اور ان کی طرف سے بے پرواہ ہو اس کا شمار مسلمانوں میں سے نہیں۔“

امام محمد الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو عالمِ دین اپنے زمانے کے لوگوں اور احوال کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے اللہ کی حفاظت ونگرانی ختم...... دین فطرت نے انسان کو خاندان، معاشرے اور سماج کے مسائل وتکالیف کے دور کرنے کے لئے نا صرف ابھارا، تاکید وترغیب دی بلکہ ان مسائل ومعاملات سے لاتعلق رہنے کو حرام اور غضب الٰہی کا باعث قرار دیا......اس وقت کشمیر میں کتنے شہداء کی بیواؤں، بچوں اور اہل خانہ کو مدد وامداد کی ضرورت ہے، کتنے مجاہدوں کے اہل خانہ کو سرکاری دہشت گردی کے ذریعہ ستایا، دھمکایا اور خوفزدہ کیا جاتا ہے، کتنے مظلوم قیدیوں کے اہل خانہ کو تعاون کی ضرورت ہے، شہداء مجاہدین اور قیدیوں کے اہل خانہ کی خبر گیری، ان کو ہمت و حوصلہ دینا، صبر وایمان کی تلقین کرنا، ان پر ہونے والی سرکاری دہشت گردی خصوصاً STF اور منافقین، بھارت نواز عناصر کی طرف سے دی جانے والی ایذاء کا سد باب کرنا...... یہ تمام کام عظیم عبادت میں شامل ہیں۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیوہ اور غریبوں کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرے وہ ثواب میں اس شخص کے مثل ہے جو جہاد میں جدوجہد کرے۔ (بخاری ومسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا: تمام انسان اللہ کے عیال ہیں پس وہ انسان اللہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو اللہ کے عیال کا سب سے بڑا محسن (فائدہ دینے والا) ہو۔ جہاد (اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنا) زندگی کے تمام شعبوں، پہلوؤں اور عملی میدانوں سے عبارت، مرکب اور مشتمل ہے۔

قتال (انسانیت، حق وانصاف اور آزادی کے لئے دشمنوں کا قتل کرنا) اس کا ایک شعبہ ہے......

ہر انسان اللہ کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار ہے، ہر انسان کا حساب وکتاب روز محشر میں اللہ کے سامنے ہونا ہے، ہر انسان اپنی طاقت وصلاحیت، علم وفہم، مال ودولت، ہنر وفن، اختیار وغیرہ کے مطابق جوابدہ وذمہ دار ہے۔ جس کے پاس جتنا زیادہ ہے وہ اسی حساب سے جوابدہ وذمہ دار ہے......

ہماری حالت کب بدلے گی؟

ہماری غلامی وذلت والی حالت تب تک نہیں بدلے گی جب تک ہم ہمت حوصلے سے کام نہ لیں گے، شہادتیں، قربانیاں، مال، جان اور اہل وعیال کی ناگزیر ہیں، ہمیں اپنے سے زیادہ آنے والی نسل کا سوچنا ہے اگر ہم اللہ کی راہ میں قربانیاں نہیں دیں گے۔ اگر ہم اللہ کی راہ میں جدوجہد نہیں کریں گے، اگر ہم اپنے فرائض وذمہ داریوں سے غافل رہیں گے اور پہلوتہی کریں گے تو اللہ پاک کسی اور نسل یا کسی اور قوم کے ذریعے اپنا کام کرالے گا، جن سے اللہ محبت رکھتا ہو اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے کیونکہ اللہ مظلوم وبے بس اور بے کس عوام کو ظلم وغلامی کی حالت میں ہمیشہ نہیں رکھے گا، ظلم کا خاتمہ ہونا ہے اللہ پاک حق وسچ کے ہتھوڑے سے باطل وجھوٹ کا سر پھوڑ دیتا ہے یہ اللہ کی سنت ہے اللہ کی سنت نہیں بدلتی......

یہ اللہ پاک کی سنت جاریہ ہے کہ وہ کسی قوم کو تب ہی غلبہ ونصرت اور فتح عطا کرتا ہے جب وہ آزمائش وامتحان کے مختلف مراحل سے گزر چکی ہوتی ہے، انہی آزمائشوں سے اہل ایمان کا جوہر ایمان اور خوابیدہ صلاحیتیں (Latent potential) نکھرتی اور ابھرتی ہیں۔ پھر انہیں زمین میں غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ ”اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمادے گا“۔ (محمد: ۷)

''حقیقت یہ ہے اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدلتے۔'' (الرعد:۱۱)

''اگر تم صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کرو تو ان (دشمن) کی چال (سازش) تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گی۔'' (آل عمران:۱۲۰)

تم کبھی نہ پاؤ گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا ان کے بھائی یا اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت (Inscribe) کر دیا اور اپنی طرف سے روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ......اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں اور سن لو اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔ (المجادلہ:۲۲)

کہہ دو اگر تمھارے باپ تمھارے بیٹے بیویاں عزیز و اقارب اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار جس کا ماند پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے اور وہ مکانات جو تم کو پسند ہیں خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ جہاد سے عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سامنے لے آئے۔ (التوبہ:۲۴)

فتح کے اصول:

فتح کا آزمائش اور امتحان سے گہرا تعلق ہے، فتح نصرت و غلبہ کا تعلق کسی نسل، قوم، خطے یا زمان و مکان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ کچھ قوانین اصول، شرائط پیمانے (Criteria) صفات اور کردار سے وابستہ اور متعین کیا گیا، جنہیں کسی بھی دور میں کسی بھی مقام کی انسانی جماعت بروئے کار لائے گی تو ان کو فتح و نصرت اور کامیابی اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق حاصل ہو گی......

''بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخری کامیابی تو خدا ترسوں کے لئے ہے۔'' (الاعراف:۱۲۸)

''اور زبور (Psalms) میں ہم لکھ چکے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔''(الانبیاء:۱۰۵)

"The Righteous shall inherit the Land" (Psalm38:29)
"Blessed are the meek for they shall inherit the Earth" (Mattew:V:3)

ان چند قرآنی آیات سے وہ قوانین، شرائط، اصول، اوصاف و کردار سامنے آتے ہیں جن پر اگر اخلاص، یکسوئی اور سنجیدگی سے انسان یا کوئی قوم عمل کرلے تو اس وقت بھی دین اسلام کے وہ نتائج وثمرات حاصل ہو سکتے ہیں جو دین کی ابتداء میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے حاصل کیے تھے، قرآن اسلام کی آفاقیت و عالمگیریت، اس کی دعوت کو اجاگر کرتا ہے اور اسے پوری انسانیت کا دین قرار دیتا ہے، انسانیت کے لئے آخری پیغام روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے معاملات ومسائل کا حل اور ان کی اصلاح کی ذمہ داری قیامت تک کے لئے اس کے سپرد ہے۔ قرآن حکیم کی خود حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، دین اسلام اپنے نتائج وثمرات سے انسانیت کو ہمیشہ بہرہ ور کرسکتا ہے......

جہاد کشمیر جو آہستہ آہستہ پاک ہورہا ہے، نکھر رہا ہے، ان شاء اللہ شہادتوں اور مجاہدین وعوام کے اخلاص، قربانیوں اور ایثار سے اپنے ثمرات بھی دے گا، اللہ پاک انسانوں اور اقوام کی تربیت، واقعات وحوادث سے بھی کرتا ہے، آزمائش وامتحان سے فرد وقوم کی تطہیر، نشو ونما اور قوت ملتی ہے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لئے

نتائج دیکھنے میں جلد بازی نہ کی جائے:

اقوام کی تعمیر وتشکیل، نشو ونما اور ترقی کا عمل ایک ارتقائی عمل ہے یہ نسل در نسل والا عمل ہے جو لوگ جلد باز، کم نگاہ وکم بصیرت ہوتے ہیں وہ فوری نتائج اپنی ہی کم عمر میں دیکھنا چاہتے ہیں، جس سے معاملہ ترقی کے بجائے تنزل، بناؤ کے بجائے بگاڑ اور قوم (Vicious circle) میں گرفتار

ہوجاتی ہے، جو جماعت کسی مقصد (Cause) کے لیے کھڑی ہوجائے اس جماعت میں وہ تمام اوصاف عملی طور پر موجود ہونے چاہئیں جن کا وہ قوم کے سامنے دعویٰ کرتی ہے اس میں وہ تمام اقدار، اوصاف اور کردار موجود ہوں جن کو وہ قوم میں دیکھنا چاہتی ہے، اس جماعت کے ظاہر سے اس کا باطن واضح ہونا چاہیے، وہ جماعت تحریک کی ترجمان ہونی چاہیے۔

اس وقت کشمیری قوم جس بے یقینی، لاقانونیت اور ظلم و جبر کے شکنجے میں پھنسی ہوئی نظر آ رہی ہے، ہماری قوم کی نشو ونما، آزادی، ترقی و بلندی کا سامان بھی اسی بھنور میں موجود ہے، شرط صرف ایک ہے ہمیں اپنی تحریک مزاحمت اور اپنی پوری زندگی میں قرآن پاک، سنت نبوی اور طریقۂ خلفاء راشدین کو داخل کرنا ہے، ان شاءاللہ ہماری فتح و کامیابی دنیا و آخرت کی یقینی و حتمی ہے۔

دعاء ایک عظیم ہتھیار:

ہمیں اس بات سے قطع نظر کہ ماضی میں کن کن لوگوں سے اور کہاں کہاں غلطی ہوئی ہے موجودہ حالت کو ٹھیک اور درست کرنا ہے تاکہ ہمارا مستقبل اور ہمارے بچوں اور آنے والی نسل کا مستقبل روشن ہو اور وہ تاریکی کے بھنور میں اپنے آپ کو نہ پائیں...... ماضی کی غلطیوں کی نشاندہی یا اس پر بار بار بحث کرنے سے ہم غلامی کی دلدل میں الجھ کے رہ جائیں گے، ہماری توانائی و قوت ہمارا وقت اور ہماری زندگی ضائع ہوجائے گی......

جہاں کارواں بھول جاتا ہے رستہ
وہیں سے نکلتی ہیں منزل کی راہیں

ماضی میں ہم سب سے دانستہ و غیر دانستہ طور پر غلطیاں ہوچکی ہیں ان کا علاج صرف اللہ تعالیٰ سے معافی، درگزر، عفو اور پردہ پوشی کے لئے التجا، دعا، درخواست، عاجزی، انکساری اور ندامت کے ساتھ۔ وہ بہت بہت اور سب سے بڑا رحیم، کریم، غفار اور مجیب، ودود ہے، اللہ کی رحمت، مغفرت اور فضل و کرم سے صرف بے یقین، بے ایمان اور گمراہ لوگ ناامید و مایوس ہوتے ہیں مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔ اے اللہ! ہم سب نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، ہم سے زیادتیاں ہوئیں، اگر تو ہمیں معاف نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم برباد ہوجائیں گے۔ اے اللہ! تو

معاف، درگذر اور پردہ پوشی کرنے والا ہے، ہمیں معاف کر، درگزر کر اور ہماری پردہ پوشی کر، ہمیں ان ظالموں کے لئے سامان فتنہ نہ بنا، ہماری مدد فرما، ہم پر اتنا ہی بوجھ ڈال دے جتنا ہم اٹھا سکتے ہیں...... ہمیں ان ظالموں سے نجات عطا کر، آمین۔

دعا ایک عظیم ہتھیار اور وسیلہ ہے اہل ایمان کا، جو دعا یقین، اخلاص اور ندامت کے ساتھ کی جاتی ہے اس کا قبول ہونا یقینی ہے، جس نے اس رب الکریم کا دروازہ کھٹکھٹایا اس کے لئے دروازہ کھلتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ:

تحریک مزاحمت جس میں قرآن وسنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام داخل ہو وہ جہاد کہلاتا ہے، ہمیں اس جہاد کو کھڑا کرنا ہے، اسکی مدد کرنی ہے، اس کی آبیاری کرنی ہے، اس کو عزت دینی ہے...... یہ جہاد ہمیں عزت بخشے گا اور ہمیں زندگی دے گا...... ہمیں اپنا مال، اپنی جان، اپنی ہر صلاحیت اور اپنا وقت، اپنا آرام اس کو دینا ہے، اپنی اپنی صلاحیت وطاقت کے مطابق تو اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو مضبوط کرے گا، ہماری مدد کرے گا...... ان شاءاللہ۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ کے اعلان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا مال ودولت جہاد کے لئے پیش کر رہے تھے، کسی صحابی نے اپنا آدھا مال اور کسی نے سارا مال دیا، ایک صحابی آئے اور چند کھجوریں حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں، حضور ﷺ نے وہ چند کھجوریں جمع شدہ مال کے ڈھیر پر رکھ دیں اور فرمایا کہ اب مال برابر ہو گیا......

اللہ کو ہمارے مال کی ضرورت نہیں...... ہم محتاج ہیں...... وہ صمد ہے...... وہ صرف ہمارا تقویٰ، ایثار، قربانی اور ہمارے اخلاص کو دیکھنا چاہتا ہے...... اللہ پاک ہماری نیت اور ہمارے ارادے کو دیکھتا ہے نہ کہ ظاہری عمل کو، ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

''جو شخص مجاہدین کے لئے جہاد کا سامان (یا روپیہ) دیتا ہے اور ان کے گھر والوں کی مدد اور خبر گیری کرتا ہے گویا وہ خود جہاد کرتا ہے۔'' (حدیث)

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو جہاد کو پسند کرتا ہے وہ مجھے پسند کرتا ہے اور جو جہاد کو برا سمجھتا ہے وہ

مجھے برا سمجھتا ہے۔“

ہندوستانی حکمرانوں اور افواج سے نفرت رکھنا ایمان کا تقاضا ہے:

کسی قوم کے عمل سے راضی ہونے والا اسی کے ساتھ شمار کیا جائے گا، رضامندی و ناراضگی ہی سارے انسانوں کو ایک نقطہ (Point) پر جمع کرتی ہے۔ ناقۂ صالح علیہ السلام کے پیر ایک ہی انسان نے کاٹے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے عذاب سب پر نازل کیا کیونکہ باقی لوگ عمل سے راضی تھے، فاسقوں، ظالموں، جابروں اور انسانیت کے دشمنوں سے نفرت و عداوت جہاد کے شعبوں میں سے ہے...... ہندوستانی ظالم و جابر فوجیوں اور بھارت نواز حکمرانوں اوران کے حواریوں سے نفرت رکھنا ہمارے ایمان و غیرت کا آخری درجہ ہے۔ ورنہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب و ناراضگی کے مستحق ہو جائیں گے...... غداروں کے ساتھ زندہ رہنا بھی غداری ہے...... لوگوں کا جوہر اور کردار مشکلات میں پہچانا جاتا ہے، ظلم اور ظالم کے سامنے خاموش گزاروں کی دشمن کے سامنے خاموشی عام لوگوں کی غفلت اور کوتاہی و کمزوری کا بہانہ بن جاتی ہے، اس طرح اسلام کی روح، تحریک اور دینداری مردہ ہو جاتی ہے، لہٰذا علماء حق اور دانشوروں، طلباء اور نوجوانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ موجودہ نوخیز نسل اور مستقبل پر نظر رکھیں، یہ ظلم و جبر اور بھارتی سامراج کی طاقت کا تکبر و سرکشی انشاء اللہ ختم ہوں گے، باطل مٹنے کے لئے ابھرتا ہے اور حق غالب آنے کے لئے وجود میں آتا ہے...... اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہنچا دیتا ہے تمام امور اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں، لہٰذا بندے کو جلد بازی، عجلت پسندی یا ناامیدی و مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی عجلت و جلد بازی سے عجلت نہیں کرتا......

نماز، دعوت اور جہاد:

گناہوں اور نافرمانی سے انسان کی نعمت تبدیل ہوتی ہے اور اچھی چیز بری چیز میں تبدیل ہو جاتی ہے...... دعا سے بلا و آفت ٹل جاتی ہے، نیکی سے عمر و رزق میں برکت ہوتی ہے۔ دنیا وسیلہ و ذریعہ ہے آخرت کا لہٰذا پریشانی، خوف و خطرات اور مصیبت میں نماز و صبر سے کام لینا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی بھوک و خطرات میں نماز کی طرف رجوع کرتے تھے...... اللہ پاک کسی بھی فرد

کواس کی صلاحیت و طاقت سے زیادہ بوجھ یا ذمہ داری نہیں ڈالتا...... حالات کتنے بھی سخت ہو جائیں، ان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے یہ دین غالب ہوگا، یہ آخری امت ہے، تمام انسانیت کی فلاح وکامیابی اسی امت کے غلبے سے وابستہ ہے۔نبوت ختم ہوچکی ہے، دعوت کا سارا بوجھ اس امت کے کندھوں پر ہے...... جہاد دعوت توحید کا ایک اہم شعبہ ہے اس کے بغیر دعوت کا آگے بڑھنا ناممکن ہے۔۔دعوت ہی ہمارا اصلی اور بنیادی کام ہے۔توحید ایک اللہ کی دعوت، دین فطرت کی دعوت، دین فطرت واحد زندگی کا طریقہ ہے۔جو انسان اور انسانیت کے تمام پہلوؤں اور شعبوں سے مخاطب ہو کر ان کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے، دین فطرت میں رہبری ورہنمائی (Guidance) کے اصول و ضوابط، احکام، قوانین اور لائحہ عمل (Guide-lines or programme) موجود ہے جن پر عمل کر کے انسان آخرت کی زندگی کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے، آخرت کی زندگی ہی اصلی ابدی اور لازوال زندگی ہے دین فطرت آسان ہے اور یہ آسانیاں پیدا کرتا ہے۔

''جس نے حیا اور پرہیزگاری (خوف خدا) کا شیوہ اختیار کیا اور نیک بات کو سچ جانا اسے ہم آسان دین (اسلام پر چلنے) کی سہولت بخشیں گے۔''(92-4-7)

یعنی ہم اسے آسان طریقے کی توفیق دیں گے اس کے لئے راستہ کو آسان کر دیں...... حقیقت یہی ہے جو شخص راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے، دین فطرت کے عقیدے کی تصدیق کرتا ہے وہ ہدایت، تربیت، رہبری اور رہنمائی پاتا ہے...... اللہ تعالیٰ اس کے لئے زندگی کا آسان راستہ پیدا اا اور فراہم کرتا ہے وہ سہولت، نرمی اور سکون و طمانیت کے ساتھ منزل مقصود کو پالیتا ہے اس کی ذات سے اس کے ماحول اور آس پاس کے انسانوں پر سہولت اور امن وسکون کی بارش ہوتی ہے وہ خود تمام کاموں کو آسانی وسہولت سے انجام دیتا ہے......

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا:

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں...... اللہ پاک ان کے مال میں برکت عطا کرتا ہے

قرآن پاک میں بار بار نماز، زکوٰۃ اور جہاد کے ساتھ مال خرچ کرنے کی تلقین و ترغیب موجود ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں پر اللہ پاک دنیا میں ہی سکون و اطمینان کی رحمت کی بارش نازل کرتا ہے۔ان کو خوف اور غم و پریشانی سے نجات عطا کرتا ہے، جنت کا وعدہ الگ ہے......اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہے وہ اپنے اہل و عیال پر ہو......حاجت مند، رشتہ دار، عزیز و اقارب، پڑوسی، مسکینوں، قیدیوں، مجاہدین یا ہر وہ شخص جو دینی کام میں مصروف ہو اس پر خصوصاً دینی مدارس اور فلاحی اداروں پر۔ جو شخص کسی بھی حاجت مند مسکین، بیمار، بھوکے کی مدد کو جاتا ہے وہ وہاں اللہ کو ہی پاتا ہے......یہ خدا شناسی اور خدا آگاہی ہے......خدا کی خوشنودی اور رضا کے حصول کا طریقہ ہے......وادیٔ کشمیر میں اس وقت یتیموں، بیواؤں، قیدیوں اور شہداء کے اہل خانہ کی مدد اور ان کی خبر گیری اور حوصلہ افزائی کرنا مسلمانوں پر واجب ہے......

”بیوہ اور غریب کے لئے کوشش کرنے والے کا مرتبہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے اور اس کے برابر جو دن بھر روزہ اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔“ (بخاری)

جو شخص کسی اپنے بھائی کے کام کے لئے چل کر جاتا ہے تو اس کا یہ عمل دس سال اعتکاف سے بہتر ہے (حدیث) ”عبادت دراصل اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا نام ہے“

جہاد دین کا اہم شعبہ ہے لیکن دین کے باقی شعبے جب تک اس اہم شعبے کے ساتھ وابستہ اور منسلک نہ ہوں اس شعبہ کی ذمہ داری کو انجام دینا مشکل و دشوار بن جاتا ہے، مجاہد کی مدد حوصلہ افزائی، ترغیب، تعلیم و تربیت کرنے والے مجاہد کے پورے عمل اور ثواب کے برابر ثواب و جزا پا لیتے ہیں......یہی لوگ شہداء کی سفارش کے حق دار بن جاتے ہیں۔

رہبانیت سے گریز:

دین فطرت انسان کو زندگی کا مقابلہ زندہ اصول، قوانین اور زندہ احکام کے ذریعہ کرنا سکھاتا ہے، زندگی سے گریز رہبانیت اور گوشہ نشینی کو دین فطرت نے حرام قرار دیا، یہ انفرادی و اجتماعی فرائض و ذمہ داریوں سے فرار اور موت ہے......ایسے افراد ظالم و جابر کے برابر ہیں، ظلم کرنا اور ظلم سہنا ایک ہی بات ہے لہٰذا ظلم و جبر کے خلاف کھڑا ہونا اپنے آپ کو نہ صرف ظلم سے نجات کا

باعث ہے بلکہ اپنے آپ کو ظالم بننے سے بچانے کا واحد ذریعہ بھی ہے جب انسان کا دین وایمان خطرے میں ہے۔تو پھر کوئی خطرہ خطرہ نہیں۔مؤمن کی جان ایمان میں ہوتی ہے نہ کہ خون میں، ایمان کا لطف تب اٹھایا جاسکتا ہے۔جب دین وایمان کے لئے خطرات کو قبول کرنے کی جرأت دکھائی جائے، جو شخص دین کو چھوڑ کر کسی اور ذریعہ سے عزت کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ اس کو ذلیل کردیتا ہے، دین وملت کی سربلندی کی خاطر قربانیاں ناگزیر ہیں۔

''تم نیکی کا درجہ (خیر کامل) کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب و پیاری چیز کو خرچ نہ کروگے۔'' (آل عمرآن:۹۲)

انسان کو اپنا مال اپنی اولاد اپنی جان سب سے عزیز ومحبوب ہوتی ہے جب تک انسان ان چیزوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل نہیں کرسکتا۔

''وہ اللہ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کرڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہے۔'' (البقرہ:۲۰۷)

دین اور امت کی روح انہی قربانیوں اور ایثار کی وجہ سے بقاء وتسلسل حاصل کررہی ہے، تاریخ اسلام کی عظمت اور اس کی حیثیت کو نمایاں کیا ہے۔اگر امت نے یہ ایثار وکردار اور قربانیاں پیش نہ کی ہوتیں تو اسلام کی تاریخ نفس پرستی، خودرائی، نفع اندوزی، خودغرضی اور موقع پرستی کی داستان ہوتی، مجاہدین اور شہداء نے اپنی جانوں اور مالوں اور اہل وعیال کی جانیں خطروں میں ڈال کر آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کے مینارے قائم کیے جو آنے والی نسلوں کو راستہ دکھاتے ہیں، اہل حق کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ وہ ایک طویل مدت تک آزمائشوں کی بھٹی میں تپائے جاتے ہیں، اپنے صبر، حق پسندی، راست بازی، قربانی وایثار، فداکاری اور ایمان کی پختگی، یہ تمام مصائب، مشکلات اور صفات کے دور سے گزر کر ہی پرورش پاسکتے ہیں، تب اللہ کی نصرت ٹھیک اپنے وقت پر ان کی دستگیری کے لئے آپہنچے گی۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہنچا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرد واقوام کی بے صبری اور عجلت سے عجلت نہیں کرتا......اور نہ ہی اللہ کسی فرد پر اس

کی طاقت وصلاحیت سے زیادہ بوجھ وذمہ داری ڈالتا ہے......

"جو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو رفیق بنا لے اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔" (قرآن)

مشکلات و مصائب میں حکمت الٰہی یہ بھی ہوتی ہے کہ لوگ عاجزی سے اللہ کی طرف جھک جائیں اور ان کے چھوٹے بڑے گناہ معاف ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "دین اسلام ابتداء میں اجنبی (غریب) تھا عنقریب یہ پھر اجنبی (غریب) ہو جائے گا، اجنبیوں کو مبارک......"

اہل ایمان معاشرے کے عمومی دھارے سے الگ نکالے ہوئے:

اہل حق کی استقامت اور صبر ان کو معاشرے میں الگ تھلگ کر دیتا ہے......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ ایسا آئے گا جس میں صرف وہی مؤمن نجات پا سکے گا جو گویا سو رہا ہو گا کہ مجمع میں آئے گا تو لوگ اسے پہچان نہ سکیں اور غائب ہو جائے تو تلاش نہ کریں، جو سب کے حقوق ادا کرتے ہوں گے (لوگ ان کے حقوق سے غافل و بے پرواہ ہوں گے) وہ پرانے پھٹے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے یہی لوگ ہدایت کے چراغ اور راتوں کے مسافروں کے لئے نشان منزل ہوں گے نہ یہ ادھر ادھر لگاتے پھریں گے نہ لوگوں کے عیوب تلاش کریں گے ایسے لوگ کوئی دعا کرتے ہیں تو وہ قبول ہوگی" قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے اللہ بہت ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا جو مؤمنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں (جہاد) جد وجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کشائش (وسیع ذرائع) کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔" (المائدہ:۵۴)

دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "مجرمین (دنیا میں) اہل ایمان پر ہنستے تھے ان کے پاس سے گزرتے تھے تو ایک دوسرے کو اشارہ کرتے تھے۔ اپنے گھروں میں لوٹتے

تھے تو مزے لیتے ہوئے لوٹتے، اہل ایمان کو دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے۔'' (المطففین :۲۹،۳۳)

ساڑھے چودہ سو سال پہلے اہل ایمان کی حالت مکہ میں یہ تھی جس کی قرآن کریم نے اس طرح تصویر اور نقشہ کھینچا ہے جیسے ہمیں کچھ کہا جا رہا ہو......قرآن پاک نے عملی واقعات کے ذریعہ سے انسانوں کی تربیت کی اور قیامت تک تربیت کرتا رہے گا۔قرآن پاک کا یہ منظر مختلف قوموں اور ملکوں میں بار بار سامنے آتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے گویا یہ آیات آج ہی کے ان مناظر کے تذکرے اور تصویر کشی کے لئے نازل ہوئی ہیں۔اس بات کا ربانی ثبوت ہے کہ گناہگاروں، جابروں، فجار اور ظالموں کا موقف اور مزاج مختلف سماج اور ادوار میں یکساں اور ایک جیسا رہا...... مجرمین، ظالم اور منافق ہمیشہ اہل ایمان اور اہل حق کا استہزاء اور مذاق اڑاتے ہیں ان پر ہنستے ہیں،حکومتِ وقت اور سماج کے طاقتور طبقے نے جو ہمیشہ حکومت کے ساتھ رہا ان اہل ایمان کو بے یار، مددگار و کمزور اور دبائے ہوئے اور اجنبی بنا کے رکھا ہے،حکومت کے کارندے اہل ایمان کو اپنے گندے مذاق اور ذلیل ہنسی اور دل لگی کا موضوع بناتے ہیں،اہل ایمان کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف دے کر پھر ذلیل کمینے ہنسی ہنستے ہیں......لیکن اہل ایمان اللہ پر بھروسہ اور اللہ کی خاطر صبر کرتے ہیں۔وہ اپنے کردار اور وقار کو بلند رکھتے ہوئے چھچھوری اور گھٹیا سطح سے اپنے آپ کو الگ رکھتے ہیں وہ ان مجرمین سے بحث و مباحثہ نہیں کرتے......اہل حق اپنے ایمان و عقیدے کی عملی فکر میں مصروف رہ کر، اخروی نعمتوں اور آخرت کے اعزاز و اکرام کو حاصل کرنے کی پوری امکانی جدو جہد کرتے ہیں......وہ اللہ پاک کی رضا و خوشی کو حاصل کرنے کی تگ و دو، مسابقت اور منافست میں ہر وقت عملی طور پر مصروف رہتے ہیں......وہ دنیا کی حقیر عارضی، فانی اور بے حقیقت چیزوں کو کوئی اہمیت، وزن اور وقعت نہیں دیتے، وہ اللہ کے وعدوں کا پورا یقین رکھتے ہیں، اس مسابقت و منافست کے نتیجہ میں اہل ایمان کی ارواح بلندیوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہوتی ہیں جب کہ اہل باطل، دنیا پرست انسان کی روح پستی، ذلت و انحطاط سے دوچار ہوتی ہے، اہل ایمان حصول آخرت اور اللہ کی رضا کے لئے جدو جہد کرتے ہوئے زمین کی اصلاح و تعمیر سب

انسانوں کے لئے کرتے ہیں، تو ان کی زندگی پاک وصاف ستھری اور پرامن وخوشحال بن جاتی ہے۔

مؤمن کو اس بات کا عملی یقین ہوتا ہے کہ یہ دنیا آزمائش وامتحان کی جگہ ہے اسلئے وہ تکالیف و مشکلات کا خوشی خوشی سامنا کرتے ہوئے راہ حق اور راہ وفا پر چلتا رہتا ہے۔

اسلام ایک مکمل طرز حیات:

اسلامی عقیدہ ایک خالص قلبی عقیدہ نہیں ہے...... بلکہ یہ عقیدہ ایک مکمل طرز زندگی...... (Complete-way of life) سے عبارت ہے جو غلامی، جہالت ظلم وناانصافی کی ہر بنیاد، ہر صورت اور طریقے کو ڈھا (Demolish) دیتا ہے۔ یہ دین عدل وانصاف پر قائم اور انسانوں کی زندگی کو عدل وانصاف پر قائم کرنے کے لئے اترا ہے، یہ کسی ظالم کا ظلم، سرکش کی سرکشی اور متکبر کے تکبر کو برداشت نہیں کرتا در حقیقت قرآن ایسے قلوب پیدا کرنا چاہتا ہے جو امانت کی ذمہ داری ادا کرنے کے قابل ہوں، ان کے قلوب اتنے مضبوط وقوی ہوں کہ وہ دنیا کی کسی شے کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں، اس حال میں کہ وہ عملاً اللہ کی رضا کے لئے ہر شے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوں جب ایسے قلوب وجود میں آتے ہیں اور جب ایسا جذبہ اخلاص ایثار اور جذبہ قربانی اور صدق نیت اور عہد وفا کو نبھانے کی مزاج وطبیعت پیدا ہوتی ہے تو خدا کی مدد ونصرت آجاتی ہے......

مجاہدین کے لئے فہمِ قرآن ضروری ہے:

جو لوگ اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں ان کے لئے قرآن کا فہم ناگزیر اور لازمی شرط ہے تاکہ وہ اس راہ کی تمام رکاوٹوں اور تکالیف ومشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی منزل ومقام کو حاصل کرسکیں یہی راہ صراط مستقیم ہے جس کو مؤمن بار بار اپنے رب سے طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اٹل سنت ہے کہ ہر مخلص طلب گار کو وہ مطلوبہ شے عطا کرتا ہے جو لوگ اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ پاک ان کی نجات وہدایت کے لئے راستہ نکالتا ہے اور ان کو وہاں سے رزق اور مدد ونصرت عطا کرتا ہے جہاں سے ان کو پہنچنے کا گمان بھی نہ تھا،

مؤمن کو وجدانی وقلبی سکون واطمینان کے ساتھ اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ پاک کی نگرانی و نگہبانی میں ہر وقت ہے، مؤمن اسی احساس اور جذبہ، یقین کے سائے تلے اپنا سفر جاری رکھتا ہے اس نے قرآن سے عملی تعلق کے نتیجے میں جو نور اور روشنی جذب کی ہوتی ہے وہ اسی ربانی نور سے ہر شے کی حقیقت کو جان جاتا ہے، وہ سمندر کی لہروں سے اس لئے نہیں ڈرتا کیونکہ اس کا تعلق لہروں کو اٹھانے والی طاقت کے ساتھ منسلک ہوتا ہے، سمندر کی لہریں اور موجیں ہی اس کا سہارا بن کر اس کو کنارے تک لے جاتی ہیں۔

مجاہدین کے لئے ضروری علوم:

ناقص، کمزور اور کم علم وایمان انسان کو فطری طور پر باطل کی طاقت مغلوب کرتی ہے اسی لئے اللہ کی راہ میں نکلنے والوں کے لئے قرآن کا فہم، سیرت نبوی اور حیاۃ صحابہ کا علم ہونا ناگزیر اور لازمی ہے، اللہ کے رسول ﷺ اس امت اور پوری انسانیت کے لئے قیامت تک صحیح میزان و معیار (Criterion) ہیں، سنت نبوی ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے اور جس سے وہ زندگی میں قوت اور اعتماد حاصل کر سکتے ہیں اور انسان یہ اعتماد حاصل کر سکتا ہے کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نا صرف آسان اور قابل عمل ہے بلکہ ایک امر واقعہ ہے، سنت نبوی زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے اور ہمیشہ اصلاح، تجدید کے کام اور معاشرے کا احتساب کرنے پر اُبھارتی رہی، اس کی طاقت اور اثر سے ہر دور اور ہر ملک و مقام میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے عدل وانصاف، اصلاح وتجدید اور امن وامان کا جھنڈا بلند کیا، حدیث نبوی امت اسلامیہ کے لئے ایک ناگزیر حقیقت ہے، امت کے وجود کے لئے ایک لازمی شرط ہے، اس کی حفاظت، ترتیب، تدوین، نشر واشاعت کے بغیر اُمت کا دینی وذہنی، عملی واخلاقی دوام وتسلسل برقرار نہیں رکھا جا سکتا، سنت نبوی تاریکی میں روشن چراغ، رشد وہدایت کے سنگ میل کا حکم رکھتی ہے۔ یہ دین اللہ کا ہے اور اس کی حفاظت اور اس کو غلبہ عطا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے، امت نبوی اس کی حفاظت اور غلبے کا ذریعہ ووسیلہ ہے، سنت نبوی کے علم نے ہر نسل میں، ہر مقام اور ہر دور میں ایسے عادل ومتقی عالم جو حامل ووارث کی حیثیت رکھتے ہیں پیدا کیے ہیں، جو

اس دین سے غلو پرستی، تحریف اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے رہیں گے، یہ دین ہر دور ہر مقام اور ہر حالت میں قابل فہم ویقین وقابل عمل رہے گا، یہ دین دلیل وحجت کے ساتھ تک زندہ رہے گا یہی دین کامیابی وفلاح کی ضمانت دے سکتا ہے باقی جتنے راستے، طریقے، فکر وفلسفے ہیں سب باطل ہیں اور باطل مٹ کر نیست ونابود ہوتا ہے، یہ قانون الٰہی وفطرت ہے......

تحریک کشمیر: وجوہات اور اسباب

کشمیر کی موجودہ جاری بھارت مخالفت عسکری تحریک جو ۱۹۸۹ء میں شروع ہوئی اس تحریک کا بنیادی محرک دینی ایمانی اور قلبی جذبہ تھا، کشمیری لوگ ہمیشہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ہندوستان سے الگ سمجھتے تھے، ہیں اور رہیں گے یہ احساس وجذبہ بچے سے لیکر بوڑھے تک میں موجود ہے، یہ بیگانگی یا اجنبیت (Alienation) نہیں بلکہ ہماری وجودی حقیقت ہے، ہم بھارت کے ساتھ نہ تاریخی، نہ ثقافتی، نہ تہذیبی وتمدنی، نہ جغرافیائی، نہ جذباتی اور نہ سیاسی وابستگی اور تعلق رکھتے ہیں۔ بھارت نے 1947ء میں چانکیہ برہمنی، مکارانہ سیاست کھیل کر اپنی قابض فوج کو کشمیر میں داخل کیا اور تب سے اب تک سامراجی طاقت بن کر ہم پر زبردستی قبضہ کیا ہوا ہے، فکر کا مقابلہ فکر سے ہوتا ہے سیاست کا مقابلہ سیاست سے اور طاقت کا مقابلہ طاقت سے بھارتی قابض فوج اپنی دلّی کے آقاؤں کی خاطر ہم پر جو ظلم وستم ڈھا رہی ہے اس کا جواب صرف اور صرف طاقت سے ہی دیا جا سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں، سیاسی مزاحمت، جمہوری طریقے وغیرہ ان سب کی بھارت سرکار نے دھجیاں اڑا دیں، یہ طریقے اور ان کی طرف عوام کو متوجہ کرنا، گمراہی اور وقت وتوانائی کا ضیاع (Wastage) ہے، عسکریت کا جواب صرف عسکریت سے دیا جا سکتا ہے......

۱۹۸۹ء میں جو عسکریت شروع ہوئی اس میں جو فقدان اور کمزوری تھی وہ ان شاء اللہ موجودہ ابھرتی ہوئی عسکریت میں نہیں ہوگی، کوئی بھی تحریک خواہ سیاسی ہو یا اصلاحی یا فلاحی، عسکری ہو یا عوامی ہر تحریک کے کچھ بنیادی تقاضے، اصول، قوانین اور ضرورتیں ومطالبات ہوتے ہیں، جو کہ ۱۹۸۹ء میں طے نہیں ہوئے تھے ہر تحریک کا خود اختیار، خود انحصار اور خود مختار ہونا ضروری ہے،

تحریک کے لئے خوددار اہل ایمان اور اہل یقین افراد کا ہونا ایک مؤمنانہ قائد و قیادت اور تحریک کے لئے اپنا سرمایہ (Life-line) ہونا ناگزیر اور لازمی ہے، بہر حال اقوام اور ملکوں کی تقدیر دنوں اور سالوں میں تبدیل نہیں ہوتی، اقوام کا کردار، مزاج، فکر و شعور، نظام اخلاق و نظام معنی اور اقدار نسل در نسل افراد میں منتقل ہوتا ہے...... پچھلے بیس سالوں میں کشمیری عوام خصوصاً نوجوان جن حالات اور واقعات معاملات و مسائل سے گزر گئے ان سے ہماری فکری و شعوری اخلاقی و روحانی تربیت ہوئی جس کٹھن اور شدید ظلم و جبر کے ماحول میں ہمارے بچے جوان ہوئے اس نے ہمیں صدیوں کا سفر سالوں میں طے کرایا، ہمارے پاس اللہ کے فضل سے اس وقت ایک اجتماعی فکر، احساس، شعور اور جذبہ ابھر چکا ہے، اس معاشرتی کیفیت کا نام ہی نصب العین (Ideal goal) ہے جس کا فوری (Immediate) حصہ بھارتی قابض فوج کا انخلاء (Demilitarization) ہے مقاصد پانے کے لئے مرحلوں اور مختلف مقامات سے گزرنا لازمی ہے، ایک مرحلے و مقام کے بعد ہی دوسرے مقام پر پہنچنے یا پانے کی صلاحیت وقوت حاصل ہوتی ہے، اقوام کی تعمیر نشو ونما اور ترقی ارتقائی عمل کے ذریعے درجہ بدرجہ ہوتی ہے، یہ قانون فطرت ہے، زمینی مسالک کے علمبردار جلد باز ہوتے ہیں، وہ ایک ہی نسل کے دوران پوری سکیم و پروگرام کو جبراً نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ فطری طریقوں اور اصولوں و اقدامات سے تجاوز کر کے توازن و اعتدال کے بجائے عجلت و شدت پسندی کا طریقہ اختیار کر کے تعمیر و نشو ونما کے بجائے تخریب و بگاڑ اور تنزل کی دلدل میں قوم کو ڈبو دیتے ہیں اور آخر کار قانون فطرت ایسے مسالک و فلسفوں کو اپنے ہتھوڑے سے توڑ کے رکھ دیتی ہے۔

بھارت کی خود فریبی:

بھارتی قابض فوج کی موجودگی میں کشمیری عوام کی جان عزت اور ان کا مال ہمیشہ غیر محفوظ (Vulnerable) رہے گی اور حقیقت یہی ہے کہ بھارتی قابض فوج کی موجودگی ہی سارے مسئلے کی جڑ اور بنیاد ہے باقی مسائل، تنازعے اور معاملات سب بات چیت سے حل ہونگے...... لہٰذا بھارتی سرکار کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بھارتی قابض فوج اور کشمیری عوام زندگی کے کسی مقام،

کسی حالت اور کسی وقت اکٹھے نہیں رہ سکتے...... چاہے زبردستی طاقت وتکبر کے بل بوتے پر بھارت اپنی فوج کو سو سال تک کشمیر میں رکھے۔ عوام کی بے بسی، کمزوری، زندگی کی بنیادی ضروریات وحاجات میں مصروفیت، خاموشی ان سب باتوں سے بھارتی سرکار اگر یہ غلط تاثر اپنے عوام کو دے رہی ہے کہ کشمیر میں حالات ٹھیک ہیں تو وہ خودفریبی (Self deception) کا شکار ہے اور اپنے عوام کو بھی دھوکے اور اندھیرے میں رکھ رہی ہے۔

کشمیر کی نوخیز نسل نہ گاندھی واد اور نہ کرزئی واد کے دھوکے میں آنے والی ہے، بھارتی سرکار کو اس بات کا احساس اور فکر کرنی ہوگی کہ کشمیری نوجوانوں کے پاس صرف اور صرف عسکریت کا واحد راستہ ہے جس سے وہ اپنے مال، جان اور عزت کی حفاظت کر سکتے ہیں اور اچھے مستقبل کی اُمید کر سکتے ہیں...... بھارتی حکمرانوں کی خوش فہمی اور خودفریبی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے نام نہاد عسکریت وعلیحدگی پسندوں کا جوٹولہ خرید لیا ہے وہ سوچتے ہیں کہ ان مسخروں کے ذریعے نوجوانوں اور کشمیری عوام کو دوبارہ دھوکہ دے سکتے ہیں۔ ان مسخروں اور بزدل و بے ضمیر علیحدگی پسندوں کو عوام نے بہت پہلے سے مسترد (Reject) کر دیا ہے۔ اور نوجوانوں، عسکریت پسند مجاہدوں کے ڈر سے انہوں نے بھارتی سرکار کی پناہ لی ہے یا پھر منافق ایجنسیوں کے کارندوں کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ دونوں طاقتیں ان شاءاللہ بہت جلد ان کی حفاظت سے دستبردار ہو جائیں گی...... مجاہدین اب دوبارہ دھوکہ نہیں کھانا چاہتے۔ مؤمن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا......

تحریکِ کشمیر کا مستقبل:

وادی چنار شہداء کے مقدس لہو سے گرم ہو چکی ہے، اب کوئی شیخ عبداللہ، کشمیری گاندھی یا شاہی امام اس مقدس لہو سے بے وفائی نہیں کر پائے گا...... وادی چنار میں ایک خاموش انقلاب شروع ہو چکا۔ شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی محبت اور رضا میں جو شہادت کا ایک نیا باب، نئی ادا اور نیا طریقہ وادی چنار میں شروع کیا اب شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسے مرشدوں کو ایک نہیں ہزاروں آفاق جیسے مرید ملیں گے، یہ جنگ اب ہمارے ایمان وغیرت، عزت وعصمت کے بقاء کی جنگ ہے، یہ

جنگ اب ہماری وجودی جنگ ہے، وجود بحثیت اہل ایمان، امت اور بحثیت انسان۔ اس جنگ میں اب سعادت منداور خوش نصیب ہی شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں اب مال جان اوراپنی تمام محبوب چیزوں کی قربانی دینی ہوگی...... نفس پرست، دنیا پرست، موقع پرست لوگ رک جائیں گےاور روکنے کی کوشش کریں گےلیکن اہل حق شاعر مشرق کی زبان میں کہیں گے

یہ دنیا لاکھ روکے گی ان کی نہیں سننا
تو کہنا یہ قتل گاہ ہے مجھے مقتل میں جانے دو

عمل ہر حال میں کامیابی کی ضمانت:

دین اسلام کسی بھی اصول پر عمل درآمد کو امت کے اس پر عمل درآمد کی استعداد، طاقت اور قابلیت پیدا ہونے کے وقت تک ملتوی نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ امت میں کسی اصول پر عمل درآمد کی استعداد و قابلیت اسی وقت پیدا ہوگی جب وہ اسے عملاً اختیار کرے گی اوراس کی اپنی زندگی کے بنیادی اصول سے محرومی ان تلخ نتائج سے بدتر ہے جن سے وہ اس عمل درآمد کے آغاز میں دوچار ہوا......اس اصول پر عمل درآمد میں غلطیاں، نقصانات ومشکلات خواہ کتنی ہی بڑی ہوں اس بات کا جواز فراہم نہیں کرتیں کہ اس اصول کو ختم یا تھوڑی مدت کے لئے ہی سہی موقوف کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ امت کی زندگی، بقاء اور ذاتی نشو ونما اور زندگی کی تکالیف سے آگاہی کو ختم کرتا ہے اور امت کی وجودی حیثیت کو بھی مطلقاً ختم کر دیتا ہے۔ ''جب تم عزم کرو تو اللہ پر بھروسہ کرو، کسی نبی کی شان نہیں کہ وہ اپنے ہتھیار اتار دے یہاں تک کہ اللہ اس سلسلے میں فیصلہ فرمادے'' کسی ایک متعین رائے پر عمل درآمد کا عزم کر لینے کے بعد دوبارہ مشورہ کا خیال نہیں ہونا چاہیے، اس لئے شوریٰ کے اصول کو دائمی تذبذب، تردد اور عملی کمزوری و اختلاف سے پاک ہونا چاہیے......شوریٰ کا مقصد صحیح رخ کا انتخاب کیا جانا ہوتا ہے...... پھر شوریٰ کا رول ختم اور تنفیذ (Enforcement) اور اصول کو عملی جامہ پہنانے (Implementation) کا رول شروع ہوتا ہے۔ ''پھر جب کسی بات کا عزم کرو تو اللہ پر بھروسہ کرو...... بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں'' (القرآن)

اہل ایمان کی تربیت عملی میدانوں میں کی جاتی ہے:

اللہ پاک اس امت کی تربیت واقعاتی وعملی میدان میں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمت کر کے اس کی طرف چلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو آگے کی منزل وہ خود ہی فراہم کرتا ہے...... جن لوگوں کو بحث ومناظرے کا روگ و بیماری لگ جاتی ہے ان کو اصلی حقیقت سے دلچسپی نہیں ہوتی، وہ عملی طور پر مفلوج ہوتے ہیں...... اہل ایمان واہل حق دوسروں کی غلطیوں کے بجائے اپنا احتساب کرتے ہیں، غلطیوں کے ذریعے ہی صحیح علم کا پتا چلتا ہے اور "مؤمن ایک ہی سوراخ سے دوبارڈ سا نہیں جاتا۔" (حدیث) نقصانات کی کوئی اہمیت نہیں ہے جب ان کے نتیجے میں ایسی ملت وجود میں آئے جو تربیت یافتہ، علم وادراک کی حامل اور نتائج کا صحیح اندازہ کرنے والی ہو......

اسباب ووسائل کی حقیقت:

جہاں تک اسباب ووسائل کا تعلق ہے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ اسباب پر نتائج مرتب ہوں لیکن اسباب خود نتائج پیدا نہیں کرتے، حقیقی فاعل ومؤثر اللہ ہی ہے۔ اللہ کی مشیت سے اشیاء و واقعات وجود میں آتے ہیں...... اس یقین اور ایمان کے احساس وتصور سے اہل ایمان واہل حق غیر اللہ کی مدد طلب کرنے سے محفوظ اور اللہ کے لیے خالص ہو جاتے ہیں اور ان کے دل براہ راست اس قوت سے جڑ جاتے ہیں جو اس کائنات میں فاعل ومؤثر ہے۔

مؤمن کے تصور میں نتائج اور ان کے اسباب کے درمیان کوئی قطعی رشتہ نہیں، مؤمن اسباب اس لئے اختیار کرتا ہے کہ انہیں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ کی رحمت اور اس کے عدل، حکمت اور علم پر اعتماد واطمینان ہی اصل مؤمن کی پناہ گاہ ہے...... مؤمن اپنے امکانی حد تک اسباب اختیار کرتا ہے باقی بھروسہ اور اعتماد وہ اللہ کی مشیت اور طاقت پر ہی کرتا ہے، قرآن پاک ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے جہاں کمزور وقلیل جماعت طاقتور اور بڑی جماعت پر فتح پا لیتی ہے، میدان طالوت اور جالوت، جنگ بدر اور پوری انسانی تواریخ اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ حق آخر غالب آتا ہے کیونکہ حق غلبے کا حق رکھتا ہے اور باطل نابود ہوتا ہے اور وہ ختم ہونے کے

لئے ہی ظاہر ہوتا ہے۔

اہل کشمیر کے لئے جہاد، جان سے بڑھ کر ضروری:

وادئ کشمیر میں عسکری تحریک مزاحمت کو جاری رکھنا اب ناگزیر بن چکا ہے، عسکری تحریک کے ختم ہونے کا مطلب ہمارا وجود بحثیت اہل ایمان کا خاتمہ...... کیونکہ ہماری دینی زندگی اور ایمان کا تحفظ عسکریت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، وادئ کشمیر میں سرکاری دہشت گردی اب ہر شعبے، محکمے، ادارے اور ہر میدان میں داخل ہو چکی ہے، عسکری مزاحمت کے لئے کوئی اٹھے یا نہ اٹھے قانون الٰہی اور قانون فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ باطل کو زیادہ دیر برداشت نہیں کرتا......اگر قانون الٰہی کے مطابق باطل کا سر نہ کچلا جائے تو پھر عبادت گاہیں تک محفوظ نہیں رہ سکتیں......اس وقت ہماری جان، ہمارا ایمان، ہماری عزت وعصمت، ہمارا مال وجائیداد، ہر ایک چیز بھارتی فوجیوں کے رحم و کرم پر ہے ہمیں جہاد کو اپنی ہر صلاحیت، اپنا مال، اپنی جان اور اپنا سب کچھ دینا ہوگا......ہمیں جہاد کو عزت دینی ہوگی پھر جہاد ہمیں وہ کچھ دے گا جس سے ہماری جان، ایمان، مال اور عزت محفوظ ہوگی۔

اللہ پاک کی اٹل سنت (طریقہ) ہے وہ کسی قوم کی حالت تب تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت (اوصاف) نہیں بدلتے، جو وقت کے تقاضوں اور مطالبات کو پورا نہیں کرتا وقت اس کو کچل کے رکھ دیتا ہے۔

نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا
میرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

جہاد ایک مقدس، روحانی، دینی فریضہ ہے۔اس لئے پاکیزہ وسائل، اسباب وذرائع ہی تلاش و طلب کرنے چاہئیں۔ پاکیزہ مقاصد ناپاک راستوں سے حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ جو اللہ کے پاس اور جو انسان کو ملنے والا ہوتا ہے اس کے لئے پاکیزہ ذرائع اور اسباب کے ذریعہ ہی طلب و جستجو اور جدوجہد کرنی چاہیے۔

"It is means which define ends. Ends does not define means"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جہادِ کشمیر کو اب ایسے تمام اسباب، ذرائع، افکار، طور طریقے، حکمت عملی وغیرہ سے الگ ہونا ہوگا جو اس مقدس فریضے کے شایانِ شان نہ ہو، ناپاک غیر اسلامی اور غیر فطری اسباب و ذرائع اور طریقوں سے نہ صرف جہاد کے اثرات و نتائج ضائع اور ختم ہوتے ہیں بلکہ یہ جہاد و دین کی توہین و تذلیل ہے جو ایک عظیم گناہ ہے اس سے امت بھی ذلیل ہوتی ہے یہ بات پہنچتے پہنچتے جناب آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہے، یہ رسالت و نبوت اور قرآن کی توہین ہے، اندازہ لگانا چاہیے کہ دین و جہاد کے جھنڈے اٹھانے والوں پر کتنی بڑی اور نازک ذمہ داری عائد ہوتی ہے، دین کی قدر و قیمت، دین کی شان و عظمت، دین کی حفاظت کرنا......اور سر بلندی علماء حق، اہل تقویٰ، اہل دانش اور مرد مجاہد ہی جان سکتے ہیں...... یہ کام امریکہ دجال کے حواری اور اس کے اجرتی ملازم (Mercenary) یعنی ایجنسیوں والے نہیں جان سکتے، پاکستانی مجاہدوں کا اخلاص و ایثار اور قربانی اور پاکستانی 11 ہزار سے زیادہ شہداء کا مقدس لہو جس نے کشمیر کی ٹھنڈی سرزمین کو ایک روحانی انقلاب سے گرما دیا ہے۔ اس مقدس لہو کے ساتھ وفاداری صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ جہادِ کشمیر کو ایجنسیوں اور حکومت پاکستان کی پالیسیوں سے الگ ہونا ہوگا۔ ایجنسیاں اور پاکستانی حکومت نے جن نام نہاد علیحدگی پسند، بے ضمیر و بے غیرت کشمیری لیڈروں کو کھڑا کیا ان کے پاس صرف دو راستے ہیں......ایک اپنے گناہوں و ماضی سے توبہ کرکے خاموش رہیں کیونکہ مجاہدوں کے صفوں میں شامل ہونے کی ان کے پاس نہ طلب نہ صلاحیت اور نہ ہی ارادہ ہے۔ دوسرا راستہ ان کے لئے یہ ہے کہ وہ اسلام آباد (پاکستان) یا دلّی سکونت اختیار کریں......اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں وہاں وہ اپنے مقابلہ میں ہم کو پائیں گے یعنی مجاہدین کو...... یہ دورِ حق و باطل کے بیچ سیدھا سیدھا ٹکر کا ہے یہاں اب منافقین، فاسقین، دھوکے باز، آستین کے سانپ چھپ نہیں سکتے، دین، ایمان اور امت پر دجال طاغوت نے ایک کھلی جنگ کا اعلان کیا ہے، اب اہلِ حق کو بھی حق کی خاطر حق کی طرح آگے آنا چاہیے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گمراہی اور ہدایت چاہے ایک ہی مقام پر رہیں لیکن گمراہی اور ہدایت اکٹھے نہیں چل سکتے، تم ہدایت کو اس وقت تک نہیں پہچان سکتے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہیں پہچان لو......عہد و پیمان اس

وقت تک اختیار نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کے توڑنے والوں کی معرفت حاصل نہ کرلو۔حق کو اس کے اہل کے پاس تلاش کرو کہ یہی لوگ علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ان کا حکم ان کے علم، ان کی خاموشی ان کے تکلم اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا پتہ دیتا ہے...... نہ یہ دین کی مخالفت نہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں...... فتنہ کا آغاز مخفی اور حسین انداز میں ہوتا ہے اس کو پہچاننا ہر ایک کے بس میں نہیں۔عوام الناس مخصوص نظریات، تصورات، جذبات، روایات اور ناقص و کمزور عقائد کی وجہ سے ان فتنوں کے شکار ہو جاتے ہیں، پہلے اگر سد باب نہ کیا گیا تو اس کا (فتنے کا) رواج عام ہو جاتا ہے تو پھر اس کا روکنا ناممکن ہو جاتا ہے...... بابصیرت علماء اور مفکرین اسلام پر اعتماد ضروری ہے......علم کے بغیر عمل کرنے والا غلط راستے پر چلنے والے کی مانند ہے جس قدر طے کرتا جائے گا منزل سے دور ہوتا جائے گا....تقویٰ ہر خیر (بھلائی) کی زمام (bridle) ہے اور ہر نیکی کی بنیاد ہے ....اس کے بندھنوں سے وابستہ رہو یہ محفوظ مقامات اور بہترین علاقوں، راحتوں اور باعزت منزل تک لے جانے والا ہے......تقویٰ دلوں کی بیماری کی دوا ہے ،قلوب کے اندھے پن کی بصارت ہے، سینوں کے فساد کی اصلاح ہے،نفوس کی گندگی کی طہارت ہے، دلوں کے اضطراب کا سکون ہے،جس نے تقویٰ اختیار کیا اس کے لئے سختیاں قریب آکر دور ہو جاتی ہیں،تقویٰ صبر کا حوصلہ پیدا کرتا ہے اور اس کی برکتوں سے رحمت کا نزول شروع ہوتا ہے......لوگ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے وہ ناواقف ہیں''...... حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میں علم کا شہر (گھر) ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ'' (حدیث) ہمارے سامنے اس وقت مختلف قسم کے فتنے رونما ہو چکے ہیں......ان فتنوں میں فکری و نظریاتی فتنے بھی شامل ہیں...... خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ان کے طریقے کو دانتوں سے پکڑو کیونکہ میرے بعد تم بہت اختلاف دیکھو گے، بدعتیں پیدا ہوں گی اور ہر نئی بات (بدعت) گمراہی ہے...... دین کے فکر مند دینی علماء ہی ہیں...... باعمل علماء ہی فتنوں اور گمراہیوں کی نشاندہی کر سکتے ہیں......لہٰذا باعمل علماء یعنی علماء حق کی طرف رجوع کرنا، ان پر اعتماد کرنا، ان سے دین کا فہم حاصل کرنا واجب ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا: آخر زمانے میں نوعمر اور

کم سمجھ لوگوں کی ایک جماعت نکلے گی وہ باتیں بظاہر اچھی کہیں گے تم اپنی عبادتوں کو ان کی عبادتوں کے مقابلے میں کم تصور کرو گے وہ قرآن اور نبی کی باتیں کرتے ہوں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (بخاری) اس دین میں ایسے علماء جو باعمل و عادل ہوں گے پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کو بدعتوں اور گمراہیوں سے پاک کرتے رہیں گے کیونکہ یہ دین آخری دین ہے اور یہ امت آخری امت ہے، یہ دین حجت بن کر دلیل و برہان بن کر قیامت تک قائم رہے گا......

جہادِ کشمیر اور اہل علم کی طرف احتیاج:

جہاد کشمیر کو ان باعمل علماء کے حوالہ ہونا ہے جو امریکہ کے زرخرید اداروں کے غلام نہ ہوں۔ اہل قرآن اور اہل تقویٰ پر واجب ہے کہ وہ گناہوں کے راستے پر جانے سے پرہیز کریں۔ اہل باطل کے ساتھ رہنا بہت بڑا گناہ اور دین و قرآن کی توہین ہے۔ اہل ایمان خصوصاً علماء حق پر یہ واجب ہے کہ دین کے تعلق سے جو بدگمانیاں، خدشات، خطرات اور گمراہیاں پھیلائی جارہی ہیں ان کا ازالہ (Nullification) کیا جائے تا کہ امت کی بے یقینی، بے چینی، اضطراب و اضطراری حالت دور ہو کر ختم ہو، جو اہل علم اپنے لوگوں کے حالات، معاملات اور مسائل و پریشانی سے واقف نہ ہو، وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ جب اس دنیا فانی سے رخصت ہونے کے قریب تھے تو اپنے شاگرد یا فرزند کو کسی پڑوسی کی حالت جاننے کے لئے بھیجا جو کہ تکلیف میں تھا تو شاگرد نے گزارش کی کہ آپ ٹھیک ہو جائیں، امام اعظمؒ نے فرمایا میں اللہ کے پاس علم کے ساتھ جانا چاہتا ہوں نہ کہ بے علمی کی حالت میں...... ایسے ہی عالم دین انبیاء علیہم السلام کے وارث کہلانے کے حق دار ہیں کیونکہ یہ نبوت و رسالت کی تعلیمات کا تحفظ کرتے ہیں، دین اور شریعت کو ہر دور ہر مقام اور ہر ماحول میں قابل فہم، قابل یقین اور قابل عمل بناتے ہیں۔ انہی علماء حق کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی حیثیت رکھتے ہیں''۔ حضرات ائمہ اربعہ امام

ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم......ان علماء نے اس وقت دین کا تحفظ اور دفاع کیا جب تمام مسلمان اپنے ہونٹ ہلانے سے بھی گھبراتے تھے، ان علماء حق نے جیلوں، ایذاء رسانی، حکومتِ وقت اور منافقین کے خوف و خطرات کا سامنا ہمت اور حوصلے سے کیا، انہوں نے ظالم حکمرانوں اور حملہ آوروں کا مقابلہ اپنے ہاتھ، زبان اور قلم سے کیا، انہی علماء کی سیاہی (Ink) کو حضور ﷺ نے شہداء کے مقدس لہو کے برابر کہا، شہداء کا مقدس لہو اور علم دین کی سیاہی یہ دو قطرے (Drops) دین و امت کی بقاء و تحفظ کے لئے لازم ہیں۔ انہی قطروں سے دین و امت کی آبیاری ہوتی ہے، انسانی طبیعت پر جس قدر قربانی و سرفروشی کا اثر پڑتا ہے کسی چیز کا نہیں پڑتا، ایثار و قربانی کے سامنے پوری منطق بحث اور استدلال بے اثر ہوتی ہے، ایثار و اخلاق کا اثر دل کی گہرائیوں میں محسوس ہوتا ہے۔

کشمیر پر قابض فوج کے مظالم:

جہاد کشمیر کو اصولی، قانونی اور اخلاقی طور پر جاری رکھنا اس لئے ناگزیر ہے۔ کیونکہ کشمیر میں لاقانونیت (Anarchy)، بے یقینی، اضطرابی و اضطراری حالت کی ذمہ دار سرکار اور سرکاری دہشت گردی ہے، عدالتیں، سرکاری ادارے، محکمے وغیرہ جن پر قانون اور قانونی نفاذ کی ذمہ داری ہے وہ مرکزی سرکار کی کٹھ پتلیاں (Stooges) ہیں جس نے پوری سرزمین کشمیر اور کشمیری عوام کو قابض فوج کے حوالے کیا ہے دنیا کا سب سے زیادہ (Militarized) علاقہ کشمیر کا ہے جہاں ہر 7 سے 9 فرد کے لئے ایک فوجی موجود ہے، دور دراز سرحدی گاؤں اور قصبوں میں فوج تعلیم سے لے کر صحت عامہ کے اداروں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مداخلت کر رہی ہے، کئی علاقوں میں قابض فوج نے پانی پر بھی اپنا قبضہ کر رکھا ہے، اس طرح ہزاروں لوگوں کو پانی جیسی بنیادی ضرورت کے لئے فوج کا محتاج رہنا پڑتا ہے، جنگلات، میوہ، باغ وغیرہ پر فوج جس طرح چاہتی ہے استعمال کر رہی ہے، رات کے اندھیرے گھروں میں تلاشی کے بہانے بنا کر فوج کا داخل ہونا، بے وجہ گاؤں گاؤں میں رات کو گشت کرنا، معصوم عوام کو خوف زدہ کرنا، فوج کا معمول ہے۔ کشمیری پولیس جس کا بنیادی کام امن و امان اور عوام کا تحفظ کرنا تھا وہ فوجیوں سے زیادہ گھٹیا

کردار کا مظاہرہ کر رہی ہے...... ایسے حالات میں جہاد اصولی، اخلاقی اور قانونی طور پر خود بخود جائز ہو جاتا ہے۔

جہاد، نماز کی طرح فرض:

جب جان، عزت، مال و جائیداد کوئی چیز محفوظ ہی نہیں پھر نماز کی طرح جہاد بھی عین فرض ہو جاتا ہے...... پہلے مخصوص حالات میں جہاد کے فرض عین ہونے کا اعلان ہوتا تھا مگر...... وہ دن گزر گئے اب ہر جگہ کربلا ہے اور ہر دن عاشورا...... باطل و طاغوت نے اہل ایمان پر نئی جنگ چھیڑی ہے، اہل ایمان کو نئی سواری اور خود نیا سوار بننا ہوگا......شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ادا اور طریقے کو اختیار کرنا ہوگا۔شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ جس نے اپنی وجدانی کیفیت، غیرت اور ایمان سے ہمیں آگاہ کیا۔وہ کوئی سرحد پار ٹرینڈ نہیں تھا اس نے عسکریت بھی نہیں سیکھی تھی، اس میں ایمان، جذبہ جہاد، شوق شہادت اور مضبوط ارادہ (Will power) موجود تھا۔شہید آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ نئی عسکریت کے لئے مکمل نمونہ (Role model) ہے، پتھروں، جلسوں، فضول سیمینار، کانفرنسوں اور احتجاج سے حقوق، انصاف وعدل، آزادی و عزت بحال نہیں ہوتا۔

گاندھی واد کی مکروہ حقیقت:

گاندھی واد ایک جھوٹ اور دھوکہ ہے۔گاندھی خود بیرلا ہاؤس (Birla house) جیسے لوگوں کے ساتھ رہتا تھا، چھوٹی ذات کے لوگوں کو ہری جن کا نام دے کر ان کی حالت کو بدلنے کے بجائے ان کو ہمیشہ کے لئے مظلومیت، بے کسی و بے بسی کی زندگی گزارنے کے لئے کوشش کرتا رہا...... گاندھی کی شخصیت اور گاندھی واد کا طریقہ اب جو کشمیری مظلوموں پر تھوپا جا رہا تھا یہ ایک بہت بڑی مکارانہ سازش ہے کشمیریوں کے جذبات، احساسات، فکر و نظریہ کو دبانے کا۔لہٰذا نئے گاندھی اور گاندھی واد کا سرزمین کشمیر سے جلاوطن ہونا تحریکی تقاضوں میں سے اہم تقاضا ہے، یہ کام جتنا جلد ہو اتنی جلدی ہم منزل مقصود کی طرف بڑھیں گے۔ایسی عسکریت جس کا سرچشمہ اور آئین (Constitution) قرآن، سنت نبوی اور طریقہ خلفاء راشدین ہے ہماری مظلومیت، ذلت اور غلامی کو ختم کرنے کا واحد طریقہ ہے۔علماء حق، اہل دانش، اہل ہنر نوجوانوں اور طلباء

وغیرہ سب کو جہاد کی آبیاری کرنی ہوگی، کشمیر کا کوئی طبقہ محفوظ نہیں ہم سب قیدی ہیں، ہمارے بنیادی اختیارات سلب ہو چکے ہیں، سب کو اپنی اپنی صلاحیت، طاقت، وقت، مال ہنر اور علم کے مطابق جہاد کو عزت دینا ہوگا پھر جہاد ہمیں عزت و تحفظ بخشے گا۔

فتنوں کی پہچان ضروری:

اسلام کی پہچان کے لئے جاہلیت کی پہچان بھی ضروری ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ شخص اسلام کے جوڑ جوڑ کو الگ کر دے گا جو دور اسلام میں پروان چڑھا ہے اور جاہلیت کی پہچان اسے حاصل نہ ہو۔'' موجودہ دور کی جاہلیت اس فتنے کا حصہ ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دجال کا فتنہ نہ دکھائی دینے والا ہوگا۔''...... عام لوگ اس فتنے کو پہچان ہی نہ سکیں گے اسی لئے حضور ﷺ نے ہر نماز کے آخر میں مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگنے کی تلقین و تاکید کی ہے، دجال کا فتنہ خوشنما اور حسین ہوگا۔

ناقص و کمزور عقیدے اور ایمان والے دجال کے شکار ہو جائیں گے، لہٰذا علماء حق اور باعمل علماء پر اعتبار کرنا لازم ہے تاکہ نئے نئے فتنوں اور گمراہیوں کی پہچان ہو جب پہچان ہوگی تب ہی بچنے کی کوشش کرے گا ورنہ بندہ گمراہی و فتنہ میں گرفتار رہا ہوگا اور احساس بھی نہ ہوگا۔

دنیا سے ظلم کا خاتمہ اہل ایمان کی ذمہ داری ہے:

دین اسلام انسان کو تاریک و جاہل رسموں، گمراہیوں، بدعقیدگیوں اور نفس کی غلامی سے نکال کر روشن راستہ پر لانا چاہتا ہے، اسلام کا مقصد نوع انسانی کو ناانصافی اور ظلم و تشدد کے چنگل سے بچانا ہے، آج کے دور میں بھی اس کا یہی مقصد ہے اور یہی مقصد ہمیشہ رہے گا، اسلام نوع انسانی کو ہر غلامی، ہر ظلم، ہر تاریکی سے باہر لا کر آزادی کی ہوا میں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتا ہے، قرآن پاک ہر دور و عہد، ہر مقام اور ہر ماحول کے ذہنی، عقلی، اجتماعی اور تمدنی تقاضوں سے مناسبت رکھتا ہے، یہ انسان کا وہاں سے ہی ہاتھ پکڑتا ہے جہاں پر وہ کھڑا ہوتا ہے اور اس کو اس کی ذہنی، مادی، اخلاقی اور روحانی حالت و صلاحیت کے مطابق ایک شفیق ماں کی طرح سیدھے اور روشن راستے پر چلاتا ہے، اسلام دین فطرت ہے اور وہ فطرت کے تقاضوں و مطالبات کا قتل نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتا بلکہ فطرت کو سنوارتا سجاتا نکھارتا نشو ونما دے کر انسانی فطرت کو بلند اور پاکیزہ کر دیتا اور انسان اپنا رشتہ مالک کائنات کے ساتھ وابستہ کرتا ہے، اسلام سب سے بڑی حقیقت ہے لہٰذا باقی حقائق اسی کے ماتحت اور تابع رہ کر ہی حقیقت پر قائم رہ سکتے ہیں، دین اسلام انسان کو کائنات کے مرکزی سرچشمہ وجود یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہے دین اسلام ناانصافی، ظلم و جبر، اعتقادات پر حملہ، اصول حیات میں تبدیلی، ذہنی الجھنوں، پریشانیوں انسانی بے بسی اور بے کسی، مظلومیت ومحکومیت کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرتا۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ دنیا سے ناانصافی وظلم ختم کریں، خواہ وہ ایک فرد کا اپنے اوپر ظلم ہو یا ایک جماعت کا یا ایک حکومت کا اپنی رعایا پر۔ امت مسلمہ اس کا مقابلہ کرے اور اس کے اسباب کا ازالہ کرے یہی وجہ ہے کہ جہاد ایک عالمی انقلاب برپا کرنے کا نظریہ ہے نہ کہ حکومت وتسلط اور مال غنیمت حاصل کرنے کا ذریعہ۔ اسلامی نظام پوری کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہے، صرف اسی نظام کے ذریعہ سیاسی، سماجی، معاشی و ثقافتی غرضیکہ ہمہ گیر عدل وانصاف حاصل کیا جاسکتا ہے، یہی واحد راستہ ہے جو انسانی عظمت واکرام کا احترام کرتے ہوئے اسے حقیقی آزادی دیتا ہے، اسلام مکمل نظام حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے بحث کرتا ہے۔

اسلام نقلی حرمتوں کو توڑتا ہے:

مؤمن کی زندگی تعمیر وتشکیل اور حرکت واقدام کی زندگی ہوتی ہے، اسلام حالات وواقعات کی کجی، عیاری، ٹیڑھاپن کو برقرار نہیں رہنے دیتا بلکہ ان کو دور کرنے اور مٹانے پر زور دیتا ہے، انحراف کی جگہ اعتدال، ضلالت کی جگہ ہدایت اور فطرت سلیم کی طرف انسانیت کو پلٹنا چاہتا ہے، اسلام ان حرمتوں کو توڑتا ہے جن حرمتوں کے پیچھے بیٹھ کر باطل حق پر حملہ کرتا ہے۔ ’’قتل برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا۔‘‘ مسجد ضرار کو ڈھا دینا اور مسمار کرنا اسی سنت نبوی اور احکام الٰہی کی پیروی ہے......

فوج کے زیر تسلط وادیٔ کشمیر میں یتیم خانے، نام نہاد اصلاحی وفلاحی ادارے جن کو حکومت ہند، فوج اور خفیہ اداروں کی سرپرستی حاصل ہے کشمیری عوام کے بچوں کے مستقبل، دین وایمان کے

لئے زہر سے کم نہیں۔

قربانی سے تحریر وتقریر میں جان پڑتی ہے:

مختلف تحریکات اور انقلابات کے سپہ سالاروں، اہل رائے، اہل دانش اور اہل علم کی توجہ ہٹانے کے لئے باطل اور طاغوتی طاقتوں نے ہمیشہ ان انقلابی فکر وشعور رکھنے والوں کی توجہ ہٹانے اور ان کی طاقت و صلاحیت کو ختم کرنے کے لئے مختلف طریقے اور ہتھکنڈے استعمال کئے، جیسے اصلاحی، تعلیمی، تعمیری و تحقیقی اداروں میں ان کو الجھا کر ان کی طاقت، صلاحیت، قابلیت، انقلابی سوچ، فکر و جذبہ کو مردہ کرنا چاہتا ہے۔ وادیٔ کشمیر میں یہ بات صاف نظر آرہی ہے...... جب آگ لگی ہو تو کنواں کھودنے کا کیا مطلب؟ ہمارے الفاظ بے جان اور ہماری تحریریں بے روح ہوتی ہیں لیکن جب ایک شخص مقصد کی راہ میں قربان ہو جاتا ہے اور خون کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے تو اس کی تحریر اور تقریر میں جان پڑ جاتی ہے......شہداء کا کردار، ایثار و قربانی قوم میں روحانی برقی کرنٹ دوڑا کر منجمد (Frozen) جذبات، تصورات اور احساسات کو جگا دیتا ہے۔ شہداء کی قربانی اور کردار دلوں کو چھو جاتا ہے، ان کی قربانی قوم کے جمود کو توڑ کر اس کو متحرک کر کے انقلابی تحریک برپا کرتی ہے۔

عقل جب روح سے الگ ہوتی ہے تو بھٹک جاتی ہے:

کسی قوم کی نظر کسی بڑی حقیقت کی حد بندی نہیں کر سکتی اور نہ کبھی فرد کا ادراک بنیادی واقعیت کا احاطہ کر سکتا ہے، جس فکر کو مناسب لفظ میسر نہ ہوں اس فکر سے انسان بے بہرہ رہتا ہے۔ حقیقت فرد و سوسائٹی کے تصورات سے بلند و برتر ہے، بڑی حقیقت اور بنیادی واقعیت، احساسات، تصورات اور نظروں کی پہنچ سے زیادہ وسیع اور گہری ہوتی ہے۔ اس بڑی حقیقت تک رسائی وجدان و روحانی طاقت کے بغیر ممکن نہیں حقیقت کی حد بندی انسانی حواس نہیں کر سکتے اور نہ مادی طاقت و وسائل اس کو جکڑ سکتے ہیں، وجدان کی دنیا نور کی جھلکیوں کی دنیا ہے۔ مادی آلودگی اور مادہ پرستی کی دنیا سے اوپر۔ جو مادیت کے اضطراب، گرد و غبار اور مقصد کی سطحیت سے بہت دور اور اوپر کی دنیا ہے۔ صرف اسی روحانی و وجدانی طاقت سے ہی انسان اس عظیم تر کائنات کا ادراک کر سکتا

ہے۔ایسے انسان کا باطن اوراس کی بصیرت زمان ومکان کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔دین اسلام انسانی فکروسوچ،عقل وتدبر کے سارے کاموں کووحی (شریعت) کی رہنمائی میں انجام دینا چاہتا ہےاوروحی شریعت کی پابندی قبول کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔عقل جب روح سے الگ ہوتی ہےتو بھٹک جاتی ہے...... کیونکہ عقل وفکر کا دائرہ عمل مخصوص اور محدود ہے......سونا جس ترازو سے تولا جاتا ہےاس ترازو (Balance) سے پہاڑ کا وزن تولانہیں جاتا......حقیقت یہ ہے روح عقل کا (Extension) ہے جہاں عقل رک جاتی ہے وہاں روحانی سفر شروع ہوتا ہے،عقل وروح کا تال میل اوراکٹھا چلنا انسان کی ہدایت،سعادت اورنجات کے لئے ناگزیر ہے،کسی بھی قوم وفرد کی نشو ونما روحانی فکروقائد کے بغیر ممکن نہیں فرد ہو یا قوم روحانی ہدایت کے بغیر راہ نجات پانہیں سکتی......

قرآن پاک انسان کوتفکراور تدبر کی دعوت بار بار دیتا ہے اورانسانی ذہن وقلب کوفطرت و قدرت کی نشانیوں،دلائل وبراہین کی طرف متوجہ کرکے انسان کے وجدان کونشو ونما اور ترقی دینا چاہتا ہے......

تاکہ انسان تنگ وعارضی اور سطحی مقاصد سے اوپراٹھ کر بلند،وسیع اور پاکیزہ مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرے،عقیدہ توحید انسان کونسلی،لسانی اورقومی مفاد سے اوپراٹھا کرآفاقی اور عالمگیراقدار کے ذریعہ اسکا رشتہ اللہ کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہے،عقیدہ توحیداس امت کی قومیت رہی ہے دارالسلام اس کا وطن ہےاورقرآن اس کا دستور......

روحانی طاقت کی ضرورت:

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''رہنمائی ہمیشہ انہی لوگوں نے کی ہے اورآئندہ بھی وہی کریں گے جواعلیٰ روحانی قوتوں کے مالک ہوں،یہ وہ لوگ ہیں جوایسے مقدس شعلے کے حامل ہوتے ہیں جس کی حرارت میں علوم ومعارف کے تمام ذرات پگھل جاتے ہیں اورجس کی روشنی میں راہ سفر صاف دکھائی دینے لگتی ہے،اعلیٰ اور بلند تر ہدف کی طرف بڑھتے ہوئے وہ تمام جزئیات سے مالا مال رہتا ہےاوراسے بہترین زادراہ (تقویٰ) حاصل رہتا ہے...... یہ رہنما اپنی

بصیرت سے اس ہمہ گیر وحدت کا ادراک کر لیتے ہیں۔ علم، فن، عقیدہ اور عمل جس کے مختلف مظاہر ہیں چنانچہ وہ ان میں سے کسی کو نہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں نہ اسے اس کے معیار سے بلند تر درجہ دیتے ہیں۔

چھوٹے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ مختلف مظاہر کی ان قوتوں کے درمیان تعارض ہے، چنانچہ وہ مذہب کے نام پر علم سے برسر پیکار رہتے ہیں یا علم کے نام پر مذہب سے جنگ برپا کیے رہتے ہیں۔ یہ لوگ فن کو عمل کا نام دے کر اسکی تحقیر کرتے ہیں یا تحریک پیدا کرنے والی قوت کو صوفیانہ عقیدہ کہہ کر اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان طاقتوں میں سے ہر طاقت کو دوسری طاقتوں کے مجموعے سے الگ تھلگ پاتے ہیں، حالانکہ وہ سب ایک ہی سرچشمے سے نکلی ہوئی ہیں، اس عظیم ترین قوت سے جس کا تسلط اس کائنات پر قائم ہے لیکن بڑے راہنما روحانی قوتوں کے حاملین اس وحدت کا ادراک کر لیتے ہیں اس لئے کہ ان کا اصل سرچشمے سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور وہ اس سے فیض اٹھاتے رہتے ہیں، یہ لوگ کم ہیں، تاریخ انسانیت میں ان کی تعداد بہت قلیل ہے بلکہ ان کا وجود نادر ہے، لیکن انہی لوگوں سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے اس لئے کہ جو قوت اس کائنات کی نگرانی کر رہی ہے اسی نے انہیں ڈھالا ہے اور طے شدہ اور مطلوبہ وقت میں انہیں بیدار کیا ہے۔''

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: ''اصول افراد سے الگ نہیں ہو سکتے، اصول اور افکار اگر حرکت و عمل پر آمادہ کر دینے والے عقیدے پر مبنی نہ ہوں تو وہ محض کھوکھلے الفاظ ہیں...... جو چیز ان لفظوں کو زندگی بخشتی ہے وہ ایمان کی حرارت ہے جو کسی انسان کے دل سے نکلتی ہے، اس نظریہ کے لئے کوئی زندگی نہیں جو کسی انسان کے سانچے میں نہ ڈھلا ہو اور جس نے کسی ایسے زندہ وجود کی شکل نہ اختیار کی ہو، جو روئے زمین پر کسی انسان کی صورت میں چلتا پھرتا ہو، اسی طرح اس میدان میں اس انسان کا بھی کوئی وجود نہیں ہے جس کے دل میں کسی ایسے نظریہ نے گھر نہ کیا ہو جس پر وہ حرارت اور اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو۔''

نظریہ اور فرد کے درمیان فرق کرنا روح اور جسم یا معنی اور لفظ کے درمیان فرق کرنے کے مثل

ہے، جس نظریہ کو کبھی زندگی ملتی ہے اس کی پرورش یقینی طور پر کسی انسان کے خون جگر سے ہوتی ہے رہے، وہ افکار جو اس مقدس غذا سے محروم رہتے ہیں وہ مردہ پیدا ہوتے ہیں اور ان میں انسانیت کو ایک بالشت بھی آگے بڑھانے کی سکت نہیں ہوتی ......اور ایسے افکار فرد و قوم کو گمراہی اور جمود کی طرف لے جاتے ہیں، جب ہم تحریک آزادی جموں و کشمیر پر نظر ڈالتے ہیں خصوصاً پچھلے 20 سال سے جاری عسکری مزاحمت پر، تو ہمیں افکار و اعمال میں صاف تضاد نظر آتا ہے لیکن اس پوری مزاحمت میں ہمیں ایک اور چیز صاف نظر آتی ہے وہ ہے شہداء کا ایثار، قربانی، کردار، اخلاص، تقویٰ، خوف خدا اور جذبہ شہادت۔ یہ صرف اور صرف شہداء کا مقدس لہو ہے جس نے اس تحریک کو ابھی تک زندہ رکھا۔شہداء کا مشن ہمارے کندھوں کے اوپر ایک ذمہ داری ہے اس کو ہر حال میں آگے بڑھانا ہے، اس کے بغیر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے یہی ہمارے دین و ایمان، عزت و عصمت اور جان و مال کی حفاظت کر سکتا ہے، بھارتی قابض فوج کی موجودگی میں ہمارا سب کچھ غیر محفوظ ہے......

جہاد کو پاک کرنا اولین کام ہے:

عسکری تحریک مزاحمت جو جہاد کا ایک اہم شعبہ ہے اس کو پاک کرنا اولین کام ہے، ناپاکی اور پاکیزگی ایک جگہ زیادہ دیر نہیں رہ سکتی۔ ہم چلنے کے مکلّف ہیں منزل پر پہنچنے کے نہیں، ہمارے پاس جو اسباب و وسائل ہیں ہمیں وہی لے کے چلنا ہے۔ مقدس اور پاکیزہ مقصد کے لئے گندے اور گھٹیا اسباب و وسائل اختیار کرنا نہ ٹھیک ہے بلکہ یہ مقصد کی توہین و تذلیل ہے، پاکیزہ مقصد کسی پاکیزہ دل میں ہی زندہ رہ سکتے ہیں، ناپاک وسائل سے پاک مقصد حاصل ہو ہی نہیں سکتا، یہ قانون فطرت کے خلاف ہے، پاکیزہ روح اور انسانی شعور کسی غلط و گھٹیا وسیلے کو اختیار کرنا گوارہ نہیں کر سکتا۔

جو فرد و جماعت کشمیر میں ایک صاف ستھرا نظام برپا کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے لازم ہے یہ کہ وہ اس نظریہ اور نظام زندگی کو اپنی تحریک میں شامل کریں۔ایک پاکیزہ تحریک ہی پاکیزہ نظام کو قائم کر سکتی ہے۔تحریکوں میں مراحل اور اتار چڑھاؤ ایک فطری عمل ہے ہم اس وقت تحریک کے جس

موڑ پر کھڑے ہیں یہ ہماری تحریک کے مرحلوں میں ایک مرحلہ ہے۔اہل دانش وفکر اس بات کا ٹھیک اندازہ لگا سکتے ہیں۔جن کے ذہن وقلب اقوام متحدہ، اقوام عالم اور ایجنسیوں کی طرف متوجہ تھے وہ مایوس، ناامید اور ناکام ہو چکے ہیں لیکن جن کے دل میں ایمان ویقین کی حرارت روشن تھی ان کا ایمان ویقین ہر دن بڑھتا جا رہا ہے ان کو اس یقین کی روشنی سے منزل صاف دکھائی دیتی ہے، اہل ایمان کی ایک خاص صفت یہ ہوتی ہے کہ جب ان کو اپنے سے زیادہ تعداد و قوت میں دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ کہتے ہیں ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' اللہ ہمارے لئے کافی ہے،قوموں کی حالت دنوں اور سالوں میں نہیں بدلتی ہے، معاشرے وسماج کی طبیعت، افکار، نظام معنی وغیرہ نسل در نسل منتقلی کے بعد نشو ونما اور ترقی کرتے ہیں۔اس وقت کشمیر میں ہمارے پاس جو نوخیز نوجوان نسل ہے یہ ماضی کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔یہ قانون الٰہی ہے اللہ پاک قوموں کی حالت تب تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے اوصاف نہیں بدلتے ،شہداء کی قربانی، ان کا کردار وایثار اور ان کا اخلاص، یہی وہ سرمایہ ہے جس نے ہماری نئ نسل کو جنم دیا، قربانیاں، ہمت وحوصلے عظیم مقاصد کی حصولی کیلئے ناگزیر ہیں، عدل وانصاف اور حقوق دیا نہیں، لیا جاتا ہے۔

بھارتی فوج دشمنِ انسانیت:

ہماری تمام مشکلات ومصائب کا حل قابض بھارتی فوج کے انخلاء (Military occupation) میں ہے،فوج کی موجودگی میں کوئی بھی حل نہ حقیقی ہوگا اور نہ دیر پا،فوجی انخلاء (Military occupation) اب کشمیریوں کی ایسی ضرورت بن گئی ہے جیسے پانی، خوراک اور ہوا۔انسان صرف روٹی (غذا) سے زندہ نہیں رہتا،فکری وقلبی آزادی بھی انسان کے لئے اتنی ہی اہم ہے جب انسان کا دین وایمان ہی محفوظ نہیں پھر آزادی کا مطلب کیا ہے؟ظلم وجبر کے خلاف دل میں نفرت رکھنا، گناہ کے خلاف دل میں مسلسل اور دائمی کراہت اور نفرت رکھنا ایک مسلمان کا کمزور ترین ایمانی درجہ ہے۔

انسان کے لئے خوراک کے ساتھ ساتھ کہنے اور لکھنے کی آزادی، یہ انسان کی ضرورتیں بحیثیت

انسان ضروری ہیں......انسان کو ارادہ و اختیار کی وجہ سے مکلّف و جوابدہ بنایا گیا اگر یہ ارادہ و اختیار انسان سے چھین لیا جائے گا تو پھر وہ نہ مکلّف ہے اور نہ جوابدہ......ارادہ و اختیار انسان کا بنیادی و فطری وصف اور جوہر ہے، جب ارادہ و اختیار ہی موجود نہیں پھر انسان کا بنیادی و فطری صفت کے بغیر زندہ رہنا جانور سے بھی بدتر ہے کیونکہ نباتات و جمادات اسی وجہ سے مکلّف و جوابدہ نہیں ہیں کیونکہ ان میں یہ بنیادی صفت اور جوہر موجود ہی نہیں......اس وقت کشمیریوں سے بھارتی قابض سامراجی فوج نے اسی بنیادی صفت کو سلب کر رکھا ہے۔

بھارتی فوجی انخلاء کے لئے امکانی جدوجہد کرنا ہمارا دینی، بنیادی فطری، اصولی و اخلاقی فریضہ و ذمہ داری ہے۔ بھارتی فوج کی موجودگی میں ہماری جان و عزت، ہماری جائیداد و مال سب کچھ غیر محفوظ ہے ہمارا اپنی زندگی کے کسی بھی چیز پر اختیار نہیں ہے، ہم سب قیدی ہیں، کوئی بڑے قید خانے میں اور کوئی چھوٹے قید خانے میں، غذا کھانا اور بچے پیدا کرنا یہ جانور بھی کرتے ہیں لیکن جانور اور انسان میں جو فرق ہے وہ ذہن و دل اور ضمیر کی آزادی و اختیار ہے چونکہ یہ آزادی ہماری سلب ہو چکی ہے ہم سے بحیثیت انسان انسانی صفت و جوہر چھینا گیا اور سلب کیا گیا ہے۔

اہلِ کشمیر کے لئے لازمی امور:

بحیثیت اہل ایمان ہمارے ایمان کی ہمارے اندر موجودگی کی تین نشانیاں ہیں، بھارت فوج کی موجودگی سے مسلسل نفرت، بھارتی فوج کے خلاف زبان اور ہاتھ سے جہاد کرنا، نفرت ایمان کا کمترین درجہ ہے اور ہاتھ سے جہاد کرنا بلند ترین درجہ ہے۔ جس کا دل بھارتی فوج کے ساتھ رہنے میں نفرت، کراہت، بے چینی اور بے اطمینانی محسوس نہیں کرتا اس کے دل میں بحیثیت مسلمان ایمان ہی نہیں چونکہ دین نے اہل ایمان کو برائی و گناہ کو روکنے کے لئے پہلے ہاتھ، پھر زبان اور آخر میں دل سے نفرت رکھنا واجب قرار دیا ہے اور نفرت کو ایمان کا کمترین و کمزور ذریعہ قرار دیا چونکہ ایمان جتنا کمزور ہوگا اتنا ایمان خطرے میں رہتا ہے اور اسی قدر اس کو بچا کے رکھنا مشکل و دشوار ہوتا ہے، کسی گناہ اور برائی کے ساتھ ساتھ چلتے رہنے سے اس کا احساس ختم ہو جاتا ہے، کوئی بدبودار چیز گھر کے سامنے ہو اگر اس کو جلدی سے ہٹایا نہ جائے گا تو فطری طور پر بدبو کا

احساس ختم ہوتا ہے اس کو میڈیکل میں (Olfactory adaptation) کہتے ہیں اسی طرح اگر ہم بھارتی فوج کے خلاف ہاتھ اور زبان استعمال نہیں کریں گے تو ہم ان کے خلاف نفرت کو برقرار نہیں رکھ سکتے ہیں کیونکہ (Social adaptation) بھی ایک فطری عمل ہے، اور ہم خدانخواستہ اللہ کے عذاب کے مستحق بن جائیں گے...... قرآن کریم میں اصحاب السبت اور احادیث میں ایسی حالت میں عذاب الٰہی کا ثبوت ہے حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ (اونٹنی) کے پیر ایک ہی انسان نے کاٹے تھے لیکن اللہ نے عذاب سب پر نازل کیا کیونکہ باقی لوگ عمل سے راضی تھے...... رضامندی اور ناراضگی ہی سارے انسانوں کو ایک نقطہ (Point) پر جمع کرتی ہے، فاسقوں سے نفرت و عداوت رکھنا جہاد کے شعبوں میں ہے...... اللہ کے عذاب کی اس سے بڑی شکل کیا ہوسکتی ہے کہ ہم بھارتی فوج کے ساتھ رہنے میں کراہت و نفرت محسوس نہیں کریں گے ہم ان کے ساتھ اطمینان کے ساتھ زندہ رہیں گے، ان فوجیوں کے ساتھ جنہوں نے ہمارے ایک لاکھ سے زیادہ بچوں، بزرگوں کو شہید کیا، ہماری بیٹیوں، ماؤں اور بہنوں کی عصمت کو تار تار کیا، ہمیں ذلیل کیا، غداروں کے ساتھ زندہ رہنا غداری ہے......

جینا ضرور نہیں، مقصد ضروری ہے:

جینا ضروری نہیں جینے کا مقصد ضروری ہے، جب ایمان و دین اور عزت خطرے میں ہو تو پھر اس سے بڑھ کر کوئی خطرہ نہیں...... یہ جنگ اب ہمارے وجود بحیثیت انسان، بحیثیت اہل ایمان ناگزیر بن چکی ہے۔ یہ وجودی جنگ (Existential war) ہے جو ہمیں خود لڑنا ہوگی جس کی ہمیں خود فکر کرنی ہے...... شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدس خون کی قربانی دے کر ہمیں آگاہ کیا۔ اٹھو! اور بھارت اور بھارت نوازوں کے ایوانوں اور دلوں کو توڑ دو چاہے وہ کشمیر کے بھارت نواز حکمرانوں کی اسمبلی ہو یا پھر دلی کی پارلیمنٹ، غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی روح ابھی تک کشمیر کے گھروں کے دروازوں پر دستک (Knocking) دے رہی ہے......

آفاق شہیدؒ کا پیغام:

آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مسلمان کی جان ایمان میں ہوتی ہے نہ کہ

خون میں......

فرزندانِ ملت وقوم کے بیٹو......! اپنے بھائی آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا دل پیدا کرو......! آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہی بیچ سری نگر کا نوجوان تھا اس نے کوئی سرحد پار نہیں کی کسی ٹریننگ پر نہیں گیا......اس کے پاس جذبۂ جہاد، شوق شہادت اور مضبوط قوت ارادی (Will power) تھی، اسی طاقت اور جذبے وشوق نے بھارتی فوج کے مرکز کو ہلا کے رکھ دیا......

فرزندانِ ملت وقوم کے بیٹو! اٹھو! اپنی ماں، بہن کی عزت کی خاطر، اٹھو! اپنے دین وایمان کی خاطر، اٹھو! اپنے وجود کے بچانے کی خاطر......آفاق کی ادا سے، شوق اور طرز آفاق سے، جذبہ آفاق سے اعلان کرو! اپنے خون سے، اپنی شہادت سے کہ ایمان کفر کے سامنے دبتا نہیں، اسلام کفر کو مٹانے کے لئے آیا......اٹھو! اور اعلان کرو کہ اللہ ایک ہے، اور ہم صرف ایک اللہ کے غلام ہیں......اعلان کرو کہ اہل ایمان اہل کفر کے غلام نہیں بن سکتے......

توڑ اس دست جفا کش کو یا رب جس نے
روحِ آزادیٔ کشمیر کو پامال کیا

بیس سالوں میں صدیوں کا سفر:

تحریک مزاحمت وآزادی پر غور کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بے انتہا ظلم وجبر، دوستوں کی بے وفائی اور اپنوں کی غداری ونفاق نے قوم کشمیر کی کشتی کو ایسے سمندر کے بھنور (Whirlpool) میں پھنسایا جہاں نہ کنارا نظر آتا ہے نہ نکلنے کا کوئی راستہ، نہ سبیل (Way-out) لیکن بحیثیت اہل ایمان جب ہم گہرے غور وفکر سے نظر ڈالتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پچھلے 20 سالوں میں ہم نے صدیوں کا راستہ طے کیا ہے ہم اس وقت پوری دنیا میں بحیثیت قوم جانے جا رہے ہیں، ہمارے پاس ملی وقومی شعور، فکر، احساس ہے، نیک اور پاک جذبہ ابھر کر ہمارے اقوال و افعال سے ظاہر ہے، ہمارے نوجوان خصوصاً نوخیز نئی نسل کے نوجوان بچے جو انہی 20 سالوں کے دوران پرورش پا گئے، یہ بچے باہمت، بابصیرت اور باعمل بچے ہیں۔ ہمارے سامنے دوست اور دشمن کی پہچان واضح اور صاف ہے، ہمارے پاس اس وقت جذبے کے ساتھ شعور وفکر ہے،

ہمارے سامنے اس وقت مقصد زندگی اور نصب العین ہے، ہمارے پاس اس وقت سب کچھ ہے جو آج سے 20 سال پہلے نہیں تھا......

مایوس ہونے کی ضرورت نہیں:

قانون فطرت نے ہماری تربیت واقعاتی و عملی کتاب سے کی، یہ اس پوری 20 سال کی تحریک کا ایک مرحلہ و مقام ہے جہاں سے اگلا مرحلہ اب شروع ہو چکا ہے، یہ ہماری ملی وقومی نشو ونما اور ترقی کا وہ فطری اور ارتقائی مرحلہ ہے جس سے گزرنا ہے...... ایمانی وگہری نظر وبصیرت سے دیکھا جائے تو اسی بھنور کی خوفناک لہریں ہمیں کنارے تک پہنچا دیں گی...... اللہ پاک کی مشیت و حکمت، عدل وانصاف اور اس کا رحم وکرم اپنے بندوں پر ہمیشہ رہتا ہے، عجلت پسند اور کمزور بندہ ہی مایوس ہوتا ہے لیکن بندہ جب اپنے اندر ایمان کا چراغ روشن کرتا ہے تو پھر ایمانی روشنی بے یقینی اور مایوسی کی تاریکی واندھیرے کو ختم کر دیتی ہے، اس سے راستہ ومنزل صاف دکھائی دیتی ہے۔

ہمارا یقین، ہمارے ارادے، خواہشات اور جذبات کے ساتھ منسلک اور وابسطہ ہے، کسی چیز کے یقین کے لئے لازمی ہے کہ پہلے دل میں اس یقین کا ارادہ، خواہش اور طلب و پیاس ہو...... پانی پینے کے لئے اور سیراب ہونے کے لئے پہلے پیاس کا ہونا ضروری ہے اس کے بعد باقی شرائط...... اسی طرح انصاف و آزادی کے حصول کے یقین کے لئے انصاف و آزادی حاصل کرنے کی خواہش، ارادہ، تڑپ، طلب اور جذبہ موجود ہونا ضروری ہے...... اگر یہ شرائط موجود نہیں تو یقین پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں...... پھر تو انسان بے یقینی، مایوسی و ناامیدی کا شکار ہوگا...... جو اس کو گمراہی و کفر کے راستوں پر بھٹکاتے ہیں۔ اسی لئے انسانی فطرت کے مالک اللہ پاک نے قرآن کریم میں پہلے ایمان یعنی یقین کو لازمی شرط قرار دیا۔ مسلمان ہونا ایک شناختی پہچان ہے اور اہل ایمان (Believer) ہونا ہماری صفاتی (Attributive and characteristic) پہچان ہے اور ایمانی صفت ہی ہماری اصلی صفت ہے، ایمانی پہچان ہی ہماری پہچان ہے جس کا اعتبار واعتماد ہے، امت ایک نظریاتی، جذباتی اور ایمانی اکائی اور وحدت کا نام ہے۔

مؤمن اسباب اس لئے استعمال کرتا ہے کیونکہ انہیں اختیار و استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ پاک کی سنت ہے کہ اسباب پر نتائج مرتب ہوں لیکن اسباب خود نتائج پیدا نہیں کرتے۔ حقیقی فاعل اور مؤثر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے جس سے اشیاء اور واقعات وجود میں آتے ہیں۔ اس طرح مؤمن کا دل براہ راست اس قوت کے ساتھ جڑ جاتا ہے جو اس کائنات میں فاعل و مؤثر ہے، یہ عجیب وغریب توازن ہے جسے انسانی قلب اسلام کے سوا کسی جگہ نہیں پا سکتا۔ مؤمن کے تصور میں نتائج اور ان کے اسباب کے درمیان کوئی قطعی اور حتمی (Absolute) رشتہ نہیں ہے۔

مولانا رومیؒ کا کلام معرفت:

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کام کرنے والوں کو اپنے حصول مقصد کا راستہ معلوم کرنے کے لئے اسباب (وسائل) ضروری ہیں، اگر اسباب (Means) معلوم نہ ہوں تو کام کرنے والوں کو راستہ کیسے ملے۔ یہی اسباب نشانات (Foot print) بن کر نمودار ہوتے ہیں۔'' یہ ظاہری اسباب نگاہوں کے پردے ہیں کیونکہ ہر آنکھ اس کی صنعت (کاریگری) کو دیکھ نہیں سکتی، اس لئے ایسی آنکھ چاہیے جو اسباب کا پردہ چاک کردے تا کہ حجابات اٹھ جائیں۔ ظاہری سبب کو اس کو حقیقی سبب (اللہ تعالیٰ) نے مؤثر و فاعل بنا دیا۔ اس لئے (اے انسان) ظاہری سبب کو نہ دیکھ بلکہ حقیقی سبب کو دیکھ......'' جس کے دل میں ارادہ وطلب نہیں وہ جستجو نہیں کرے گا۔ جس کا دل صداقت، سچائی اور حق کا بھوکا نہیں وہ روحانی غذا کا طالب نہیں ہوگا، جب دل میں طلب اور روح میں بے قراری پیدا ہو جاتی ہے اس وقت وہ دلیل اور برہان (Argument & Reason) کے لفظی مباحث سے بلند ہو جاتا ہے، پانی کا پیاسا تم سے دعویٰ اور دلیل نہیں مانگے گا۔'' اللہ پاک سے ہدایت ونجات کے طلبگار ہوتے ہیں، جو یقین وایمان، اعتماد وتوکل کرنے والے ہیں۔'' دریا کی طراوت وتازگی اور اسکے روح افزاء ہونے میں شک نہیں لیکن اس میں خشکی کے پرند زندہ نہیں رہ سکتے......

اہلِ دانش کی ذمہ داری:

یقین وایمان ایک فطری میلان ہے، اس کے اسباب کی جستجو منطق وفلسفہ کے دلائل میں بے

سود ہے،اس کا سراغ صرف ایمانی اوراق سے مل سکتا ہے۔تفصیلات ایمان کے لئے نفس دین کا یقین ہونا ضروری ہے۔کشمیر کے دانش ور (Intellectuals) اس وقت جس بحث ومباحثے میں اپنی توانائی اور وقت کو لگائے ہوئے ہیں اس کی جگہ اگر قوم کے سامنے ایک عملی، قابل حصول اور قابل فہم تحریکی خاکہ رکھتے تا کہ بے یقینی اور مایوسی کا ماحول ختم ہونے میں مدد ملتی......زندگی اور موت کے فیصلے زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر ہوتے ہیں...... ہماری چھوٹی سی قوم کو دو ملکوں کے خفیہ اداروں اور سیاست دانوں اوران کے زرخرید حواریوں نے جس بے یقینی کی دلدل میں پھنسا دیا ہے اس سے نکلنے کا سامان فراہم کرانا اہل رائے، اہل دل اوراہل دانش کا کام ہے......ہمت اور حوصلوں سے ہی حالات بدل جاتے ہیں، شہادت ایک عظیم و بلند مقدس درجہ وانعام ہے اس کی تڑپ وطلب ہر اہل ایمان کے دل میں ہونی چاہیے۔فکر کا مقابلہ فکر سے کیا جاسکتا ہے لہٰذا اہل فکر کو اپنی فکری صلاحیت سے جہاد کرنا چاہیے یہ کام ہمارا نہیں...... ہمارا کام چلنا ہے......اہل رائے، اہل دل اوراہل دانش کے پیچھے پیچھے......

ہمارے نوخیز نوجوان بچوں کو ایک تحریکی راستہ، تحریکی خاکہ (Road map) دینا کشمیر کے اہل دانش کا کام ہے، بچوں کے پاس جذبہ قربانی، ایثار واخلاص، ہمت وحوصلہ ہے ان کو صحیح اور درست سمت (Direction) دینا اہل دانش کی ذمہ داری اور فریضہ ہے، اہل دانش واہل رائے کا خاموش یا لاتعلق رہنا گناہ عظیم ہے...... ہر ایک آدمی اپنے علم وفہم اور بصیرت کے مطابق ذمہ دار، جوابدہ اور مکلّف ہے، ہر شخص اپنی طاقت وصلاحیت کے مطابق ذمہ دار بنایا گیا، ان پڑھ، جاہلوں اور عام لوگوں کا بوجھ ہلکا رکھا گیا، اللہ پاک رحیم وکریم ہے۔ جو عالم اپنے علم وفہم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس کا علم اس کے لئے باعث وبال ہوگا......عالم وہی ہے جس نے پڑھ کر اس پر عمل کیا اوراپنے علم وعمل میں موافقت پیدا کی، جو علم دین اپنے زمانے کے لوگوں اوراحوال کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔‘‘ (امام محمد الشیبانیؒ)

’’اللہ سے علم والے ہی ڈرتے ہیں اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ جو اللہ سے ڈرتے ہیں وہی علم والے ہیں۔‘‘ (قرآن)

"The fear of Lord is the beginning of knowledge

(Wisdom)-[old Treatment]

علم اور خشیت الٰہی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعمال حلقہ و مجلس سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ذات الٰہی سے حسن ظن، خلق آدمی کا جوہر ہے، عالم وہ ہے جو لوگوں کو خدا سے ناامید نہ کرے، عالم وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے''......انسان کا کسی شے کا علم اس شے کی لاعلمی سے بہتر ہے، علم کے بعد بے چینی لاعلمی کی صورت میں اطمینان سے بہتر ہے، کوشش وجد وجہد کے بعد نقصان و ناکامی، تعطل و جمود کی حالت میں کامیابی سے بہتر ہے، قوم میں عزم و قربانی کا جذبہ قیادت کی بصیرت اور قوم کے لئے اس کے ایثار سے انجام پاتی ہے۔

عالم کے پاس علم ایک بوجھ، ذمہ داری اور فریضہ ہوتا ہے، پوری انسانی تاریخ اس بات کا ثبوت فراہم کر رہی ہے، علماء، اہل حق اور اہل دل نے ہمیشہ حاکم وقت کے ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کی، کیونکہ علم عمل کو آواز دیتا ہے، امت نبی ﷺ منصب شہادت پر فائز کی گئی ہے، پوری انسانیت کی کامیابی کا انحصار اب اسی گروہ پر ہے، قوم میں اگر حرکت اور حرارت ہو تو صحراء میں درختوں کے پتوں پر اور غاروں میں لائبریریاں بن جاتی ہیں ان کے لئے دولت، حکومت اور قوت نہیں چاہیے، عزم اور ارادہ، قوم کا نشاط، مقصد (Cause) اور نصب العین کا اظہار ہونا ضروری ہے۔

سورۂ فاطر میں اللہ پاک کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ سے صرف علم والے ہی ڈرتے ہیں غور طلب حقیقت کی طرف اشارہ ہے، قرآن کا مقصد نزول، علم و فہم کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا، حقیقت یہی ہے کہ تمام نیکیوں اور اچھائیوں کی جڑ اور بنیاد خوف خدا ہے، جس نے اللہ کے خوف کے ساتھ سفر شروع کیا وہی اسے جاری رکھ سکتا ہے، وہی منزل کو پاتا ہے، اللہ کا خوف اعمال خیر کا محرک ہوتا ہے اور برے اعمال سے اجتناب کا ذریعہ، جو اپنے نفس کے تزکیے اور تقویٰ کے ساتھ سفر شروع کرتا ہے وہی سفر کے نشیب و فراز کا مقابلہ کر سکے گا۔

چاہے حالات کتنے دشوار، خوف و خطرات سے بھرے پڑے ہوں، وہ سفر کی رفتار میں کمی نہیں آنے دے گا، اور بالآخر اپنی منزل مقصود کو پالے گا، اس تقویٰ اور خوف خدا کی کیفیت سے وابستگی کے بغیر تحریک کے ساتھ افراد سفر نہیں کر سکتے، جن لوگوں کے دلوں میں خوف خدا کا نور موجود نہ ہو

www.rangonoor.com

وہ اپنی خامیوں اور کمزوریوں اور اپنے نفاق کو چھپانے کی خاطر سطحی (Superficial) اور غیر ضروری مسائل اور بے بنیاد باتوں کو ٹھوس دلائل سمجھتے ہوئے دوسروں کی کم عقلی اور نادانی کا رونا روتے ہوئے تحریک سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔

قربانی لازم ہے:

دینی تحریک کے لئے ایک خاص قسم کی اعتقادی، ذہنی وفکری اصولی واخلاقی ترتیب وانقلاب کی ضرورت ہوتی ہے، بڑی بڑی قربانیوں، ایثار واخلاص، جان و مال کی قربانی کی ضرورت ہے، انسانی مزاج وذہن پر ایثار وقربانی اور سرفروشی کا جتنا اثر پڑتا ہے منطق، بحث اور دلائل اس کے سامنے بے اثر ثابت ہوتے ہیں، ان قربانیوں کا اثر عوام کے دل وذہن پر مؤثر اور گہرے طریقے سے پڑتا ہے، شہداء کی زندگی اوران کی شہادت سے قوم ایک خاموش، متحرک انقلاب برپا ہوتا ہے، دین اسلام کے فیض کا سرچشمہ کبھی خشک نہیں ہوتا، حضور ﷺ کا نمونہ کبھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا، دین اسلام کی پیروی ہر زمانے میں ممکن ہے، حضور ﷺ کی امت کی ضرورتیں زیادہ دیر اٹکی نہیں رہتیں، حضور ﷺ کی کامل پیروی سے ہر زمانے اور ہر جگہ ایسے انسان پیدا ہوتے ہیں جن سے آپ ﷺ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان نظر آتی ہے، علماء کا قلم اور شہداء کا مقدس لہو اس دین کی حفاظت وآبیاری کرتا رہے گا، اسلام نے بڑی عمارتوں اور میناروں اور محلوں میں نہیں بلکہ مدینے کے جھونپڑوں میں پرورش پائی ہے، اسلام ایک عملی، روحانی اور اخلاقی اور معاشرتی مذہب ہے، اس کا میناروں، محلوں، تعمیری شان وشوکت اور دنیا پرستی سے کوئی مطلب نہیں، صحابہ کرامؓ نے دین، ایمان، عقیدہ اور نظریہ کو حرکت وعمل کے ذریعے انسانی سانچے میں ڈھالا، صحابہ کرامؓ قرآن کی دس آیتیں پڑھ کر ان پر عمل کرتے تھے تب آگے کی اور دس آیتیں پڑھتے تھے......اس طرح قرآن سے اپنی روح اپنے دل وذہن کو رنگین ......معطر وروشن کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کی چاشنی لذت اور خوشبو کا مزہ عملی طور پر چکھا، اس لئے وہ دین کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

جو عقیدہ، اصول یا فکر حرکت وعمل پر انسان کو آمادہ نہ کرے تو وہ محض کھوکھلے الفاظ ہیں جو بے جان و بے حرکت ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں دین چلتا پھرتا جاندار جیسا نظر آتا تھا، جب عقیدہ ونظریہ کو فرد کی عملی زندگی سے الگ کر دیا جاتا ہے تو وہ فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے، نظریہ کو زندگی یقینی طور پر کسی انسان کے خون جگر سے ملتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنے والے مسلمانوں کو لازم ہے کہ دین کی راہ میں جان، مال عزت وآبرو کی بازی لگادے، دین کی سربلندی سے ہی زندگی کو ترقی وعروج ملتا ہے، ہر انسان کو اپنی صلاحیت، جوہر اور طاقت کے مطابق دین کی راہ میں جدوجہد کرنی چاہیے، دنیا میں ہر سطح و استعداد کے مطابق دینی خدمات انجام دینا ہر بندے پر فرض کیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبق:

دین اسلام کی دعوت نئے سرے سے اسی طاقت اور روح کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے، جس طرح زمانہ تقاضا کر رہا ہو۔ تاکہ دین قابل فہم ویقین اور قابل عمل بن جائے، سرفروشی اور جانبازی جہاد وقربانی دین کی ترقی اور بقاء کے لئے ضروری ہے، اس دور میں ہر جگہ کربلا، ہر دن عاشورہ ہے، دین کو حکمرانوں اور سرکاری علماء نے اُلٹ دیا ہے جیسے برتن کو سامان سمیت الٹ دیا جاتا ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سرفروشی، قربانی، ایثار اپنے خاندان کے ساتھ میدان کربلا میں ایک ایسا سبق، ایسا درس، ایسی دعوت وتبلیغ ایسے کردار کی ترجمانی کر رہا ہے جو قیامت تک زندہ رہے گا۔

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

امام حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف امام اور مجتہد تھے بلکہ مجتہدوں کے امام تھے، دین وایمان جب خطرے میں ہوگا تب کوئی خطرہ خطرہ نہیں رہتا، غداروں اور اللہ کے نافرمانوں کے ساتھ زندہ رہنا بھی غداری ہے، دین کے درخت کی خون جگر سے آبیاری کرنی ہے، اس وقت مغربی فکر نے مسلمانوں

کو جس طرح متاثر کیا ہے اس کا مقابلہ کرنا ہمارے اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے لازم بن گیا ہے، ہماری فکر، ہمارا طرزِ زندگی، ہمارا مزاج وطبیعت، جذبات واحساسات، ارادے ومیلانات عین ہمارا وجود ہیں، مغرب نے ان تمام وجودی اوصاف کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ ان کو ایسے بدل دیا جس کا ہمیں احساس بھی نہیں، ہم غلام اور قیدی بن چکے ہیں لیکن ہمیں زنجیریں اور قید خانہ نظر نہیں آتا، ہمارے اعتقادات، فکر، مزاج وطبیعت اور اصول حیات کے بدل جانے کے معنی یہ ہیں کہ ہم، ہم نہیں رہے، اہل ایمان اس الجھن، پریشانی اور ایسی حالت کو زیادہ دیر برداشت نہیں کرتے، امت محمدی ﷺ کی ضرورتیں زیادہ دیر اٹکی (Suspended) نہیں رہتیں۔

فریضۂ جہاد، ہر کسی کو اپنی صلاحیت کے بقدر ادا کرنا ہوگا:

جوڈھانچہ ہمارے گردوپیش چھا چکا ہے اس سے ہم الگ نہیں رہ سکتے اور اس میں رہتے ہوئے ہم اپنی خودی اور ایمانی وجود کو بچا نہیں سکتے، ممکن ہے کہ اس کے خلاف لڑتے لڑتے ہم شہید ہو جائیں جو کہ ہمارا مطلوب ومقصود ہے لیکن یہی شہادتیں سورج کے آنے کا پیغام دیں گی۔ ذلت کی سو برس کی زندگی سے بہتر ہے کہ خودداری وعزت کی ایک دن کی زندگی بسر کی جائے۔

اسلام ایک اجتماعی اور ہمہ گیر دین ہے جو اپنے اندر زندگی گزارنے کے سارے دستور رکھتا ہے، شریعت کا ایک معروف اصول ہے کہ جو چیز کسی واجب کی ادائیگی کے لئے بہت ضروری ہے وہ خود بھی وجوب کا درجہ رکھتی ہے، شریعت ہر ماحول، ہر جگہ اور ہر دور کے تقاضوں، زمینی حقائق کے مطابق اہل ایمان سے مطالبات واحکام اور فرائض کا تقاضا کرتی ہے،

''جو شخص اپنے دین کی حفاظت، اپنی جان کی حفاظت، اپنے مال کی حفاظت اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے گا وہ شہید ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

وادیٔ کشمیر میں عسکری مزاحمت اسی طرح واجب ہے جس طرح روزہ، نماز اگر جماعت موجود نہیں تو اکیلے بھی پڑھی جا سکتی ہے، کھڑے ہو کر اگر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، کافی شدید بیمار ہے تو اشاروں سے پڑھ سکتا ہے، اسی طرح اس وقت جہاد کشمیر میں ہر ایک اہل ایمان کو اپنی صلاحیت، قابلیت، طاقت، استعداد، علم، مال ودولت کے مطابق اپنا رول اور فریضہ ادا کرنا ہوگا۔

جب ظالم فوجی ہمارے گھروں کے سامنے کھڑا ہے، جب ہمارے گھر کی عورتوں، بیٹیوں اور بہنوں کی عزت خطرے میں ہے، جب بڑا تشدد معاشرے میں جاری و ساری ہو اس وقت چھوٹے تشدد پر بحث و مباحثہ کرنا اونٹ نگلنے اور مچھر چھانٹنے کے مترادف ہے، آگ لگنے پر کنواں کھودنا پوری بستی کو آگ کی نذر کرنے کے برابر ہے، دین اسلام انسانوں پر ظلم و تشدد کو برداشت اور گوارہ نہیں کرتا۔ اسلام عمل کی بنیاد اخلاقی و روحانی عنصر پر رکھتا ہے، وہ زندگی کو پست مقامات کی غلامی سے نکال کر بلند مقامات کی طرف لے جاتا ہے، اسلام عملی حالات کا مقابلہ اور سامنا کرتا ہے۔ وہ باطل، ظلم اور گمراہی کے ناخن کاٹ دینا چاہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ زمین کو پاکیزہ قیادت کے حوالے کرے، اسلام زندگی کا سامنا زندگی کی طرح کرتا ہے، اس کی مشکلات اور اس کے عملی حالات کو پیش نظر رکھتا ہے، اسلام قیادت پاکیزہ اور صالح جماعت کے حوالے کرنا چاہتا ہے اس لئے وہ حرمتوں کی ایسی دیوار قائم نہیں ہونے دیتا جن کے پیچھے کھڑے ہو کر ظالم و سرکش لوگ پاکیزہ اور صالح اور تعمیری کام کرنے والوں پر تیراندازی (حملہ) کریں اور خود حملوں اور تیراندازوں کے تیروں سے بچتے ہوئے پناہ گاہوں میں چھپیں...... اسلام اس کا روادار نہیں کہ حرمتیں ان لوگوں کے لئے پناہ گاہ بنیں جو حرمتوں کو توڑ دیتے ہیں، اسلام غیبت کو حرام قرار دیتا ہے مگر فاسق کی غیبت غیبت نہیں، جس فاسق کا فسق مشہور ہو اس کی کوئی حرمت نہیں، مظلوموں کو حق ہے کہ ظالم کی بدگوئی کریں، ظالم کے ظلم کو ظاہر نہ ہونے دینا اس کو بزرگ بنا دینا ہے، قرآن اہل ایمان کو مستحکم و مضبوط زمین پر کھڑا کرتا ہے تاکہ ان کے قدم زمین کو شر و فساد سے پاک کرنے کے لئے اللہ کی راہ پر چلتے ہوئے ڈگمگائیں نہیں......

اہلِ فتنہ کے لئے کوئی حرمت یعنی احترام نہیں:

اسلام اہل ایمان کے دلوں کو بے چین، مضطرب، خوف زدہ اور پریشان رہنے نہیں دیتا کہ خیالات، وساوس، خدشات اور خطرات ان کے ذہنوں اور دلوں کو پریشان کرتے رہیں۔ ''وہ تم سے ماہ حرام میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہو اس میں جنگ بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کے راستے سے روکنا، اس کا انکار کرنا، مسجد حرام سے لوگوں کو روکنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں

سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے، اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔‘‘ (بقرہ:۲۱۷)

فتنہ، گمراہی، شر، فساد اور باطل کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ نہ ان کے لئے یہ صحیح ہے کہ وہ حرمتوں کو اپنے لئے ڈھال بنائیں تاکہ ان کی آڑ لے کر حرمتوں اور اہل ایمان کو نشانہ بنائیں۔ اس لئے اہل ایمان اور اہل حق کو یقین واعتماد اور اپنے دلوں کی سلامتی اور اللہ کی جانب سے سلامتی کے ساتھ اللہ کے راستے پر گامزن رہنا چاہئے۔

کوئی بھی جگہ، شے، انسان، فکر یا فلسفہ ظاہری طور پر کتنی مقدس، پاک یا حرمت والی کیوں نہ ہو اگر ان کے ذریعہ اور پیچھے فتنہ وفساد یا دین دشمن ارادے اور مقاصد کارفرما ہوں پھر ان کی حرمت حرمت نہیں رہتی، مگر فتنہ وفساد کے ارادے اور مقاصد ظاہر اور واضح، صاف اور ثبوت کے ساتھ ہونے چاہئیں کیونکہ شریعت کا نفاذ ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر۔ قانون ظاہر اور ثابت پر نافذ ہوتا ہے ہمارے گردوپیش میں بھی اس وقت ایسے فلاحی وتعمیری ادارے ہیں خصوصاً (NGO's) جن کو بھارت کے خفیہ اداروں نے صرف اس لئے قائم کیا ہے کہ وہ تحریک مزاحمت کے خلاف اندر اندر سے کام کریں، ان کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے مسجد ضرار کی جس کی بنیاد نفاق، فتنہ اور فساد پر رکھی گئی تھی۔ اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے اس فتنے کی جگہ کو مسمار کرنے کا حکم دیا...... دین اسلام میں امت کے لئے پوری اور مکمل رہبری و رہنمائی موجود ہے۔ باطل و کفر کی فطرت ہمیشہ ایک ہی رہی ہے۔ وقت، جگہ اور حالات کی وجہ سے ان میں فرق نظر آتا ہے، جاہلیت دل و ذہن کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جس انسان کے دل و ذہن میں وہ فکر و جذبہ اور کیفیت پائی جائے وہ جاہل ہے چاہے وہ کتنا پڑھا لکھا اور ظاہری طور پر مہذب نظر آ رہا ہو...... جو لوگ اپنی پوری زندگی قرآن کے زیر سایہ گزارتے ہیں ان کو زندگی کے ہر موڑ پر حق و باطل کا فرق صاف نظر آتا ہے...... ان کو جاہلیت کے بچگانہ علم، فکر، تصورات اور مشاغل سب حقیر اور بے معنی لگتے ہیں۔ جاہلیت فطری قوانین سے انحراف اور ان سے تصادم کا نام ہے۔ جب کہ مؤمن جو زیر سایہ قرآن زندگی گزارتا ہے اس کا عقیدہ ہی اس کا وطن، قوم اور خاندان کی حیثیت رکھتا ہے۔

www.ramonoor.com

مؤمن ایک مقدس خاندان کا فرد ہے:

مؤمن ایک ایسے بزرگ اور پاک خاندان کا فرد ہے جو زمانے کے مختلف ادوار میں پھیلا ہوا ہے۔ جس کے قائد نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ ہیں۔ یہ خاندان ایک ہی طرح کی مشکلات، مصائب، گمراہی، سرکشی اور تجربات سے گزرتا ہے اور ان کا مقابلہ نصرت خداوندی کے بھروسہ اور رحمت سے امید لگائے کرتا ہے۔ اللہ پر توکل اور اس کی رحمت کی امید سے مؤمن اطمینان قلب اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے راستے پر گامزن رہتا ہے......

جب انسان کسی عقیدے، نظریہ، مقصد یا دوسروں کی خاطر جیتا ہے تو اسے اپنی زندگی بہت طویل، عمیق، بامعنی اور بامقصد نظر آتی ہے۔ اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کا نقطہ آغاز وہ ہے جہاں سے انسانیت اور بنی آدم کا آغاز ہوا ہے۔ اور اس روئے زمین سے جدائی کے بعد اس کا سلسلہ دراز رہتا ہے اس طرح مؤمن کی اپنی انفرادی محدود زندگی میں کئی گنا اضافہ و وسعت ملتی ہے۔ مؤمن کی زندگی دنوں یا سالوں سے نہیں بلکہ احساسات و جذبات کے شمار سے عبارت ہے...... جس قدر مؤمن دوسروں کے بارے میں احساس کرتا ہے اس کی اپنی زندگی کے بارے میں احساس اور قدر بڑھتی ہے۔

اہل ایمان کو اس بات کا عملی یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرد و قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے اوصاف، دل و دماغ کی کیفیات اور اپنے کردار کو نہیں بدلتے۔ جس طرح فطری قوانین کا جانکار و ماہر طبعی قوانین پر یقین رکھتا ہے مؤمن بھی ایمانی اقدار کے قوانین پر یقین رکھتا ہے، اسے یقین ہوتا ہے کہ روحانی قوانین بھی بالکل طبعی قوانین کی طرح کائنات میں ایک دوسرے سے مربوط، منسلک اور ایک دوسرے میں داخل ہیں۔ اللہ کی شریعت اس کے کلی قانون کا جز ہے۔ تکوینی قوانین اور تشریعی قوانین ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ یہ دونوں قوانین ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کے اس عام قانون کے اجزاء ہیں جو اس کائنات میں جاری و نافذ ہے۔ انسان بھی کائنات کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اس کا ارادہ، عمل، ایمان، نیکی، عبادات اور اس کی سرگرمیاں بھی قوت ہے جن کے ایجابی و عملی اثرات کائنات پر

www.rangoon.com

پڑتے ہیں، یہ سب قوانین ہم آہنگ ہو کر کام کرتے ہیں۔ یہ قوانین مجتمع اور اکٹھے ہو کر ہی صحیح اور مطلوبہ نتائج سامنے لاتے ہیں۔ مؤمن جب اپنے اندر اخلاق واوصافِ الٰہی پیدا کرتا ہے تو اس کی روح میں وہ طاقت نمودار ونشو ونما پاتی ہے جو ترقی کی منازل طے کر کے مؤمن کو کائنات کی عظیم ترین قوت اللہ سے واصل اور وابستہ کرتی ہے۔ حق محنت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ خالق اور مخلوق کے درمیان ربط و تعلق ہر وقت اور ہر حالت اور ہر جگہ قائم ودائم اور جاری ہے جو جماعت اس اولین اور بنیادی قوت کے سرچشمہ سے مربوط اور جڑی ہے اور اسی سرچشمے پر توکل اور عزت و قوت حاصل کرتی ہے وہ ہمیشہ اللہ کی مشیت سے غالب رہتی ہے۔ اس عظیم قوت اور کائنات کا ادراک باطن اور بصیرت سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ انسان کی پوری تاریخ، اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ نوح، موسیٰ، طالوت علیہم السلام وغیرہ کے جو قصے قرآن پاک میں موجود ہیں اسی حقیقت کا عملی و واقعاتی اظہار وثبوت ہے کہ کتنے ہی چھوٹے اور کمزور گروہ اللہ کی مدد اور مشیت سے بڑی اور طاقتور جماعتوں پر غالب آتے ہیں......

اسلامی نظریات:

ایمان بالغیب، تقویٰ، خدا سے ڈرنے والا قلب سلیم، اور خدا پر اعتماد کرنے والے انسان کی فکری طاقت انتشار اور ان امور میں مشغول ہونے سے محفوظ رہتی ہے جن کے لئے یہ پیدا نہیں کی گئی۔ اس سے انسان حیوانی سطح ومقام سے اٹھ کر اس مقام پر کھڑا ہوتا ہے جہاں وہ اپنے آپ کو اپنے رب کے خلیفہ کی شکل میں پاتا ہے۔ جہاں وہ اپنے ارادے کی قوت میں ربانی قوت کا عکس پاتا ہے۔ جہاں وہ ہدایت الٰہی کی امانت کے بار اٹھانے کی طاقت وصلاحیت اپنے آپ میں موجود پاتا ہے۔ جب انسان خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی پناہ میں آتا ہے تو خدا کی رحمت اس پر سایہ فگن ہوتی ہے۔

''جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم سے دوچار ہونگے۔'' (بقرہ:۳۸)

اسلام کے نزدیک دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور صلاح وتقویٰ کے ساتھ زمین کی آبادکاری وتعمیر ہے۔ حقیقی مؤمن اسی راہ کو اختیار کر کے خدا سے اپنا رابطہ استوار کرتا ہے، اور اس عبادت کا حق ادا

کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود کی غایت قرار دیا ہے، مؤمن تکالیف اور آزمائش کو خوشی خوشی قبول کر کے راہِ حق و وفا پر چلتا رہتا ہے۔

اسلامی عقیدہ ایک خالص قلبی عقیدہ ہی نہیں بلکہ یہ عقیدہ ایک طرز زندگی (way of life) سے عبارت ہے، جو جہالت، ظلم و ناانصافی کی ہر بنیاد اور مراکز کو ڈھا دیتا ہے، دین اسلام عدل و انصاف پر قائم اور انسان کی زندگی کو عدل و انصاف پر قائم کرنے کے لئے اترا ہے۔

دین اسلام کے نزدیک دن اور رات کے تمام امور اور معاملات عبادت ہی ہیں، نماز کو زکوٰۃ سے، حلال رزق کو نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے الگ نہیں کیا جا سکتا، لیکن جب ہمیں اپنی زندگی کے امور معاملات اور اوقات پر حق ہی نہیں ان کو غیر اللہ بھارتی سامراجی طاقت نے ہم سے چھین لیا ہم کو عملی طور پر غلام بنا دیا تو ہم اللہ کے غلام کیسے رہ سکتے ہیں، اللہ کی غلامی و بندگی جس سے انسان دنیا کی تمام غلامیوں سے نجات پالیتا ہے میں ہم کیسے رہ سکتے ہیں اللہ کی غلامی و بندگی میں جانے کے لئے پہلی اور لازمی شرط دوسروں کی غلامی اور حاکمیت سے آزاد ہونا۔ یعنی تمام طاقتوں اور غلامیوں سے انکار اور اس کے بعد **الا اللّٰہ** آیا ہے، توحید کے کلمہ کو صرف زبان سے ادا کرنے پر بھی پہلے انکار غیر اللہ اس کے بعد اقرار اللہ آیا اور دل سے غیر اللہ کا انکار اور اللہ کا اقرار ایمان کے لئے لازمی شرط ہے، ورنہ توحید کا کلمہ زبان سے بار بار دہرانا بے معنی، بے حقیقت اور بے اثر ہو کے رہ جاتا ہے۔ جب اہل ایمان ایک اللہ کے سامنے سجدہ کر کے جھک جاتا ہے تو پھر وہ غیر اللہ کے سامنے لاکھوں سجدوں سے بچ جاتا ہے۔

کشمیر میں اسلام کی آمد:

حضرت بُلبل شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (ترکستانی) نے آج سے 700 سال پہلے کشمیریوں کو توحید کے کلمہ سے آشنا کیا، اُن کے پیروں میں چھالے پڑے تھے جب وہ ترکستان سے کشمیر آئے......اس کے بعد 1372ء میں ہمدان سے اللہ کا ولی امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سادات لیکر کشمیر کے کونے کونے میں گیا پھر حضرت علمدار شیخ نورالدین ولی رحمۃ اللہ علیہ ریشی تحریک کھڑا کر کے ڈوڈہ سے لے کر تبت و کشمیر، گاؤں گاؤں، جنگل جنگل، بستی بستی دعوت توحید و دین لئے تبلیغ و دعوت میں

www.ramdhor.com

مصروف ہو کر پوری زندگی اسی دین حق کے لئے وقف کر گئے، ان اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ہمیں لاکھوں پتھروں کی پوجا سے نکال کر ایک اللہ کے سامنے کھڑا کیا، ہمیں شرک کی تاریکی سے نکال کر توحید وایمان کے روشن راستے پر لے آئے، ہمیں مایوسی وناامیدی کی مشرکانہ زندگی سے نجات دلا کر امید ویقین کے راستے پہ ڈال دیا، ذات پات، اونچ نیچ کے فرق سے اٹھا کر انسانی وحدت، مساوات اور عالمگیری وآفاقی عقیدہ کے زیر سایہ زندگی گزارنے کا درس دے دیا......

ان بزرگان دین اور اولیاء اللہ نے جو قربانیاں، جو ایثار و کردار پیش کر کے کشمیر کے چپے چپے کو توحید کے نور سے منور کیا اس نور کو بجھانے اور ختم کرنے کے لئے بھارتی برہمنیت اور چنکیائی ذہنیت کے ذریعہ ہماری نسل کو تباہ وبرباد کرنا چاہتی ہے لیکن دین اسلام کے نور کو جتنا یہ کم کرنا چاہتے ہیں اتنا ہی یہ تیز اور بہت روشن ہوتا ہے، شہداء کی قربانیاں ان ہی اولیاء اللہ کی دعوت وتبلیغ کا ایک حصہ ہیں، اس دعوت کو پھیلانے، عام کرنے اور ایمان وعقیدے کو بچانے کے لئے قربانیاں اور شہادتیں ناگزیر اور لازمی ہیں۔

باعمل علماء حق پر یہ بات واجب ہے کہ دین وایمان پر جو حملے ہو رہے ہیں ان کے دفاع کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ بلبل شاہ، شاہ ہمدان اور شیخ علمدار رحمۃ اللہ علیہم نے جس سرزمین کو نور ایمان و توحید سے روشن کیا اور جس وادیٔ چنار میں دین وایمان کی آگ کو گرما دیا اس سرزمین کو شرک و بدعت اور گمراہی کی تاریکی سے بچائیں جو عالم دین اپنے لوگوں اور وقت کے حالات مسائل اور معاملات سے ناواقف اور غافل ولاتعلق ہوگا وہ جاہل ہے۔

ائمہ اربعہ کی تقلید میں بڑی خیر اور فتنوں سے حفاظت ہے:

وادیٔ کشمیر میں اب عقیدہ اور ایمان پر سیدھے وجارحانہ حملے ہو رہے ہیں، امت کے مقبول اور تسلیم شدہ ائمہ اربعہ پر اور ان کی تعلیمات دین وعقیدہ پر نہ صرف تنقید بلکہ تذلیل وتحقیر ہو رہی ہے ان گمراہ کن عناصر اور افکار کا مقابلہ فکری طور پر کیا جانا لازم ہے، فکر کا مقابلہ فکر سے ہونا ضروری ہے امت کے نوخیز بچوں کو علماء حق کے بارے میں بدظن اور لاتعلق بنایا جا رہا ہے، محترم سید یونس گیلانی صاحب اپنی کتاب (Knowledge as Islamic weapon) میں لکھتے

ہیں:

Tawhid, The affirmation and confirmation of the concept and process of the oneness of God(Allah) is the greatest unifying factor and force. Tawhid integrates the natural and super natural. Social and physical, metaphysical and empirical and Transcendental elements in knowledge, thought life and civilization............
"The systematization and institutionalization of four schools consisted of ulama the recognized exponents of shariah, the influence of these exclusive interpreters of Islamic law was more then that of the caliph often when the caliph disappeared. The sovereignty lay in their hands......
The Mohammad(ﷺ) say's- My people will never agree on error. Disagreement is a mercy from Allah."

اس وقت ائمہ اربعہ جنہوں نے امت کو نہ صرف متحد رکھا بلکہ دین کے عقائد، اور اصول وقوانین کی وہ تشریح عوام کے سامنے رکھی، اور ایسے اصول، قوانین اور (Guide lines) قائم کر دیئے کہ امت ہمیشہ کے لئے انتشار وافتراق سے بچ گئی......ان علماء حق اور مجتہدین امت پر بے وجہ تنقید کرنا امت کو انتشار...... افتراق اور اضطراب میں ڈالنے کے برابر ہے...... شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ عقد الجید میں فرماتے ہیں ان چاروں مذاہب کو لینے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد اور خرابی ہے، چاروں امام مجتہد اہلسنت والجماعت کے امام ہیں، ان کو قبولیت عامہ امت مسلمہ میں عطا ہوئی......ان چاروں کی اتباع سواد اعظم کی اتباع ہوگی اور ان سے خروج سواد اعظم سے خروج ہوگا۔ (سورہ نساء: ۱۱۵)

معتزلہ تقلید سے روکتے تھے:

شاہ صاحب لکھتے ہیں جس چیز پر کسی امر واجب کے حصول کا دارومدار ہوتا ہے وہ خود بھی واجب ہوتی ہے، عام مسلمانوں پر امام مجتہد (ائمہ اربعہ) کی تقلید کرنا واجب ہے، معتزلہ لوگوں کو تقلید سے

روکتے تھے اس طرح انہوں نے مذہب اور دین کو مذاق اور کھیل تماشہ، انتشار وافتراق کا ذریعہ بنا دیا، ان مسائل ومعاملات اور حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے باعمل علماءِ حق کو آگے آنا چاہیے ورنہ ان کا علم ان کے لئے روزِ محشر وبال بنے گا۔ کشمیر کے لوگ جس بے یقینی اور لاقانونیت کے بحران سے گزر رہے ہیں وہاں پر علماءِ حق کی خاموشی کوئی معنی نہیں رکھتی...... یہاں نہ صرف بھارتی حکومت کے خفیہ اور فوجی اداروں نے لاقانونیت، بے یقینی شک وتذبذب، انتشار واضطراب کا ماحول گرم کیا ہے بلکہ پاکستان کے فوجی اور خفیہ اداروں نے بھی اپنے ایسے افراد کھڑے کئے ہیں جو اسی بے یقینی اور بے چینی کو بڑھا رہے ہیں، اس طرح کشمیری عوام دو طاقتوں کے بیچ گرداب میں پھنس چکی ہے۔

بہر حال اللہ رب الکریم ظلم وتشدد کو زیادہ دیر برداشت نہیں کرتا ہے۔ لاقانونیت اور معاشرتی و اخلاقی اور سیاسی بحران اہل دانش واہل رائے کے لئے لاتعلقی اور غفلت کا بہانہ فراہم نہیں کریں گے۔ ہمیں خود اللہ کے بھروسے پر اپنی طاقت وصلاحیت کے مطابق تعمیری رول ادا کرنا ہوگا پھر اللہ کی مدد ونصرت ہمارا ساتھ دے گی...... نماز کی نیت وارادہ کے بعد ہی انسان مسجد کی طرف چلتا ہے، پھر وہاں جماعت بھی قائم ہوتی اور فرض بھی ادا ہوتا ہے لیکن جب ارادہ ونیت نہ ہو تو عمل کا وجود کہاں سے ہوگا...... اللہ پاک قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ایک کام تمہیں سخت یا ناپسند معلوم ہو مگر اسی کام میں تمہاری بہتری، بھلائی اور زندگی موجود ہو، اللہ بہتر جانتا ہے۔'' بھارتی سامراج کے خلاف کھڑا ہونا سخت محسوس ہورہا ہے لیکن اسی میں ہماری زندگی کی عزت، آبرو اور بقاء موجود ہے۔

تحریک کشمیر کے لئے قابل عمل روڈ میپ:

ایک بات صاف واضح اور یقینی ہے کہ نئی نسل بھارتی فوج کے ساتھ نہ رہنے کو تیار ہے اور نہ آئندہ کبھی رہنا چاہے گی، لہٰذا بھارتی قابض فوج کا انخلاء ہماری تحریک کا بنیادی، اصولی اور لازمی مقصد وبنیاد ہونی چاہیے، آگے کا سیاسی روڈ میپ اور تحریکی خاکہ کیا ہونا چاہیے، اس کا فیصلہ کرنا، اس روڈ میپ یا تحریکی خاکہ کو عوام کے سامنے رکھنا عسکری تحریک کے لئے لازم ہے، ایک قابل فہم

اور قابل عمل ویقین روڈ میپ جب عوامی ذہنوں اور دلوں میں ایک خواہش اور آرزو کی شکل اختیار کرے گا تب ہی اس خواہش کے حصول کے لئے ایک ارادہ اور جدوجہد کا جذبہ ابھرے گا یہی قابل یقین و قابل عمل اور قابل حصول جدوجہد انشاء اللہ اپنے مقصد و ہدف کو پھر حاصل کر کے رہے گی۔

ہمارے پاس پچھلے ۲۰ سالوں سے الحاق اور خودمختار کشمیر بذریعہ اقوام متحدہ کی قرارداد کا نعرہ سامنے رہا جو کہ نہ صرف غیر حقیقی اور غیر عملی ہیں بلکہ گمراہ کن بھی ہے پاکستان نے آج تک اپنے قبضے والے کشمیر کو اس حق کا 5% بھی نہیں دیا جس حق کے لئے وہ ہماری بات کرتا ہے لہٰذا جس طرح بھارت قابض ہے اسی طرح وہ بھی اصولی، اخلاقی اور عملی طرح قابض ہے، اب رہی ہماری تحریک کی مدد...... اس کا محرک اور اصلی سبب دینی اور جذباتی و روحانی ہے جو ایک مسلم مؤمن کو دوسرے مؤمن بھائی کے لئے ہوتا ہے پاکستان کے ۱۱ ہزار سے زیادہ شہداء کی قربانی کا محرک جذبۂ دینی تھا اور دینی ہے، یہ جذبہ اور یہ وابستگی اور یہ تعلق ازلی و روحانی ہے اس میں سیاسی وجغرافیائی عناصر کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ جہاں تک خودمختار کشمیر کا جھنڈا اٹھا منے والوں کا معاملہ ہے ان کو امریکہ و یورپ اور پاکستان سے بھی ذریعہ معاش، اسباب زندگی اور سامان عیش، نام و نمود فراہم ہوتا ہے، شہید مقبول بٹ صاحب کی فکر اور تحریک کو گاندھی واد میں تبدیل کر کے قوم کے نوجوانوں کی فکر و توانائی کو غلط راستوں پر لگا کے تحریک کو مسخ کر رہے ہیں...... ہمارے پاس ایک جذبہ، ایک خواہش، ایک خواب، ایک امید ہے جس کو ہم نے آزادی نام دیا ہے، لیکن اس جذبے اور مقصد کی نہ تعریف (Definition) ہمارے پاس ہے نہ تشریح و وضاحت (Explanation) نہ اس کے لئے کوئی روڈ میپ یا تحریکی خاکہ، نہ تحریکی آئین (Constitution) نہ کوئی سمت (Direction) نہ کوئی پروگرام و پالیسی، جو اس جذبے کی قابل فہم ویقین اور قابل عمل ترجمانی کرتا......جن کا ہونا تحریک شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے، ہمارا سارا انحصار بیرونی طاقت و مدد پر ہے اس لئے وہ طاقت جس طرح چاہتی ہے ہمیں گھما رہی ہے...... چونکہ جذبہ آزادی اتنا قوی اور مضبوط، اتنا جائز و مناسب، اتنا ضروری اور ناگزیر کہ

www.rangoonl.com

یہ جذبہ ہی اب ہماری زندگی کا سامان زندگی بن چکا ہے، یہ جذبہ آزادی ہماری رگوں اورنسوں میں خون اوراحساس کی طرح دوڑ رہا ہے، ہم اس جذبے، اس احساس اورفکر کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، یہ جذبہ آزادی جس کی خاطرایک لاکھ سے زیادہ جانیں قربان ہوگئیں، ہزاروں عصمتیں تارتار ہوئیں، ہزاروں گھرلٹ گئے، ہزاروں لوگ زندانوں کی نذر ہوگئے......لیکن یہ جذبہ، یہ احساس یہ خواہش بڑھتی ہی جارہی ہے...... یہ جذبہ، یہ احساس، یہ فکر جس کا نام آزادی ہے یہ نسل درنسل منتقل ہورہی ہے......اہل ملت اورمیرے عزیز وطن کے محترم وعزیز دانشورو! اے اہل علم، اہل رائے، اہل دل! اب ان نوجوانوں کے اسی قومی وملی جذبے واحساس کووہ خاکہ وہ روڈ میپ وہ سمت وہ مقصد وہدف دے دوجس پر چل کراس قوم وملت کا یہ نوجوان اپنے ہدف کی طرف یقین واطمینان کے ساتھ چلتا رہے، بےیقینی، لاعلمی، اضطراب میں نماز بھی ادانہیں کی جاسکتی تو جہاد کو کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا یقین وعلم کے ساتھ ہی جہاد وتحریک جاری رہ سکتی ہے۔

شہید مقبول بٹ کا گاندھی واد سے کوئی تعلق نہیں:

تحریک کشمیر کونظریاتی طور پراپاہج (Paralyse) کرنے کے لئے حکومت نے گاندھی وادکو کشمیر میں کھڑا کیا ہے، اپنے کوشہید مقبول بٹ کا(Extension) کہنے والے گاندھی واد کا درس نہیں دے سکتے، شہید بٹ صاحب کے (Extension) تو وہ بچے اورنوجوان ہیں جو اپنے دلوں میں قربانی وشہادت کا جذبہ اورشوق رکھتے ہیں، نقصانات کی کوئی اہمیت نہیں جب ان کے نتیجے میں ایک ایسی قوم وامت وجود میں آئے جوشعور وفہم رکھتی ہو، جوتربیت یافتہ ہوادراک کی حامل ہواورملی نفع ونقصان کافہم رکھتی ہواورجونتائج کاٹھیک اندازہ کرنے والی ہو۔

فاطمہ منصور نے اپنی کتاب "The young India in the process of independent" میں صفحہ 147 پر گاندھی کا حوالہ دے کرلکھا ہے۔

> "If an open warfare were a possibility, I may concede that we may tread the path of violence other countries have and at best evolve the qualities that the bravery on the battle field brings forth"

ہری جن (HariJan) 27 at 1964 میں گاندھی لکھتے ہیں:

"When the need arises not only men but also woman will have the resort to violence and meet force with force"

ایک اور جگہ گاندھی لکھتے ہیں:

"Where there is only one choice between cowardice and violence, I would advise violence"

کشمیر کی تحریک مزاحمت کو گاندھی واد کی طرف دھکیلنے والوں کو پہلے تواریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اپنے خیالی گھوڑے دوڑانے اور قوم وملت کے جانبازوں کو گمراہ کرنے کے بجائے ان کو اسلام آباد یا دلی میں کسی جگہ آرٹ گیلری کھولنی چاہیے جہاں وہ اپنے آپ اور اپنے جیسے (Romantic) مزاج لوگوں کا دل بہلا سکیں۔ کشمیر اولیاء کرام کی سرزمین سے فحاشی ومنکرات کو ایک دن جلاوطن ہونا ہی ہے۔

اسلامی عبادات کا وسیع میدان:

اسلام میں تمام جائز امور عبادت واطاعت بن جاتے ہیں۔ (امام نوویؒ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنے سونے کی حالت کو ایسے ہی عبادت خیال کرتا ہوں جیسے نماز کے اندر کھڑے رہنے کو عبادت سمجھتا ہوں۔ جب پوری زمین مسجد ہے تو ہر وہ عمل جو شریعت...... اور اسلامی روح کے خلاف نہ ہو وہ عمل صالح عبادت میں شامل ہے...... علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"In Islam there is no such thing as profane world is Holy ground. The whole of Earth is mosque all that secular is therefore sacred in the roots of its being."

اسلامی جنگ (جہاد) وہ ہے جس کا محرک اللہ کے دین کی برتری ہو۔ انسانیت اور دین وامت کے دشمنوں کی طاقت، شورش، دبدبہ اور حملہ کے خلاف اٹھنا جہاد ہے، چونکہ مجاہد کے پیش نظر ہمیشہ اعلاء کلمۃ اللہ رہے مگر ضمناً اس سے اظہار شجاعت بھی ہوتا رہے۔ اپنی مظلوم قوم ووطن کی مدافعت کا خیال بھی رہے اور اللہ کے دشمنوں سے انتقام کا جوش بھی اسے اندر موجزن ہو تو کوئی قباحت

نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غنائم کا لالچ بھی دیا ہے......اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ اولاً اعلاء کلمۃ اللہ بنیادی محرک ہو تو اس کے بعد جتنے اضافی محرکات ہوگے وہ خلل کا باعث نہیں ہوں گے......مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کو بچانا جہاد کے اہم مقاصد میں ہے......

عصبیت کیا ہے؟

اپنی قوم سے محبت کرنا عصبیت نہیں ہے بلکہ عصبیت یہ ہے کہ قوم کے ناحق ہونے کے باوجود آدمی اپنی قوم کی مدد کرے۔(مسند احمد)

ظلم کرنے میں اپنی قوم کو مدد دینا عصبیت ہے۔(ابن ماجہ)

اسلام کا مقصد نوع انسانی کو ناانصافی، ظلم وتشدد اور غلامی کے چنگل سے بچانا ہے آج کے دور میں بھی اس کا مقصد یہی ہے اور یہی مقصد ہمیشہ رہے گا۔

اگر قوم و وطن کی محبت کے نیک، فطری اور پاک جذبے کے ساتھ سیاسی تصور وفکر وابستہ نہ ہو تو تصور وطن کا تصورِ اسلام کے آفاقی اور عالمگیر فلسفے کے ساتھ ٹکرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وطن کے ساتھ محبت کا جذبہ ایسا ہے جیسے اپنے ماں باپ اور خاندان سے انسان کا فطری محبت کا جذبہ ہے، یہ ایک شریفانہ انسانی جذبہ ہے، یہ جذبہ اس وقت بھیانک اور خطرناک شکل اختیار کرتا ہے جب یہ نوع انسانی سے محبت کے جذبے کی راہ میں حائل ہو کر ایک سیاسی و قومی فکر وفلسفہ اختیار کرتا ہے......اسلام وطن کے اس محدود خود غرض اور تنگ نظریہ کی نفی اور مخالفت کرتا ہے جو نوع انسانی کو تقسیم کرتا ہے، اسلام آفاقیت کو مقدم اور وطن سے محبت کے جذبے کو مؤخر رکھتا ہے۔ دین اسلام انسان کے فطری نیک جذبات و احساسات پر جارحانہ حملہ کبھی نہیں کرتا۔ فطری و صالح جذبات پر جارحانہ حملوں سے معاملات بگڑ جاتے ہیں دین اسلام فطری دین ہے اور یہ فطرت کا قتل نہیں کرتا۔

اسلام بین الاقوامیت میں قوموں کی امتیازی خصوصیات کو مٹانا نہیں چاہتا بلکہ قوموں کو ان کی قومیت اور خصوصیات کے ساتھ برقرار رکھنا چاہتا ہے ان کے درمیان ایسا رشتہ پیدا کرنا چاہتا ہے جس میں بین الاقوامی کشیدگیاں، رکاوٹیں اور تعصّبات دور ہو جائیں اور ان کے درمیان تعاون و

برادری کے تعلقات قائم ہوں، جغرافیائی تقسیم ایک فطری عمل کی پیداوار ہے، اسلام اس کو اپنے عالمگیر و آفاقی تصور حیات میں رنگنا چاہتا ہے، اسلام بحیثیت دین سب سے بڑی حقیقت ہے لہٰذا باقی حقائق اس کے ماتحت اور تابع رہ کر ہی حقیقت پر قائم رہ سکتے ہیں۔ الگ الگ اور مختلف قوموں، ملکوں، زبانوں کا ہونا اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تاکہ ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں، ہم سب بابا آدم علیہ السلام و اماں حوا کی اولاد ہیں۔ ہم میں بہتر اور افضل وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار، متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہو، یہی معیار اور میزان ہے جس سے انسانوں کا امتیاز اور فرق معلوم ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک جماعت (گروپ) حق پر قائم رہے گا...... یہاں تک کہ قیامت آئے گی۔'' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس جماعت سے مراد مؤمنین کے مختلف افراد جیسے بہادر مجاہد کمانڈر، فقیہ محدث، زاہد، عابد، دعوت دینے والا وغیرہ اور یہ لوگ مختلف ممالک میں اپنا اپنا فریضہ انجام دیتے ہوں گے......اور آخر میں کسی خاص مقام پر قائم رہیں گے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وضاحت کی موافقت کی علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا اجماع امت حجت ہے، وہ ایک مقدس گروہ ہوگا اگرچہ اس کی تعداد قلیل ہی کیوں نہ ہوگی، ان کی مخالفت کرنے والا خود ذلیل و رسوا ہو جائے گا اور وہ حق پر قائم رہیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سے دلیل اخذ کی ہے کہ جب تک یہ مقدس جماعت زمین پر قائم رہے گی اس وقت تک اجتہاد منقطع نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ اور فکر میں اشتراک:

اہل حق کی جماعت ایک ایمان، ایک عقیدہ، ایک فکر، ایک جذبہ و احساس سے عبارت ہے، جماعت فکر و احساس اور عمل کی ہم آہنگی و وابستگی اور تعلق کا نام ہے، جماعت عقیدہ سے مرتب ہوتی ہے، اگرچہ وہ مشرق و مغرب میں الگ الگ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر وہ اکٹھے ہوں لیکن عقیدہ و فکر میں اشتراک اور یک رنگی نہ ہو تو وہ بھیڑ (Herd) ہو سکتی ہے نہ کہ جماعت۔ غذا اور گھاس پر بھیڑ بکریاں اور جانور بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ مادی فلسفہ حیات نے موجودہ انسان

کو غذا اور خوراک پر جمع کر کے رکھا ہے اسی لیے وہ جانوروں کی طرح خود غرض اور لڑنے جھگڑنے ،ایک دوسرے کی غذا، روٹی اور رہنے کی جگہ چھیننے اور جھپٹنے میں مصروف ومشغول ہے۔

انسانوں کا اتحاد واشتراک اور اتفاق ویکجہتی صرف ایمان وعقیدے کی بدولت قائم ہوسکتا ہے۔

دین اسلام انسانی فطرت کے ہم آہنگ اور موافق ہے ہر انسان کی فطرت جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے ایک ہے۔ انسان کی فلاح وترقی اس جہاں میں اور اس جہاں میں صرف اور صرف دین فطرت سے وابستہ ہے۔ دین فطرت دین اسلام آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ بن مریم اور محمد علیہم السلام کا دین ہے۔قرآن کے قوانین اور اصولوں میں ہر دور، جگہ اور ہر حالت کے معاملات اور مسائل کے تقاضوں، مطالبات اور ضروریات کے پورا کرنے اور حل کرنے کی صلاحیت اور طاقت موجود ہے، ان قوانین اور اصولوں میں استقلال اور پائیداری (Immutability) کے ساتھ ساتھ اثر آفرینی اور (Dynamism) موجود ہے،قوانین، احکام اور اصولوں کی سرحدوں (Boundaries) کے اندر رہتے ہوئے ہر جگہ، ہر دور، ہر حالت اور ہر ماحول کے تقاضوں کو پورا کرنے کی پوری صلاحیت ان میں موجود ہے۔ ’’اور ان کا کام آپس کی صلاح (مشورے) سے چلتا ہے۔‘‘ (۴۲:۳۸)

قرآن پاک کے مستقل قوانین، احکام اور اصول کو بدلا نہیں جا سکتا نہ اس کی اجازت ہے، یہ قوانین احکام اور اصول فطری روحانی واخلاقی اقدار پر قائم ہیں ان فطری اور بنیادی مستقل قوانین احکام اور اصولوں میں ذرا سی تبدیلی یا حرکت سے پورا اسلامی نظام جو انسانی فلاح و بہبود نشو ونما وترقی کے لئے بنا ہے نہ صرف متاثر ہوگا بلکہ درہم برہم ہو کے رہ جائے گا اور آخر کار اس نظام کی عمارت ہی ٹوٹ جائے گی......لیکن مستقل قوانین احکام اور اصولوں کی سرحدوں (Boundary lines) میں رہتے ہوئے انسان کو نہ صرف آزادی عطا کی گئی ہے بلکہ اس کو آزادی کی روح کو بلند تر کرنے کی حوصلہ افزائی اور ترغیب وتحریض دی گئی ہے۔

جس نے وقت کھو دیا اُس نے سب کچھ کھو دیا:

زندگی میں ثبات وتغیر دونوں کا اپنا اپنا مقام ہے، انسانی زندگی کی وحدت کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے نظریہ قدیم وجدید کی کشمکش کو دلیل کم نظری بتایا، تعمیری وتخلیقی روح کے ذریعہ ہی انسان

ترقی کی ارتقائی منزلیں طے کرسکتا ہے......آدمی کا دنیا میں سب سے بڑااور مقدس کام اپنے فرائض کو بجا لانا ہے اور یہ فرض کی بجا آوری تب ہی عملی طور پر ممکن ہوسکتی ہے جب وقت کے فوری اور اہم مطالبہ اور تقاضے کو پورا کیا جائے۔ کیونکہ جس نے وقت کو کھو دیا، وقت کی پکار طلب اور تقاضے سے غفلت اور بے پرواہی و پہلوتہی کی اس نے سب کچھ کھو دیا۔ وقت (زمانہ) نہ کسی کا انتظار کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو معاف کرتا ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

اگر نہیں تھا شریک محفل قصور تیرا ہے یا کہ میرا
میرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

مادی جانور:

مادی فلسفہ حیات اور غیر اسلامی تصورات نے شعوری و عملی طور پر امت مسلمہ کی صلاحیتوں اور قوتوں کو پراگندہ و پامال کر دیا ہے، زندگی کے متحرکانہ تصور حیات کو ختم کر کے انسان کو ایک مادی جانور بنا دیا جس کا نصب العین صرف دنیا کا عیش و آرام، نمود و نمائش رہ گیا ہے، انسان کی اپنی شخصیت اور معاشرے کی نشو نما و ترقی صرف اس حال میں ممکن ہے کہ معاشرے کی وجودی علت یعنی اس کے نظام معنی، اقدار اور ثقافتی ذہنیت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو اور معاشرے کی تشکیل و تعمیر ہر صدی کی عصری روح کی مناسبت سے ہو۔'' ابن خلدون کے نزدیک دین اسلام کا ہر پہلو ایک تحریک ہے اس تحریک کا ہر پہلو افراد میں ربط باہمی اور موانست کلی پیدا کرتا ہے۔ حسن محبت اور باہمی تعاون سے حق و انصاف کی محبت بڑھ جاتی ہے، دین اسلام کی ہر تحریک بلند تر نصب العین کی حامل ہے۔ تہذیب ہو یا کلچر بغیر مذہب کے وجود میں نہیں آسکتے مذہب ہی ان دونوں کی وجودی علت اور ماخذ اصلی ہے۔ عقیدے اور عمل میں جو تعلق و ربط ہے اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے تو مذہب بے معنی اور لاحاصل بن کے رہ جاتا ہے۔ قرآن کریم ہی میں وہ ضابطہ حیات ہے جس نے عقیدے کو عمل اور عمل کو عقیدے کا پابند بنایا ہے۔ اسلامی معاشرے کی وجودی علت توحید، قرآن کریم اور رسالت ہے، تعلیمی تحریک (علم) کا مقصد حق کی دریافت ہے۔ علمی تحریک مذہب اور معاشرہ دونوں سے وابستہ ہے اس کی آخری غرض یہ ہے کہ اپنے انکشافات اور حقائق

حیات نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔تا کہ تلاش حق کا سلسلہ لامتناہی پیہم جاری وساری رہے۔

اسلام کا مقصد ہی نوع انسانی کو نا انصافی اور غلامی کی زنجیروں سے نکال کر اس کو حق و انصاف اور آزادی و مساوات عطا کرنا ہے آج کے دور میں بھی اس کا یہی مقصد ہے اور ہمیشہ یہی مقصد رہے گا۔قرآن پاک ہر دور، ہر جگہ اور ہر حالت کے ذہنی، عقلی، اجتماعی اور تمدنی تقاضوں سے مناسبت رکھتا ہے۔

دنیا بھر کی اسلامی تحریکیں:

موجودہ دور میں عالم دنیا میں خصوصاً مسلم ممالک میں مختلف تحریکیں مختلف سطحوں اور شعبوں میں کام کر رہی ہیں، یہ تحریکیں چاہے علمی ہوں، فلاحی وسماجی ہوں، تبلیغی ودعوتی ہوں یا سیاسی وعسکری، جب تک ان کا سرچشمہ دین الٰہی اور مقصد وہدف حق کی دریافت اور حق و انصاف کا قیام نہ ہو ان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔جس فرد، جماعت و تنظیم کا تحریکی مزاج قرآن وسنت کے مطابق عملی طور پر جاری وساری ہو وہ امت محمدی ﷺ کی اس جماعت کا حصہ ہے جس کی پیشن گوئی حضور نبی کریم ﷺ نے کی:''میری امت میں ایک جماعت حق پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت آئے گی۔'' یہ جماعت صفات اور عملی کردار کے ساتھ پہچانی جائے گی۔اس جماعت کی وابستگی اور تعلق قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے طریقہ کار سے رہے گا۔یہ جماعت کسی خاص خطے، نسل، نظریہ یا مسلک کی پابند نہیں ہوگی بلکہ صفات، اعمال و کردار کے ساتھ اس کا وجود دنیا میں قیامت تک رہے گا۔مؤمن آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام کے خاندان کا فرد ہے اور اہل ایمان کی جماعت یہی ان انبیاء علیہم السلام کے مشن کو آگے لے جائے گی۔

اسلام اور انصاف کی فراہمی:

اسلامی معاشرہ آزادی و مساوات کا معاشرہ ہے جہاں پر غلامی اور نا انصافی اور انسانوں میں فرق کرنا برداشت اور گوارہ نہیں ہوسکتا۔یہ امت توحید کی بنیاد پر کھڑی ہے جہاں وحدت انسانیت وجود میں آکر پھیلتی پھولتی ہے، یہ ذمہ داری اور فرض اسی امت پر ڈالا گیا کہ وہ بنی نوع انسان کو توحید اور وحدت انسانیت کے اس مقام پر لے جائے جہاں وہ اپنے آپ کو آزاد اور برابر محسوس کرنے کے ساتھ ساتھ

اپنے آپ کو اپنے خالق ورب کا فرمانبردار بندہ عملی طور پر محسوس کرے......

معاشرتی نظام میں اسلام نے عدل وانصاف کو بنیاد بنایا۔

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ کے لئے تم انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر قائم رہو، کسی قوم کی دشمنی تم سے بے انصافی نہ کرائے، انصاف کرو انصاف ہی پرہیزگاری تک پہنچنے کی نزدیک راہ ہے۔(۵:۸)

ناانصافی جس جگہ اور جس صورت میں ہو اہل ایمان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو جائیں۔

جن لوگوں نے اسلامی احکام کو اپنے اجتماعی نظام اور قوانین سے دور رکھا ہو اور صرف عبادات و مراسم کی حد تک اس سے تعلق رکھتے ہوں ایسا سماج کبھی اسلامی سماج نہیں قرار دیا جاسکتا......دین اسلام ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے اس کے عبادات ومعاملات، اس کے قوانین اور اس کی ہدایات سب مل کر ایک کلی بناتے ہیں......غریبوں اور بیواؤں کی خدمت کرنے والا وہی درجہ رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا رات بھر نماز پڑھنے والا اور دن بھر روزہ رکھنے والا رکھتا ہے۔(مسلم، بخاری، ترمذی)

اسلامی عقیدہ کو رگ رگ میں اُتارنا ضروری ہے:

اسلام عقیدہ کو عملی زندگی کی رگ رگ میں اتار دیتا ہے، علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) ہر فرض ہے، جس نے طلب علم کی خاطر کوئی راستہ طے کیا اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کرے گا۔(مسلم، ابن ماجہ، ترمذی)

اسلام عبادت، کاروبار، عقیدہ وعمل، روحانیت ومادیت، معاشی قدروں اور معنوی قدروں، دنیا وآخرت، زمین وآسمان سب کے درمیان وحدت کا قائل ہے...... اسلام کے تمام پہلو ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں یہ مختلف پہلو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیونکہ یہ دین پورے کا پورا ایک اکائی ہے، اسلام اپنا ایک مخصوص فلسفہ حیات اور اپنی علیحدہ فکر اساسی رکھتا ہے، ربانی نظام ایک مکمل جامع اور عالمگیر نظام ہے۔

کشمیر میں پچھلے ۲۰ سال سے جاری تحریک مزاحمت بھی دین کا ایک شعبہ ہے، مذہب کی حیثیت معاشرے کے لئے وجودی ہے، اخلاق واقدار اس کے وجود وبقاء کی اہم کڑی ہے، معاشرے کا وجود ان کے بغیر ناممکن ہے، سارا مذہبی نظام اخلاق، اقدار و کردار پر منحصر ہے، ہر جماعت کا معیار اخلاق اور ضابطہ اخلاق اس کا اپنا ہوتا ہے، کسی بھی قوم کی انفرادیت، خصوصیت، باطنیت کو دیکھنا ہو تو اس کے ضابطہ اخلاق کو دیکھو کیونکہ ضابطہ اخلاق و کردار (Values) کے سوا کوئی اور چیز ترجمان نہیں ہوسکتی۔ مسلمانوں کی انفرادیت، تشخص اور باطنیت ان کا اخلاقی نظام ہے، اخلاقی عمل کی صحت پر معاشرے کی زندگی کا دارو مدار ہے، اخلاقی شعور بیدار ہونے کا مطلب نیک و بد میں تمیز، زندگی کے بہترین پاک اور نیک عناصر کا انتخاب، افراد کے عمل و کردار کے پرکھنے اور جانچنے کا آخری معیار اور آخری کسوٹی اجتماعی کردار و اخلاق اور اقدار ہے۔

کشمیر کی نئی نسل باشعور ہے:

پچھلے ۲۰ سالوں کی تحریک مزاحمت نے اتار چڑھاؤ غلطیوں لغزشوں اور غفلتوں کے باوجود اس وقت کشمیری قوم میں جو اجتماعی شعور اور بیداری ظلم و ناانصافی کے خلاف پیدا ہوا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان شاء اللہ آزادی وانصاف اور نظام عدل کا قیام ہوگا۔ مؤمن صرف ایک بار ڈسا جاتا ہے دوسری بار نہیں...... تحریک مزاحمت اب عنقریب خودانحصاری، خوداختیاری اور خودداری کی روح کے ساتھ آگے بڑھے گی، تحریک مزاحمت کا سرچشمہ قرآن و سنت رسول اللہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریقہ کار ہوگا...... تحریک مزاحمت جو دین کا ایک شعبہ ہے...... یہ ناپاک U.N.O- ایجنسیوں اور بے ضمیر بزدل اور منافق کشمیری نام نہاد قیادت سے پاک ہوگی، اب اس کی قیادت وہاں سے شروع ہوگی جہاں پر شہید غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا، اب یہی نئی نسل شہداء کا (Extension) ہے، یہاں شہداء کا اخلاق، ان کا کردار، ان کا ایثار، جذبہ شہادت ہمارے لئے خصوصاً نئی نسل کے لئے (Foot-print) ہیں۔ انھی کے نقش قدم پر چل کر ان شاء اللہ اب قوم کشمیر کو انصاف وآزادی کی منزل ملے گی۔

ہم نے جو طرز فغاں کی ہے قفس میں ایجاد

فیض گلشن میں وہی طرز بیاں ٹھہری ہے

روح آفاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ، روح غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ پکار پکار کر اہل دل، اہل ہمت، اہل غیرت، اہل ایمان سے کہہ رہی ہیں کہ اٹھو اور بتا دو ظالم، سرکش و متکبر طاغوتی سامراجی طاقت کو کہ اہل ایمان، اہل دل و اہل یقین غلامی کی زندگی سے، ذلت کی زندگی سے اور بزدل و بے غیرتی کی زندگی سے آزادی عزت اور غیرت کی موت ہزار گنا بہتر ہے۔

نجات دیدۂ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ منزل ابھی نہیں آئی

انسان اور دین کا لزوم:

مذہب (دین) اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان، وہ فطرت انسان کے ہر جز اور ہر بن میں داخل ہے اس لئے انسان اپنی زندگی کے کسی مرحلے پر مذہب و خدا سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، زندہ و قائم رہنے کی جبلت وخواہش (Instinct of self preservation) انسان میں فطری طور پر موجود ہے۔ یہ ایک (Scientific) حقیقت ہے، تصور اور نظریہ شہادت، تصور آخرت، تصور عالم برزخ ہی ایک انسان کو عمل صالح کرنے کے لئے تیار کرتا ہے، یہی تصور انسان کو حق اور انصاف کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کا احساس اور جذبہ عطا کرتا ہے، تصور آخرت، احساس اور یقین اس بات کا کہ انسان اپنے ہر عمل کے لئے آخرت میں جوابدہ اور ذمہ دار ہے، یہی یقین اور جذبہ گرتی ہوئی اور ڈوبتی ہوئی انسانیت کی کشتی کو بچا سکتا ہے، انسانی تاریخ کی واضح اور صاف حقیقت یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہی اہل ایمان کی پناہ گاہ اور نجات کا ذریعہ ہے اور یہ کشتی دین اسلام ہے، شعوری اہل ایمان جو صرف اور صرف اللہ کا غلام و بندہ بن کر رہنا چاہتا ہے کسی دوسرے کی غلامی کو ہرگز پسند یا گوارہ نہیں کرسکتا۔ انسان کا دینی شعور جتنا قوی اور درست ہوگا اتنا ہی وہ غلامی کی ذلت والی زندگی سے نفرت کرے گا اہل ایمان کو زندگی کی بنیادی اور گہری حقیقت و مقصد کا پورا پورا شعور ہوتا ہے۔ وہ اس عارضی و فانی زندگی کو حقیقی لازوال زندگی یعنی آخرت کی زندگی کے لئے سواری تصور کرتا ہے، اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ یہاں اہل ایمان کی

آزمائش وامتحان مشکلات، خوف اور خطرات سے ہوتا ہے وہ باطل وظالم طاقت کے ساتھ ٹکراتا ہے، وہ زندگی کا مقابلہ زندگی کی طرح کرتا ہے اور حق و باطل کی اس کشمکش میں اہل حق، اللہ کی معرفت اور زندگی کی حقیقت کو پالیتا ہے، کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں خدائے واحد کی روح اور ارادہ کام کررہا ہے، کائنات اور خود انسان میں ایک روحانی قوت کام کررہی ہے۔ انسان کی نشو ونما انسانی شخصیت کی نشو ونما صرف روحانی اخلاق اور پاک سیرت سے ہی ہوسکتی ہے اور یہ سب ایمان، توحید اور عقیدہ سے ہی ممکن ہے، آخرت کی زندگی کے تصور سے امید، قوت، ایمان، ہمت اور زندگی کا ولولہ پیدا ہوتا ہے صرف دین کے ذریعہ انسان کو ایک نصب العین اور آئیڈیل حاصل ہوسکتا ہے۔ مذہب (دین) ایک محض شخصی یا قلبی چیز نہیں ہے بلکہ ایک معاشرتی وظیفہ ہے اسی کی بدولت فرد و جماعت اور اداروں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور تعلقات میں ربط، ہم آہنگی اور تعاون پیدا ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی کی عملی تربیت اور تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ ہر وہ شخص جو دنیا میں کام کرنا چاہتا ہے اس کے لئے لوگوں کے واسطے خدمت کے جذبات سے سرشار ہونا لازم ہے۔ مشترکہ عبادت کے بغیر کوئی مذہبی نظام نہ قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کو کسی حال میں قائم رکھا جاسکتا ہے۔ دین و ایمان نظام اخلاق و اقدار سے گہری وابستگی اور سنجیدہ عملی تعلق سے اجتماعی اعمال وشعور کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسی اجتماعی شعور سے اجتماعی ارادہ پھوٹتا (Emerge) ہے۔ قوم کی نشو ونما اور ترقی کی یہی علامت ہے۔ اسی سے معاشرتی زندگی با مقصد، باوقار اور باقدر بنتی ہے۔ جب تک نہ افراد کے قلوب واذہان اور کردار واعمال میں مذہب راسخ و پختہ ہوگا، جب تک نہ نظام معنی واقدار سے وابستگی مضبوط ہوگی تب تک قوم وافراد کی روحانی واخلاقی زندگی نشو ونما و ترقی اور مقصد حاصل نہیں کرسکتی۔

دین کے مقابلہ میں جاہلیت:

موجودہ دور میں اسلام کے مدمقابل جو چیز کھڑی ہے یہی چیز ہمیشہ سے ہے اور تمام انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کو اسی چیز کا سامنا...... اور مقابلہ کرنا پڑا جس کو قرآن پاک نے جاہلیت (Ignorance) کہا۔ جاہلیت معاشرے کی کسی مخصوص شکل اور تاریخ کے کسی دور کا نام نہیں،

جاہلیت اپنے مزاج اور روح کے اعتبار سے ایک ہی ہے، جاہلیت کسی محدود زمانے کے کسی خاص وقفہ کا نام نہیں ہے بلکہ عقل وفکر کی ایک خالص متعین ساخت کا نام ہے۔ وہ فکری ساخت اس وقت ابھرتی ہے جب کہ انسان کے وہ حدود اور وہ معیار باقی نہیں رہتے جو اللہ پاک نے مقرر کیئے ہیں اور ان کی جگہ وہ بنائے ہوئے مصنوعی معیار، اصول اور قوانین آجاتے ہیں جن کی بنیاد وقتی خواہشات پر ہوتی ہے۔ قرآن پاک کی منشاء و مراد کے مطابق جاہلیت اس نفسیاتی کشمکش کا نام ہے جس میں پھنس کر لوگ اللہ کی ہدایت، احکام اور قوانین کو نہیں مانتے، جاہلیت اللہ کی ہدایت اور حکم کے بالمقابل ہے۔ قرآن نے انسانیت، حق، سچائی اور انصاف کے لئے دین اسلام کو کسوٹی بنا دیا اور بتا دیا کہ جو کچھ اسلام کے خلاف ہے وہ جاہلیت ہے۔

موجودہ دور کی بھیانک جاہلیت:

جاہلیت ایک ایسی حالت ہے...... جو کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ موجود ہو سکتی ہے، جاہلیت ہوائے نفس کا نام ہے لہٰذا جو ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ جاہلیت میں مبتلا اور گرفتار ہیں، جاہلیت کے مظاہر معاشرے کی حالت اور زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ قدیم عربی جاہلیت سیدھی سادھی تھی بت پرستی، جانور پرستی، آگ پرستی، غلامی، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا وغیرہ وغیرہ اس جاہلیت میں پیچیدگی نہیں تھی بلکہ کھلم کھلا جاہلیت تھی......اس کے برخلاف موجودہ دور کی جاہلیت زیادہ بھیانک، خبیث اور سخت گیر ہے کیونکہ یہ جاہلیت علمی فکری اور نظریاتی ہے جو آنکھوں کو نظر نہیں آتی، اب نظریات اور افکار کی پوجا ہوتی ہے، اب لڑکی کو ماں کے پیٹ میں ہی موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''دجال کا فتنہ نظر نہ آنے والا ہوگا۔'' موجودہ جاہلیت نے انسان کے جسم کو نہیں بلکہ احساسات، افکار، مزاج اور میلانات کو بھی غلام بنا دیا اس کو اپنی زنجیریں (Chains) اور قید خانہ (Prison) نظر ہی نہیں آتا کیونکہ اس کا جب دماغ بھی قیدی ہے تو وہ اپنے آپ کو کیسے جانے گا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ موجودہ جاہلیت دھوکہ وفریب ہے جس کو باقاعدہ علمی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ایسی جاہلیت ہے جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

جاہلیت اس وقت تک اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے جب تک اس میں خیر کا پہلو باقی رہے اور جب شر خیر پر غالب آجاتا ہے اور خیر و بھلائی مٹ جاتی ہے تو پھر اللہ کی سنت کے مطابق ایک نیا تغیر اور تبدیلی آتی ہے اور اس کے لئے اللہ اہل ایمان و اہل حق کو چنتا اور منتخب کرتا ہے......"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے (سب کے سب) گرادی جاتیں اور جو کوئی اللہ کی مدد کرے اللہ تعالیٰ بھی بے شک اس کی مدد کرے گا، اللہ تعالیٰ زبردست قوت، عزت والا اور غالب ہے۔ (۲۲:۴۰) اور "حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدلتے۔" (الرعد:۱۱)

2010ء میں اب دلّی ہائیکورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ ایک لڑکا دوسرے لڑکے اور ایک لڑکی دوسری لڑکی سے شادی کرسکتی ہے نہ یہ غیر قانونی ہے اور نہ اخلاقی طور پر غلط......اب ماں باپ اپنے بچوں کو اس کام سے منع نہیں کرسکتے ورنہ ان کو جیل کی ہوا کھانی پڑے گی......قوم لوط اغلام بازی (Sodomy) سے نیست و نابود ہوگئی...... اب جدید جاہلیت میں ایک اور خباثت (Lesbianism) وجود میں آئی۔ طاغوت و جاہلیت کی سرکشیاں حد سے گزر رہی ہیں اور خیر کا اثر زائل ہو رہا ہے۔

مستقبل اسلام کا ہے:

اہل ایمان کو انسانیت اور اللہ کی تقدیر سے امید اور حسن ظن ہے، یہ دین غالب ہونے کے لئے آیا، یہ آخری پیغام، آگاہی اور بشارت لے کے آیا۔ صرف اور صرف دین اسلام ہی اس ڈوبتی ہوئی انسانیت کی کشتی کو بچالے گا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے اہل ایمان و اہل حق کو بچایا...... اہل ایمان کا خاندان آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام سے جڑا ہے۔ یہ ایمان توحید اور عقیدہ کا خاندان ہے نہ کہ نسل رنگ وخون کا جیسے یہود و ہنود اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ اللہ پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بھی غرق آب کر دیا کیونکہ نبی قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے جو ربانی پیغام کو عملی طور پر قبول کرتا ہے وہ اس روحانی و ربانی خاندان کا فرد کہلاتا ہے۔ "بے شک دین حق اور مقبول اللہ تعالیٰ

کے نزدیک صرف اسلام ہے۔'' (آل عمرآن:۱۹)

موجودہ دور کی جاہلیت ضلالت، شقاوت، اضطراب اور ناپاک افکار پر مبنی زندگی سے نجات صرف اور صرف اسلام دلا سکتا ہے۔

اسلام ہر دور ہر جگہ اور حالات کے مسائل و معاملات کا حل اور رہنمائی وہ رہبری کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے اور پوری انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب اور متوازن بنیادوں پر کھڑا کر کے پوری انسانیت کو استقامت عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، کائنات، زندگی اور انسان کے بارے میں جاہلیت کے جس قدر تصورات ہیں سب انحراف کا شکار ہیں، اس فکری انحراف کی بنا پر سیاست، اقتصاد، معاشرتی نظام، اخلاق، فن، آرٹ غرض عملی زندگی کا ہر پہلو انحراف پذیر ہو گیا اور جس وقت انسانی فکر دین اسلام کے رنگ میں رنگی جاتی یہ تمام امور خود بخود درست ہوں گے کیونکہ عمل فکر سے ہی ابھر کر وجود میں آتا ہے۔

اسلام پوری انسانیت کے لئے اللہ کا نور ہے اور اس کے دروازے ہر بنی نوع انسان کے لئے کھلے ہیں۔''اور اے نبی ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔'' (سبا:۸)

''اور اے نبی ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر جہاں والوں کے لئے رحمت کے طور پر۔'' (الانبیاء)

عبادت بھی اللہ کی، قانون بھی اللہ کا:

جاہلیت اللہ کی عبادت اور حاکمیت (قانون الٰہی) کو الگ الگ تصور کرتی ہے جب کہ دین اسلام صاف کہہ دیتا ہے جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کے لئے ہے۔ جس ذات کو الوہیت حاصل ہے وہی شارع بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی الہ ہے اور صاحب شریعت بھی......

روح اور کائنات دونوں اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔ دونوں اپنے خالق کی طرف متوجہ ہیں اور دونوں کے وجود کا منبع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے روح اس امر کا ادراک کر سکتی ہے جہاں عقل انسان کو لے جانے سے عاجز ہے۔ عقل کی ایک سرحد اور مقام ہے پھر وجدان کی سرحد شروع ہوتی ہے جس کے ڈانڈے عالم روحانی سے مل جاتے ہیں۔ روحانی علم کے عوامل وحی و رسالت ہیں، انسان زندگی کے ہر مرحلے پر وحی اور ربانی رہبری کا محتاج ہے۔ وجدان روحانی علم کی ابتداء ہے۔ عقل کی طاقت

وصلاحیت محدوداور مخصوص ہے جس سے آگے یہ جا نہیں سکتی......شریعت لوگوں کو زندگی کے تمام گوشوں میں دین پر ابھارتی ہے خواہ اعتقادات ہوں، عبادات ہوں، یا سیاسی معاملات، شارع کی نگاہ میں دین و دنیا کی ساری چیزیں محفوظ ہیں، اسلام نے انسان کو بلند مقام عطا کیا اس کو گندگیوں میں غوطے نہیں دیتا، اگر اسلام کا پیش کردہ واضح اور روشن تصور انسان کے قلب وضمیر میں رچ بس جائے تو اس کی پوری زندگی راہ مستقیم اور جادہ حق پر گامزن ہو جائے۔

جاہلیت کی بدنما شکلیں:

جاہلیت چونکہ ہوائے نفس کا دوسرا نام ہے جو ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ جاہلیت میں گرفتار اور حق سے بیزار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آسمان کے نیچے سب سے بڑا بت جس کی پرستش (پوجا) کی جاتی ہے وہ نفس کی خواہش ہے (یعنی ہوائے نفس) دور جدید کا انسان اب صرف ایک (Consumer) بن کے رہ گیا کیونکہ اس کی فکر (Consumerism) کی گرفتار ہو چکی ہے۔ کمانا، خریدنا اور ہضم کرنا آنکھیں "Internet, T.V" وغیرہ سے صرف عریانی وفحاشی دیکھنے کی عادی (Addict) ہوگئیں، کان صرف شہوت ونفسانی خواہشات کو تسکین دینے والا (Music) سننا پسند کرتے ہیں، عالیشان گھر، آفس، گاڑی وغیرہ وغیرہ۔ پوری فکر اور رگ رگ میں بس چکا ہے تمام اخلاقی اقدار کو پامال کر کے نفسانی خواہشات کا سامان کمانا اور حاصل کرنا زندگی کا عین مقصد بن چکا ہے۔ عورت نے اپنی عصمت وعزت اور خودداری کو ایک بازاری شے بنا دیا اور اس کو آزادی کا نام دیا گیا۔ عورت کو آزادی اور حقوق کے نام پر (Demoralize) کیا جا رہا ہے وہ اب (Sales-promoter) شے بن گئی ہے، جوتے سے لیکر جہاز کی خرید وفروخت (Marketing) کے لئے عورت کے کپڑے اتارنا ضروری بن چکا ہے۔ ماں بہن اور بیٹی کا عظیم مقدس رتبہ عورت سے چھین کر اب وہ گرل فرینڈ، طوائف اور رنڈی (Prostitution) اور نفسیاتی خواہش کو پورا کرنے والی بازاری شے بن چکی ہے۔ آزادی اور حقوق کے نام پر (Demoralization) جاہلیت کا دور حاضر کا تحفہ ہے۔

فرائیڈ اور مارکس کے مادی، نفسیاتی اور سیاسی فلسفے اور فکر جو کہ کہتی کے اخلاق ایک بے معنی قید و بندش ہے۔ انسان کا پورا وجود جنس (Sex) ہے، اس فلسفے نے پورے مغربی معاشرے کو تباہ کر

www.aagoor.com

کے رکھ دیا، اخلاق کا بگاڑ ہی انسانی نفس اور انسانی معاشرے کی تباہی کا باعث ہے۔ اخلاقی بگاڑ در حقیقت انسانی فطرت کا بگاڑ ہے کیونکہ اخلاق فطرت انسانی کے لئے وہ لافانی اصول ہیں جو حقیقی زندگی میں کارفرما ہیں۔ اخلاقی نشو ونما سے ہی انسانی وجود کو نشو ونما حاصل ہوتی ہے اور اخلاقی بگاڑ ساری واقعاتی زندگی میں فوراً سرایت کرجاتا ہے اس وقت مغرب میں سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، اجتماعی غرض پوری عملی وواقعاتی زندگی میں بگاڑ ہی بگاڑ ہے۔

انسان کی نجات اور آزادی کا راز صرف دینِ اسلام کے پاس ہے:

صرف دین اسلام کے پاس وہ نظام، وہ اسلوب حیات اور طرز زندگی ہے جو ہر انسانی بحران، پیچیدگی، مسئلہ اور انسانیت کو شقاوت، عذاب اور اضطراب سے نجات دلاسکتا ہے۔ جاہلیت جتنی شدید اور سرکش ہوگی اتنی وہ اللہ کی نازل کردہ راہ حق سے نفرت کرے گی، یہ انسانی تاریخ کی حقیقت ہے لیکن یہ بھی تاریخ کی حقیقت ہے کہ ہر باطل وسرکش طاقت اس دین کے بالمقابل شکست کھاتی رہی خواہ اس کی جنگ اسلام کے عقیدہ کے ساتھ ہو یا اسلام کے ماننے والوں کے ساتھ ہو......

"اللہ اپنا کام کرکے رہتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔" (یوسف:۲۱)

دورحاضر کی جاہلیت کا مرکز امریکہ اور یہودی سازش وکر متحد ہوکر اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن جتنی ان کی دشمنی بڑھتی جارہی ہے اسلام اور اسلامی تحریکیں زندہ، بیدار اور متحرک ہورہی ہیں۔ "اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھا ہے۔" (ال عمرآن:۵۴)

کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔ (الاعراف:۹۹)

"اللہ اپنا کام کرکے رہتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔" (یوسف:۲۱)

اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا اگرچہ کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔"

(الصّف:۸)

مغرب کی ذہنی غلامی میں مبتلا دانشور سُن لیں!

جو مسلمان دین وامت کے مسائل سے غافل ولاتعلق ہیں، جو دین کی راہ میں جد وجہد سے گریز کررہے ہیں جو نام نہاد مغربی فکر رکھنے والے مسلم دانشور جاہلیت کے شکار ہو چکے ہیں اور اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کررہے ہیں عالم اسلام کا یہ نام نہاد مسلمان غور سے اللہ پاک کا یہ اعلان سنے: ''اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اسکو کسی کی حاجت نہیں اگر وہ چاہے تو تم کو فنا (مٹا) کردے اور تمہاری جگہ دوسروں کو پیدا کردے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔'' (نساء:۱۳۳)

اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے اللہ اور بہت ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا جو مؤمنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ وسیع ذرائع (کشائش) کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے...... جو اللہ اور رسول اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنالے اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی رہنے والی ہے...... اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلہ میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ (آیت:۵۴،۵۶،۶۷:المائدۃ)